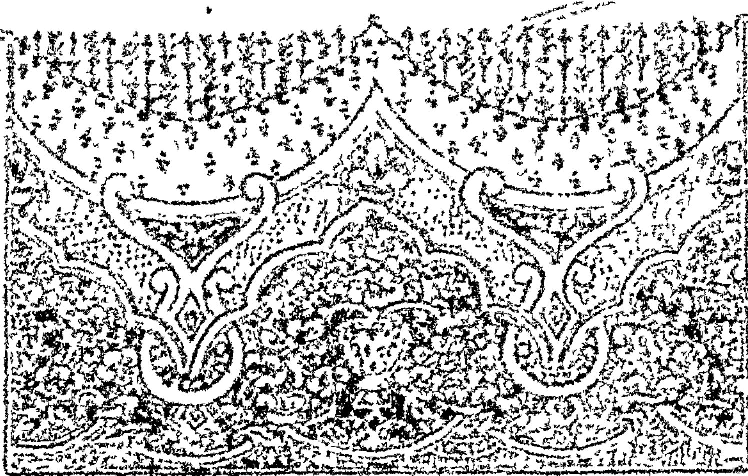


آغاز ترجمہ کتاب تفسیرات احمدیہ فی آیات احکام الشرعیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پروردگار عالم کو حمد زیبا ہی جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل فرمائی اور اوسکو مفصل کیا اور اوسمین لطائف و اسرار و آیات و آثار ودیعت رکھی تاکہ اہل عقل کیواسطے تذکرہ اور طالب تکمیل کیواسطے تبصرہ ہو اور اوسکو تمام کتب سوا ازروے قدر و عزت و علم کے برتر گردانا اور اوسکو حلاوت بیان و بلاغت کلام اور حسن تفسیر و تاویل سے برگزیدہ کیا وہ کتاب قرآن مجید و فرقان حمید زبان عربی مین ہی جسمین کوئی نقص نہین ہی اور مومنین کیواسطے وہ ہدایت وبشارت ہے اوسکو بوساطت روح الامین یعنی جبرئیل علیہ السلام نازل فرمایا تاکہ تمام حالات اولین و آخرین پر اونکو آگاہی ہو اور زمین و آسمان کے امور اونپر روشن ہون اور اوس سے تمام علوم شرعیہ کے اصول و فروع معلوم ہو جائین اور مختلف علوم و فنون و صناعات حاصل کرسکین کیونکہ ہمکو بہت قلیل علم دیا گیا ہی پھر بعض گمراہ ہو گئے ہین اور بعض راہ راست پر چلے پس جو لوگ صاحب ہدایت ہوتے ہین وہ اوسکے اقوال کی تصدیق اور اوسکے احکام کی تقلید و تعمیل اور اوسکی تلاوت مین سرگرم

رہتے ہین اور جنکو شقاوت نے ضلالت مین ڈالدیا ہی وہ مذموم و مخذول ہوگئے ہین
اور قریب تر ہے کہ وہ کہین گے ای کاش ہم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
متبعین سے ہوتے پس اسے خدای بزرگ و برتر اور اے صاحب جلال وجمال تو درود
بھیج اوس نبی پر جو ہمیشہ جاری ودائمی رہے اور اوسکی درازی و امتداد کی انتہا نہو
اور اون لوگون پر جنھون نے اوسکی اعانت کی اور اوسکی بنیاد کو مضبوط کیا اور اوسکو
رواج دیا اور اونکی ارواح مقدسہ کو ہمسے راضی کر اور ہمارا تحیہ وسلام اونکو پہنچا
اور اونکی برکات ہمکو پہنچا اور اونکے فتوحات کو قائم رکھ۔

اما بعد تمام مطالب سے زیادہ نفع بخش زمانۂ حال وآئندہ مین از روی منقبت
وکمال کے علوم دینی اور معارف یقینی ہین اور علم قرآن ان دونو کو حاوی اور
دونو سے ارفع واعلی ہے اور سلف صالحین نے اوسمین بہت کوشش مشکور کی اور
حتی الوسع سعی بلیغ کی یہانتک کہ اوسکی تحقیق کیواسطے علوم وضع کئے اور اوس کے
اصول وفروع اور اوسکے اقسام اور ابواب قرار دئے اور کتابین ترتیب کین
چنانچہ بعض نے ضابطہ مخارج حروف کو مدون کیا اوسکا نام علم قرات رکھا اور
بعض نے حرکت وسکون الفاظ کا قاعدہ مقرر کیا اوسکا نام علم لغت رکھا اور بعض نے
استعمال الفاظ کا زمانہ حال واستقبال مین قائم رکھنے کو علم صرف متکفل کیا اور بعض
نے اعراب وحرکات کلمہ کی حقیقت کو مندرج کیا اور اوسکا نام علم نحو رکھا اور بعض
نے اوسکی فصاحت وبلاغت و وجوہ اعجاز سے بحث کی اور اوسکا نام علم بیان رکھا
اور بعض نے اوسکی تحقیق معانی وتدقیق مبانی پر کوشش کی اوسکا نام علم تفسیر رکھا اور بعض
نے اوسکی ادلہ عقلیہ اور شواہد اصلیہ سے خداوند عالم کی وحدانیت اور قدرت کاملہ

کو ثابت کیا اور اوسکا نام علم کلام رکھا اور بعض نے اوسکے رموز خطابات کو غور کیا کیونکہ بعض عام ہین اور بعض خاص بعض مشرح اور بعض غیر مشرح ہین اور اوسکے قواعد منحصر گردانے اور اوسکا نام علم اصول رکھا پھر اوسمین سے غور و فکر کے ساتھ مسائل حلت و حرمت اشیا اخذ کئے اور اوسکا نام فقہ رکھا ا ور باین ہمہ اوسکو اسرار کو حاصل نکر سکے اگرچہ اوس کو ظاہر اور بدیہی امور تک پہونچگئے کیونکہ وہ ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہی کہ اوسکے جواہرات معدود نہین ہوسکتے اور ایسا دشت وسیع و بیشمار ہی کہ کوئی اوسکی گذرگاہونکو نہین پاسکتا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ (ما فرطنا فی الکتاب من شیء) اور فرمایا (الا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین) اور فرمایا (انزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء) پس کوئی ایسی شے نہین جس کا استخراج قرآن مجید سے ممکن نہو یہانتک کہ بعض نے اوس کو علم ہیئت و علم ہندسہ و علم نجوم و علم طب اور اکثر علوم عربیہ استخراج کئے ہین اور بعض نے عدد عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم استخراج کی کہ تریسٹھ ہین جیسا کہ اللہ تعالی سورۃ المنافقین مین فرماتا ہی (ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلها) یہ آغاز ہی تریسٹھ سورتونکا فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی حدیث میری تمکو پہونچے تو اوسکو کتاب اللہ سے مطابق کرو اگر موافق حکم الہی ہو تو قبول کرو ورنہ چھوڑ دو اس سے ثابت ہوا کلام اللہ مصدق احادیث بھی ہے اور قاضی ابوبکر نے اپنی کتاب قانون التاویل مین بیان کیا ہی کہ قرآن شریف مین پچاس علم ہین اور چار سو علم اور سات ہزار علم ہین اور ستر ہزار علم ہین باعتبار تعداد کلمات قرآن مجید کے جبکہ اونکو چار مین ضرب کیا جائے اسواسطے کہ ہر کلمہ مین ظاہر ہی اور باطن

ہی اور حدی اور مقطع ہی اور یہ تعداد باعتبار مفردات کے ہی نہ مرکبات کے
کیونکہ باعتبار مرکبات و روابط کے اوسکی تعداد بغیر علم الٰہی کوئی نہین جان سکتا
اب بحیثیت اوس معانی ظاہر ہی کو جیسا کہ فقیہ ابو اللیث نے بیان کیا ہے سات
قسمین ہوتی ہین۔ قصص ماضیہ و اخبار آئندہ و وعد و بشارت و وعید و انذار و امثال
و مواعظ و احکام شرعیہ مثل امر و نہی کی قصص ماضیہ مین ذکر ابتدائی خلق عالم و آسمان
و زمین و ماتحت الثریٰ و خلق آدم و حیات وغیرہ پھر تفریق انکی مختلف مذاہب مین
اور خلقت آدم سے تمام انبیا کا ذکر جو اونکے بعد ہوئے مثلاً ادریس و نوح
و ہود و صالح و لوط و ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب و یوسف اور اونکے بھائی
اور ذی الکفل یعنی یوشع و شعیب و موسیٰ و ہارون و الیسع و الیاس و ذی النون
یعنی یونس و عزیر و داؤد و سلیمان و ایوب و زکریا و یحییٰ و عیسیٰ و محمد صلی اللہ علیہ وسلم
صراحۃً اونکے اسما اور اشمویل و شمعون و خضر و حزقیل بغیر اسما کے اور علاوہ انبیا کے
مثل اصحاب فیل و اصحاب کہف و اصحاب رس و قوم تبع و یاجوج و ماجوج و اصحاب
الاخدود و عاد و ثمود و قبائل سبا اور مثل مریم و زلیخا و بلقیس و زن فرعون و زن
نوح و زن لوط عورتون سے اور نمرود و شداد و جالوت و بخت نصر و فرعون و ہامان
و قارون و آذر و عمران و بشری و ہارون و بلعم باعور و ہابیل و قابیل و حکیم لقمان
و ذی القرنین آدمیون سے اور جبریل و میکائیل و ہاروت و ماروت و رعد و برق
و مالک خازن جہنم و سجل و قعید ملائک سے اور زید و ابولہب اور اکثر اصحاب رسول اللہ
صلعم اور کفار اور منافقین اور آنحضرت سے محاربہ کرنے والے اور آنحضرت کے
محاربات و معجزات وغیرہ جو زیادہ تفصیل کے محتاج تھے اور اخبار آئندہ مین سے

ذکر ہو موت بنی آدم کا اور اوسکی کیفیت اور جو کچھہ کہ اوسکے بعد مرگ پیش آیگا اور
احوال قبر و ثواب و عذاب و علامات قیامت کبریٰ مثل دجال و یاجوج و ماجوج وغیرہ
کے اور نفخات صور و حساب اور جنت و دوزخ اور جو کچھہ اوسمین نعمتین اور اذیتین
ہین اور حوض اور میزان اور شفاعت و صراط و انہار وغیرہ اور امثال مین ایک وہ
بیان ہو جسمین ظاہر ذکر مثال کیا ہو جیسے قولہ تعالیٰ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا
دوسرا وہ بیان ہو جس سے مثال مستنبط کیگئی ہے جیسے مثال خیر الامور اوسطہا
قولہ تعالیٰ (لَا فَارِضٌ وَلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذَلِكَ) وقولہ تعالےٰ وَالَّذِينَ إِذَا
أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا) وقولہ تعالیٰ (وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ
وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ) وقولہ تعالےٰ (وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا) اور
علیٰ ہذا القیاس لیکن بیان مواعظ وہ کلام اللہ مین بہت کثرت سے ہو کیونکہ خاص
اوسکے واسطے تو نازل ہی کیا گیا ہو اور احکام شرعیہ بس وہ تمام علوم قرآنی سے
برتر ہو اور اعلیٰ معلومات فرقانی ہو کیونکہ وہ باوجود قلت کے تمام ان امور پر حاوی
ہو جتنے کل شروعات مستنبط ہوسکتے ہین اور نیز صحابہ و تابعین و فقہا و مجتہدین
کو علم یکے بعد دیگرے حاصل ہوتے گئے اور مین بزرگون کی زبانی مدت سے سناکرتا
تھا کہ امام غزالی علیہ الرحمہ جو علماء دین سے ایک بہت بزرگ شخص ہوئے ہین انہون
نے آیات احکام بحیثیت طاقت و امکان کے جمع کیے ہین یہانتک کہ وہ پانسو
ہوتے ہین بلا کمی بیشی کے بس مین ایک مدت تک اسی پر قایم رہا یہانتک کہ مین نے
علماء کرام کے علم اصول پر اطلاع پائی اور اوسمین بھی یہ قصہ عجیبہ پایا تب تو میرا یقین
اور بھی زیادہ ہوگیا اور مین نے اوسکا تفحص کرنا شروع کیا اور ہر وقت اٹھتے بیٹھتے

ان آیات کی تلاش رہی لیکن مین نے کہین اوسکا نشان نپایا تو مین زبان الہامی سے مامور کیا گیا تاکہ خود اون آیات کو مدد الہی سے تلاش کرون اور کلام اللہ سے اونکا استخراج کرون پس مین نے جمع کین تمام وہ آیتین جن سے تمام فقہیہ اور قواعد اصولیہ اور مسایل علم کلام مستنبط کئے گئے ہین اور تفسیر کی مین نے اون آیات کی اچھی طرح اور شرح کی اونکی اور مین نے اخذ کیا اونکے معانی کو علماء کرام کے کلام سے اور کتب معتبرہ سے جو اہل علم و ائمہ مین معتبر و مستند ہین اور یہ تفسیر صرف ایک علم یا فن سے نہین لکھی گئی بلکہ مختلف علوم و فنون سے اسمین کام لیا گیا ہی پس کتب تفسیر سے جن کو مین نے اپنا ماخذ گردانا۔ انوار التنزیل و مدارک التاویل اور اتقان فی علوم القرآن اور تفسیر شیخ الرئیس المعروف بظہیر الشریعۃ الغوری اور تفسیر شیخ اکبر علی حسین واعظ کاشفی کے اور تفسیر جار اللہ علامہ کی اور کتب فقہ سے شرح وقایہ الراویہ معہ حاشیہ کے اور ہدایہ مع شرح کے اور فتاوی حمادیہ مسائل فقہ مین مصنفہ امام اجل فخر الاسلام علی بزدوی کا مع کشف و شرح شیخ الہداد البہاری اور کلام شیخ الحسام سے اور تصنیف امام حافظ الدین البخاری اور کتاب توضیح مع اوسکی شرح تلویح کے اور مختصر الاصول ابن الحاجب معہ اوسکی شرح مشہورہ کے اور علم کلام کے کتابون سے شرح عقاید مصنفہ ملا سعد الدین تفتازانی معہ حاشیہ خیالی کے اور شرح شریف سید السند کی مواقف پر جو مشہور ہی قاضی عضد الدین کے اور بعض مواقع پر کتب سیر و محدثین سے بھی مین نے استنباط کیا ہی جیسا کہ بعض مفسرین کا طریقہ ہی اور نکات لطیفہ و ابحاث شریفہ اسمین ایسی بیان کئی ہین جو مین نے دیگر تفاسیر مین اشارۃً بھی نہین پائی اور مین نے وہ آیات اختیار کی ہین جنہین صراحۃً مسائل

مذکور ہین یا اشارۃً قرینہ و دلالت کرتا ہی اگرچہ آیات تخصص مین بعض مسائل مستخرج ہو سکتی
ہین لیکن اونکے واسطے تکمیل تفسیر اور کثرت مباحثہ کی ضرورت ہی جسکی فرصت زمانہ نہین
دیتا اور غزالی علیہ الرحمہ نے اس موقع پر بہت اچھا کہا ہی وقد ذکر فی بعض تصنیفہ یعنی
اور صاحب اتقان کہ کل مسائل حصر داوسمین ایکسو پچاس ہین اور یہ تمام تعالیٰ کی
ہین کہ ہمکو توفیق حفظ قرآن عطا فرمائی اور ذکر فرقان حمید کی توفیق دی میرے
ابتدائی عمر مین جو تقریباً سات سال کی ہوگی اگرچہ محض ورق گردانی کیون نہو اسکے
بعد توفیق تکمیل علوم دینیہ و تحصیل فنون شرعیہ عطا فرمائی تا آنکہ سولہوان سال ہوگیا
اور علم اصول مین کتاب حسامی شروع کی اوس وقت مین اس کتاب کے آغاز کا فکر کیا
باوجود تفکرات پے درپے کے اور باوجود ایسے زمانہ کے کہ جسمین علوم دینیہ قریباً
کالعدم ہوگئے ہین اور علوم عقلیہ کا رواج و اجرا ہی بس جبکہ میری عمر کا اکیسوان
سال تھا سنہ ۱۰۶۹ ہجری مین اور مین شرح مطالع الانوار کا مطالعہ کرتا تھا اس کتاب
کو بعون اللہ تعالیٰ ختم کیا اور اوسکا نام تفسیرات احمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ
رکھا اور یہ زمانہ ہی کہ سایہ بادشاہ عالم دراز ہی اور نشان شرع معزز ہے
اور علوم شریعت و احکام طہارت غالب ہین اور رسومات کفر و نجاست منہدم
ہین اور اقامت حدود و جماعت تمام عالم مین شرقاً و غرباً قائم ہی اور یہ تمام
خوبیان بسبب برکت سلطنت سلطان المومنین مالک زمام العالمین ناصر الشریعۃ
القویمہ سالک الطریقۃ المستقیمہ باسط بساط العدل والانصاف ہادم اساس
الجور والاعتساف مروج الشریعۃ الغراء مؤسس الملۃ الحنفیۃ البیضاء صاحب المفاخر
والمآثر جامع المراتب والمناقب محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر کہ ہمیشہ

رہے واسطے پشت پناہی افاضل و انام کے اور محفوظ رہے حوادث ایام سے
اور ہمیشہ محافظ رہے دین اسلام کا بطفیل نبی اور اسکی اولاد کے اور نبی پر اور
اسکی آل و اولاد پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ ہماری یہ دعا کسی طمع دنیوی کی غرض سے
نہیں ہے بلکہ خالصاً للہ و از دیاد دین کی امید پر ہے کیونکہ نہ میں اس شان کا
آدمی ہون اور نہ اس میدان کی شہسوار ہون مجھکو صرف یہی کافی ہے جو اوسکے
فضائل مین ترویج دین اسلام مین ہر وقت دیکھتا ہون بس پاک ہے تو اے خدا
جو ہمارے بھیدون سے واقف ہے اور ہمارے کبائر کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور
تو ہمکو نعمتین بخشتا ہے اور تو ہم پر کرم کرتا ہے تو ہماری تصنیف کو قبول فرما اور ہماری
تالیف کو عالم مین رائج کر اور ہماری دوستون کا قلب اتفاق و خلق عظیم پر قائم و ثابت
رکھ اور ہماری دشمنون کے دلون کو الطاف و کرم عمیم کیطرف پھیر تو ہی اے خدا
علیم و حکیم ہے اور تو ہی رؤف و رحیم ہے

سورۃ الفاتحہ

سورۃ فاتحہ ام القرآن ہے اور اصل و رئیس و خلاصہ قرآن مجید ہے جو کچھ کلام اللہ
مین مفصل ہے وہ اوسمین مجملاً ہے اور کیون نہ ہو کہ ہر کتاب اپنے دیباچہ سے پہچانی جاتی
ہے پس اوسمین احکام فقہیہ بھی ہین قواعد اصول بھی ہین مسائل علم کلام بھی مثل اثبات واجب
تعالیٰ اور صفات الٰہی اور ارادہ کا خالق افعال عباد ہونا اور حرام و حلال کا رزق
ہونا اور اہل جنت کیواسطے نعماء جنت اور اہل دوزخ کیواسطے عذاب جہنم اور عبادت
مین خلوص ہونا اور ہدایت و گمراہی کا منجانب اللہ ہونا اور ہمارے نبی علیہ السلام کا

بعض امور میں موافق مذہب اہل یہود و نصاریٰ کے ہونا اور واجب ہونا اتباع طریقہ مومنین کا خصوصاً اہل سنت و جماعت کا و حجت ہونا اجماع کا اور مثل اسکے بہت سے امور ہیں لیکن خوف طول سے ظاہر ہو سکتے ہیں چونکہ یہ تمام امور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ مفصلاً دیگر آیات کی تفسیر میں آجاوینگے اسواسطے ان امور کی استخراج کی اس سورت سے چندان ضرورت نہیں اسواسطے میں نے اس سے پہلو تہی کی اور سورۂ بقرہ سے آغاز کتاب کرنا شروع کیا

سورۃ البقرہ

پہلا مسئلہ یہہ کہ اباحت تمام اشیاء کی اصل ہے چنانچہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

قولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ مخاطب کرتا ہے اس سے کفار کو یا مومنین کو یا دونوں فریق کو ترجمہ وہ ایسا خدا ہے کہ جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے واسطے پیدا کیا پھر افلاک کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان بنائے اور وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ واضح ہو کہ اور لکم میں لام واسطے معنی انتفاع کے ہے یعنی جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمہارے دنیوی نفع کیواسطے پیدا کیا گیا ہے اور نیز اس غرض سے کہ اسکی رنج و راحت وغیرہ سے تم اخروی رنج و راحت کا اندازہ کر سکو پس اس حکم سے بعض نے یہ نتیجہ نکالا کہ اباحت اصل ہے تمام اشیاء کی جیسا کہ ایک گروہ کا مذہب ہے بخلاف جمہور علماء اہل سنت کے پس بعض علماء کے نزدیک اصل اشیاء حرمت ہے اور ہمارے نزدیک اباحت رواکی اصل ہے بخلاف امام شافعی کے

جیسا کہ ہدایہ کے باب الربوا مین شرح لکھا ہوا ہے اور فی الحقیقت معنی اس آیت
کے دلیل ہین اباحت اشیار پر جیسے کہ تصریح کی اوسکی صاحب کشاف نے کہ تمام وہ
اشیار جو تمکو نفع رسان ہین مباح کی گئین یعنی جنمین عقلاً یا عادتاً نقصان نہو وہ کل چیزین
مباح ہین اور یہی رائے قائم کی صاحب مدارک نے اور لکھا کہ استدلال کیا اس سے
کرخی اور ابوبکر رازی اور معتزلہ نے کہا جو اشیار نفع بخش ہین عقلاً یا تجربتہً وہ سب مباح
ہین اور ذکر کیا امام فخر الاسلام نے معاوضہ کی بحث مین کہ جب دونون وجوہ حلت و حرمت
کی پیش آوین تو ترجیح دیجاویگی وجہ حرمت کو اسواسطے کہ وہ مؤخر ہے یعنی حلت اصل اشیار
ہے اور حرمت اوسکی ناسخ لیکن جب ہم اباحت کا استعمال کرینگے تو تکرار ناسخ لازم
آئیگی اسواسطے کہ پہلے کل اشیار مباح ہوئین پھر حرمت کا حکم اوس حکم اباحت کا ناسخ ہو گیا
پھر اباحت عارضی کا حکم حرمت کا ناسخ ہوا پھر کہا یہ اُس حالت مین ہوگا جبکہ
اباحت اصل اشیار قرار دیا جائے اور ہم اوسکے قائل نہین اسواسطے کہ نبی آدم
نے کسی وقت مین کسی چیز کو خالی نہین چھوڑا پھر اگر اباحت اصل اشیار کی ہوتی
تو بندگان خدا غیر مکلّف ہوتے حاجت احکام حرمت شرعی کی نہوتی اور ہم
اس امر کے قائل ہین کہ اباحت کا اصل اشیار ہونا اور حرمت کا اوسکا ناسخ
ہوتا جائز ہے زمانہ فطرت مین یعنی اوس زمانہ جاہلیت مین جو درمیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اور نبی آخر الزمان علیہ السلام مین گذرا اوسوقت تمام اشیار کی اصل اباحت تھی
پھر ہمارے نبی علیہ السلام تشریف لائے اور محرمات کو ظاہر کیا جو باقی رہین وہ
سب مباح اور حلال رہین یہی بیان حاشیہ مین ہے پس اباحت اصل اشیار گردانتے ہین
لازم نہین آتا کہ اشیار بعینہ حرام ہین جیسے کہ زنا و خمر یا جو بغیرہ حرام ہین

جیسے کہ غیر کا مال یا مکروہ اشیاء جائز و حلال ہو جائیں کیونکہ اون کے حرام ہونے پر دلائل قاطعہ موجود ہیں اور جیسا کہ تمام اشیاء کو مباح سمجھنے والون نے خیال کیا کہ مال ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کو جس طرح چاہے لیلے جائز ہے یا جس کو اللہ دوست رکھتا ہے اوسکو کوئی گناہ یا مباشرت حرام نقصان نہیں پہنچاتی جیسے کہ تصریح کی اوسکی امام زاہد نے پس پناہ بخدا ایسے اعتقاد سے اس آیت سے کہاں یہ معنی پیدا ہوتے ہیں اور اسیواسطے جواب دیا قاضی بیضاوی نے اباحت ہوئی بایت کہ وہ آیت مقتضی ہے اباحت اشیاء نافعہ کو لیکن مختص ہوتی ہیں بعض اشیاء بعض سے بعض اسباب عارضہ کیوجہ سے پس آیت سے مستنبط ہوتا ہے کہ کل اشیاء کل آدمیون کو مباح ہیں نہ کہ ہر ایک چیز ہر ایک آدمی کو اور انشاء اللہ تعالی اس کی مفصل بحث آیندہ آئیگی اور حاصل مسئلہ کہ جس چیز میں نفع ہو وہ مباح ہے یہ مذہب کرخی اور ابوبکر رازی اور بعض حنفیہ اور شافعیہ اور تمام معتزلہ کا ہے اور جمہور علماء اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ ایسی چیزین اصل میں حرام ہیں جو مباح ہوتیں تو سب آدمی غیر مکلف ہوتے پس جن اشیاء کو احکام شرع نے مباح کیا وہی مباح ہیں قولہ تعالی ثم استوی الی السماء) ترجمہ پھر مستوی ہوا طرف آسمان کے) یعنی پھر متوجہ ہوا یا مستولی ہوا۔ اگرچہ لغت میں استواء بمعنی برابری کے ہوتے ہیں مگر شان خدا ی تعالی کے لائق نہیں اسواسطے توجہ اور قصد اور ارادہ کے معنی میں مستعمل کیا گیا یا متشابہات سے مانا جائیگا نہ جیسا کہ گروہ کرامیہ نے بلندی مکان یا علو کا استنباط کیا ہے اور اوسکو تصریحاً امام زاہد نے لکھا ہے۔ اور اس آیت سے یہ مراد نہین

ہی کہ پہلے زمین کو پیدا کیا پھر آسمان کو کیونکہ وہ صریح قول الٰہی کے خلاف
واقع ہوگا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا یعنی بعد آسمانون
کے زمین کو بنایا یا بچھایا پس لفظ ثم جو اس آیت مین آیا ہی اس سے مراد
فصل ہے درمیان پیدایش زمین اور آسمان کی نہ تقدم و تاخر وقت کا اور
سواھن مین ضمیر مبہم ہی اوسکی تفسیر خود کلام اللہ مین ہی کہ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اور
مَا فِی الْاَرْضِ سے مراد یا تمام جہات سفلی ہین یا نفس زمین مراد ہی جیسا کہ
آسمان سے مراد جہات علوی ہین یا نفس اجرام علوی اور زمین کا بھی سات ہونا
صرف ایک آیت سے پایا جاتا ہی جیسا کہ فرمایا قولہ تعالیٰ (اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ) ترجمہ اللہ ایسا ہی کہ پیدا کئے سات
آسمان اور زمین بھی برابر اون کے یا مثل اونکے اور آسمانون کے سات ہونے
پر بہت سی آیتین دلالت کرتی ہین اگرچہ حکما کا قول تعداد افلاک مین ہماری
مخالف ہو لیکن اسکی بابت زیادہ تفسیر کی ضرورت نہین ــــ مسئلہ فرضیت
نماز اور زکوٰۃ اور رکوع واجب ہونے اور جماعت مین قولہ تعالیٰ
اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ترجمہ قائم کرو نماز کو اور
ادا کرو زکوٰۃ کو اور رکوع کرو رکوع کرنیوالون کے ساتھ ۔ یہ خطاب ہے
اہل کتاب کیواسطے یعنی اے اہل کتاب تم مسلمانون کی طرح نماز پڑھو بیت حرم
کیطرف اور اونکی طرح زکوٰۃ دو اور اونکی طرح نماز مین رکوع کرو کیونکہ یہود
مین نماز بلا رکوع و سجود کے تھی یعنی محض بحالت قیام پھر رکوع و سجود اوسمین
اضافہ ہوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج مین فرمایا قولہ تعالیٰ

یا ایہا الذین آمنوا ارکعوا واسجدوا ترجمہ اے مومنین رکوع کرو اور سجدہ
کرو اور مفصلاً سورہ مزمل میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان آئے گا اور مسئلہ
فرضیت نماز و زکوٰۃ کا ہمارے دین میں ایسا ظاہر ہے کہ اس پر حاجت دلیل
نہیں اللہ تعالیٰ نے بارہا فرمایا ہی باقی رہا پنج وقتہ نماز ادا کرنا سو اسکا ذکر بھی
چند مواقع پر آیا ہی جو انشاء اللہ آگے آئیگا۔ اور اسی طرح ارکان نماز اور انکی
شرائط اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ اور مصارف زکوٰۃ کا ذکر عنقریب کیا
جائیگا۔ اور صلوٰۃ لغت میں بمعنی دعا کے ہیں اور شرع میں بمعنی ارکان معلومہ کی
ہیں مجازاً۔ پس صلوٰۃ اہل لغت کے نزدیک بمعنی دعا حقیقۃً اور بمعنی نماز مجازاً
اور اہل شرع کی نزدیک صلوٰۃ بمعنی نماز حقیقۃً اور بمعنی دعا مجازاً قرار پائی جیسا
کہ علم اصول میں ہی اور زکوٰۃ لغت میں بمعنی طہارت اور شرع میں بمعنی ادا جزو
معین نصاب سے بشرائط شرعیہ کی اتمام سال و فراغت ہی اور رکوع لغت میں
جھکنے کو کہتے ہیں جیسا کہ سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کو کہتے ہیں اور ہماری شرع
میں بھی یہی معنی کافی ہیں اور تعدیل کرنا دونوں میں واجب ہی کہ ایک ہی مقام
پر ذکر کیا گیا ہے نہ فرض جیسا کہ خیال کیا شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور بعض نے کہا
کہ اس آیت سے فرضیت جماعت نکلتی ہی یعنے مصلی لوگوں کے ساتھ جماعت سی
نماز پڑھو اور رکوع کرو اور اسی مطلب کو قاضی بیضاوی نے اختیار کیا ہی لیکن
مشکل یہ ہی کہ ہمارے نزدیک جماعت سنت مؤکدہ ہے واجب نہیں البتہ ہم
اسقدر کہہ سکتے ہیں کہ قریب واجب کے ہی جیسے کہ شرح بیان کیا ہے اوسکو
فقہ میں۔ اور جبکہ جماعت ایک مجموعی گروہ کے فعل سے ہو سکتی ہی یعنی امام اور

مقتدی کو غیر کے فعل پر جو چیز منحصر ہو اوس پر اللہ تعالیٰ بندہ کو ثواب عنایت کرتا ہی لیکن جمعہ
مین یہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہی کیونکہ جماعت جمعہ کی روز فرض ہی اور اجتماع ہونا جمعہ
کے روز بھی فعل غیر ہی اس اعتراض کا یہ جواب ہی کہ فرضیت جماعت جمعہ بعد جمع
ہونے نمازیون کے ہے نہ قبل اوس کے تو اس حالت مین فعل غیر پر انحصار
نرہا جیساکہ اس بحث کو ظہیر الشریعۃ نے مفصل بیان کیا ہی اور امام زاہد نے کہا کہ وہ
لوگ تنہا تنہا نماز ادا کرتے تھے پس حکم الٰہی آیا کہ مومنین کے ساتھ نماز پڑھو یعنے
جماعت سے تو فرض ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہی ساتھ نمازیون کے نہ مثل
نمازیون کے پس جماعت پانچون نمازون مین واجب ہی اسطرح مختلف رائین
مفسرین کی اس بارہ مین ہین اور یہ مسئلہ قابل غور وتامل ہی علی ہذا معنی ارکعو مین
صاحب کشاف اور قاضی نے اور اور معنی قائم کئے ہین **مسئلہ نسخ قرآن**
جائز ہی قوله تعالیٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِنْهَا أَوْ مِثْلِهَا أَلَمْ تَعْلَمْ
أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ترجمہ ہم جو نسخ کرتے ہین کسی آیت کو یا بھلاتے ہین
اوسکو تو دیتے ہین اوس سے بہتر یا اوسکے مانند کیا تو نہین جانتا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ
ہر شے پر قادر ہی۔ روایت ہے کہ کفار نسخ کے بابت طعنہ زن ہوتے تھے
اور کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ایک حکم اپنے اصحاب کو فرماتے
ہین پھر اوسکو نسخ کرکے دوسرا حکم سنا دیتے ہین اور نسخ کو کفار موجب ندامت
و بے عقلی سمجھتے تھے اور اسرار الٰہی سے ناواقف تھے تب یہ آیت نازل ہوئی
کہ ہم باقتضاء مصلحت منافع یا موافق اون کے زمانے اور وقت کے کسی حکم کو
منسوخ فرماتے ہین یا بھلا دیتے ہین تو اوس سے بہتر یعنی زیادہ نفع رسان یا اوسکی

یا اوسکے برابر نسخ رسالت دنیا و آخرت مین انپر نازل فرماتے ہین کیا نہین جانتا تو اسے مخاطب یا منکر کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء پر قادر ہی یعنی اللہ پاک نسخ کرنے اور اوس سے بہتر یا اوسکے مانند لانے پر قادر ہی اور اسی مضمون کو اللہ پاک نے سورۃ النحل مین ارشاد فرمایا ہی لفظ تبدیل کے ساتھ اور یہان لفظ نسخ و انساء کے ساتھ اور یہ بھی فرمایا کہ اوسکے اسرار لوگ نہین جانتے پس اسوقت معنی نسخ و انساء کی شرح بیان کرنا ضروری ہی تو واضح ہو کہ لغت مین معنی نسخ کے تبدیل ہین اور شریعت مین معنی نسخ کے انتہاء حکم شرعی کے ہین اگرچہ وہ حکم مطلق بلا تعین زمانہ ہوتا ہی اور اوسکی انتہا کو ہم تبدیل سمجھتے ہین لیکن حقیقت مین وہ بیان محض ہی صاحب شرع کے حق مین پس اوس حکم سے نعوذ باللہ کسی طرح اللہ تعالیٰ پر طعن نہین ہوسکتی اور محل نسخ ایک حکم ہوتا ہی جو وجود اور عدم دونون احتمال کو شامل ہی نہ وہ واجب بالذات ہوتا ہی مثل وجوب ایمان کے نہ ممتنع بالذات ہوتا ہی مثل حرمت کفر کے نہ اوسمین وقت خاص مقرر ہوتا ہی نہ اوس سے دوام و استمرار لازم آتا ہے کیونکہ تعین وقت کی نظیر تو کلام اللہ مین کہین پائی نہین جاتی البتہ دوام کی نظائر ملتی ہین جیسے اللہ پاک فرماتا ہی (خَالِدِیْنَ فِیْهَا اَبَدًا) یا ایسا دوام جو بعد رحلت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت تک احکام شرع مین رہے گا پس شرط ناسخ و منسوخ مین یہ ہی کہ دونون مین کچھ زمانہ کا فاصلہ ہو کہ منسوخ پر اعتقاد ہوگیا ہو تب ناسخ آوے اور معتزلہ کے نزدیک یہ ہی کہ منسوخ پر عمل درآمد بھی ہوگیا ہو تب ناسخ آنا چاہیے پس یہ امر قرار پایا کہ قیاس اور اجماع ناسخ ہونیکی قابلیت

نہین رکھتا اور جائز ہی نسخ کتاب کا کتاب سے اور سنت سے اور اسیطرح
جائز ہی نسخ سنت کا سنت سے اور کتاب سے ہمارے نزدیک اور امام شافعی
علیہ الرحمۃ کے نزدیک جائز نہین بجز اسکے کہ کتاب کا نسخ کتاب سے ہو
اور سنت کا نسخ سنت سے وہ یہ دلیل لاتے ہین کہ اگر کتاب کا نسخ سنت
سے ہووے تو منکرین و مجادلین کو گنجایش ہی کہ کہوین اول رسول نے
تکذیب کی تھی خدا کی اسلیئے اوسکی تابع پر ایمان نہین لا سکتے اور اسی طرح
اگر جائز ہو نسخ سنت کا کتاب سے تو منکرین کہہ سکتے ہین کہ اول اللہ پاک
نے تکذیب کی تھی رسول کی اسواسطے اوسپر ایمان نہین لا سکتے اب ہم اس
اعتراض امام شافعی علیہ الرحمہ کا جواب دیتے ہین کہ نسخ حقیقت مین
تبدیل نہین ہی بلکہ وہ بیان محض ہی تو جائز ہی کہ اللہ پاک کے حکم کی مدت کی
انتہا کو اسکا رسول ظاہر کردے یا رسول کے حکم کی انتہا کو اللہ پاک ظاہر
فرما دے دوسرا اعتراض یہ ہی کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ جو منسوخ کیا جاتا ہی اوس
سے بہتر یا اوسکے برابر نازل کیا جاتا ہی یعنی ناسخ منسوخ سے ہمرتبہ یا بہتر
ہونا چاہیئے اور کلام اللہ سے کلام رسول نہ بہتر ہی نہ ہم رتبہ تو وہ کیونکر ناسخ
کلام اللہ ہو سکتا ہی ہم جواب دیتے ہین کہ بہتر یا مانند سے مراد فضیلت یا
برابری رتبہ مین نہین ہی بلکہ مراد یہ ہے کہ اوسکے برابر نفع رسان یا اوس سے
زیادہ نفع رسان اور موجب ثواب ہو اور یہ ممکن ہی کہ کلام رسول کہ جو ناسخ
ہو اوس منسوخ سے زیادہ باعث نفع یا ثواب کا ہو اور یہ بھی اعتراض کیا
گیا ہی کہ ناسخ منسوخ سے سہل یا برابر ہونا چاہیئے منسوخ سے زیادہ گران

نہوا اسکا بھی یہی جواب ہو کہ اگرچہ ممکن ہو کہ ناسخ باعتبار ظاہری کے ان ہو مگر از روے ثواب زیادہ ہو منسوخات کی چار قسمین ہوتی ہین اول وہ کہ منسوخ التلاوۃ اور منسوخ الحکم ہو جیسا کہ روایت ہو حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہ (عشو رضیعات معلومات یحرمن نسخت) اور مروی ہو کہ سورۃ احزاب مین دوسو آیتین سوا بیتین نہین اور اب باقی رہگئین جسقدر کہ قرآن شریف مین ہین یعنی کل تہتر آیتین ہین اور اسی طرح سورۃ الطلاق زیادہ طویل تھی سورۃ البقر سے دوسری قسم صرف منسوخ التلاوۃ نہ منسوخ الحکم یعنی انکی تلاوت قرآن کریم سے کم کر دی گئی مگر اُنکا حکم باقی و جاری ہے کقولہ تعالےٰ الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم) یعنی بوڑھا اور بڑھیا عورت جب دونون زنا کرین تو اونکو رجم کردو یہہ بدلہ ہو اُن کا اللہ تعالیٰ کیطرف سے اور اللہ تعالیٰ عزیز اور حکیم ہو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم اس آیت کو پڑھتے تھے عہد رسول صلعم مین اور اب منسوخ ہوگئی پس اگر مجکو اس امر کا خیال نہوتا کہ لوگ کہینگے کہ عمر نے قرآن مین آیت زیادہ کر دی تو مین اس آیت کو اپنے ہاتھ سے مصحف مین یعنی کلام اللہ مین درج کر دیتا تیسرے منسوخ الحکم نہ منسوخ التلاوۃ یعنی جسکا تلاوت کرنا باقی ہو مگر حکم اوسکا جاری و باقی نہین رہا مثل سورۃ الکفرون اور مانند اوسکے چوتھے منسوخ الوصف یعنی حکم اور تلاوت دونو باقی رہین مگر اوسکے اوصاف مین تبدل و تغیر ہو جاوے جیسے غسل رجل یعنی پاؤن دہونا کہ صریح منصوص ہو اور حدیث مشہور

المسح علی الخفین یعنی بحالت پہنے رہنے موزہ اے چرمی کے پاؤن پر
پر صرف مسح کافی ہی پس یہ تقیید ہے اطلاق پر یا زیادتی ہی نص پر اور وہ
بھی ایک قسم نسخ کی ہی ہمارے نزدیک بخلاف شافعی علیہ الرحمۃ کہ اونکے نزدیک
وہ صرف بیان ہی صاحب مدارک نے بعد بیان ان اقسام اربعہ کے انساء کی
تشریح اسطرح کی ہے کہ انساء مین شرط ہی کہ آدمیون کی یاد اور حافظہ سے بالکل
جاتا رہے اور قاضی بیضاوی نے بھی اسی رائے سے اتفاق کیا ہے کہ جس منسوخ کو
آدمی بالکل بھول جائین اور بعض نے کہا ہی کہ نسخ وہ ہی کہ حکم منسوخ ہوجاوے اور
الفاظ باقی رہین یا الفاظ بھی منسوخ ہوجاوین گر انساء وہ ہی کہ الفاظ بھول
جائین حکم باقی رہے یا حکم بھی باقی نہ رہے اور بعض نے کہا ہی کہ نسخ صرف امر و نہی
مین واقع ہوتا ہے اخبار مین نہین ہوتا اور انساء امر و نہی اور اخبار مین ہوتا
ہی اور اخبار کے اگرچہ الفاظ جاتے رہتے ہین یعنی اونمین نسیان واقع ہوجاتا ہی
مگر معنی باقی رہتے ہین اور صاحب کشاف نے قریب قریب اوسی کے معنی بیان
کئے ہین اور ہمارے نزدیک اس امر کا یہ فیصلہ ہی کہ جس کا حکم منسوخ ہوا اور الفاظ
جاری رہین یا الفاظ منسوخ ہون اور حکم جاری رہے وہ اقسام منسوخات سے ہین
اور جو بالکل دلون سے اور حافظہ سے بھلا دیا گیا ہی نہ اوسکے الفاظ باقی رہے ہون
نہ حکم وہ منسی ہو یعنی انساء کیا گیا اور یہ انساء بھی منسوخ مین بغرض اظہار کمال
اللہ تعالیٰ شامل کیا گیا ہی کہ پروردگار عالم ایسا قادر مطلق ہی کہ ایسا منسوخ بھی
کرسکتا ہی کہ جس کے معنی اور الفاظ بالکل قلوب بنی آدم سے جاتے رہین اور
یہی وہ فیصلہ ہی جس نے میری خاطر کو تسکین دی اور کلام امام زاہد کے مطابق

ہر اب ہم اون دونون قسمون سے بحث نہین کرتے کیونکہ اون دونونکا وجود اب کلام اللہ مین نہین ایک وہ کہ منسوخ التلاوت والحکم اور دوسرے محض منسوخ التلاوت اب باقی رہی صرف منسوخ الحکم یعنی وہ آیتین جن کا حکم منسوخ ہی اور تلاوت جاری ہے کیونکہ اوسکے متعلق ہر شخص کو جو قرآن کریم پر عمل کرتا ہی اونکا علم حاصل ہونا ضروری ہی کیونکہ استنباط مسایل کیواسطے ضرور ہی کہ معلوم ہون کہ کون ناسخ ہی کون منسوخ کونسی مقدم ہی اور کونسی موخر تاکہ مقدم کو منسوخ اور موخر کو ناسخ قرار دیا جائے اور کونسی سورۃ ناسخ و منسوخ دونون کو شامل ہی اور کونسی سورۃ صرف ناسخ کو ظاہر کرتی اور کونسی سورۃ صرف منسوخ کو ظاہر کرتی ہی اور کونسی سورۃ ان دونون یعنی ناسخ اور منسوخ سے خالی ہی پس ان سب امور کو صاحب اتقان نے ایسا شرح و مفصل بیان کیا ہی کہ اوس سے زیادہ تفصیل خیال مین نہین آتی اب ذکر آیات منسوخات کا کیا جاتا ہی اول وہ آیات جنمین اللہ تعالی نے عفو اور پہلو تہی کا ذکر کیا ہی جیسے قوله تعالے وَمَا عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلَاغ قوله تعالے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ یا نہی قتال سے جیسے قوله تعالی وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ یعنی لڑائی کفار سے مگر وہ سب منسوخ ہین اون آیات سے جن مین ہمکو حکم قتل دیا گیا ہی جیسے قوله تعالے قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً قوله تعالے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ اور امام زاہدی نے فرمایا کہ قریب ستر آیات کے منسوخ ہوگئی ہین آیات قتال سے یعنی آیات حکم قتال ستر آیات کی ناسخ ہین اور صاحب اتقان نے کہا ہی کہ ایک

سوجس آیات منسوخ ہوگئیں اس آیت سے قولہ تعالے فَاِذَا انْسَلَخَ
الْاَشْہُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْہُمْ) پھر یہ آیت اس بات
پر دلالت کرتی ہی کہ شہر حرام مین قتال حرام ہو چنانچہ اوسکی تائید مین فرمایا
اللہ تعالی نے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الشَّہْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْہِ قُلْ قِتَالٌ فِیْہِ کَبِیْرٌ)
اور قولہ تعالے (وَلَا الشَّہْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْقَلَائِدَ) اور یہ سب منسوخ ہین آیات
مطلقہ سے اور علی ہذا یہ آیت دلالت کرتی ہی جواز قتال پر مسجد حرام مین ابتدا
اور انتہاء باآنکہ ایسا حکم نہین کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تُقَاتِلُوْہُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقَاتِلُوْکُمْ فِیْہِ فَاِنْ قَاتَلُوْکُمْ فَاقْتُلُوْہُمْ جیسے کہ
تصریح کی اسکی صاحب مدارک نے اور قول الہی۔ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً
اور اسی قسم کی آیات دلالت کرتی ہین کہ ذمی کا قتل بھی واجب ہی مثل حربی
کے پس وہ بھی منسوخ ہین اس قول الہی سے قولہ تعالے قَاتِلُوا الَّذِیْنَ
لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ
وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ
یَدٍ وَّہُمْ صَاغِرُوْنَ) ترجمہ قتل کرو اون لوگون کو جو نہین ایمان لاتے اللہ
پر اور نہ قیامت پر نہ حرام سمجھتے اوس چیز کو جس کو حرام بتایا ہی اللہ نے یا
اوسکے رسول نے اور دین حق پر نہین چلتے اون لوگون سے کہ اون
پر کتاب نازل کی گئی ہی تا آنکہ جزیہ دین اپنے ہاتھ سے اور اس ذلت پر
راضی ہون یہ صرف ایک آیت ہی قرآن مجید مین اور اسیطرح تمام اہل اسلام
جنہین معذور لوگ بھی آ گئے ہین سب کو قتال پر مکلف کرتی ہی آیت قولہ تعالے

انفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا) لیکن وہ منسوخ ہو اس قول الٰہی سے کہ وَمَا
کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً اور قولہ تعالےٰ لَیْسَ عَلَی الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَی
الْمَرْضٰی وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ) و قولہ تعالےٰ
لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ) خلاصہ یہ ہوا
کہ قتال ابتدا مین سوا مسجد حرام کے اور انتہا مین مسجد حرام مین بھی مؤمنین غیر
معذورین پر واجب ہو حربی کے ساتھ نہ کہ ذمّی کے ساتھ خواہ شہر حرام مین
ہو یا کسی دوسرے مہینے مین باب ناسخ و منسوخ - اب یہ سمجھنا چاہیے
کہ اونکے علاوہ بھی بہت سے منسوخات مین پس سورۃ البقر سے قولہ تعالےٰ
فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ) کہا ابن عباس نے یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ
قبلہ کی طرف مُنہہ کرنا واجب نہین پس یہ آیت اوس حکم سے منسوخ ہو گئی کہ فرمایا
اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ - فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ
مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ) اور بعض نے کہا ہو کہ آیت فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا
فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ) اوسوقت کیلئے ہو کہ جب شب مین سمت قبلہ نامعلوم ہوا اوسکو
مسئلہ تحری کہتے ہین یا نماز نفل جو سواری پر ادا کیجا وے اوسوقت جسطرف
منہہ ہو جائز ہو اور اس آیت مین اور توجیہات بھی بیان کی ہین اور قولہ تعالےٰ
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰی اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰی بِالْاُنْثٰی) کہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ نے کہ یہ آیت دلالت کرتی ہو کہ جائز نہین حر کا قتل کرنا غلام کے بدلے
اور نہ مذکر کا قتل کرنا عورت کے بدلے پس یہ آیت منسوخ ہو اس آیت

سے جو سورۂ مائدہ میں ہی کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالیٰ کَتَبْنَا عَلَیْہِمْ فِیْہَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ اور نزدیک امام شافعی علیہ الرحمہ کے نہین جائز ہی قتل کرنا حر کا عبد کے عوض اور نہ مذکر کا مونث کی عوض اور وہ آیت اونکی نزدیک غیر منسوخ ہی۔ قولہ تعالیٰ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرًا اِلْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ اکثر فقہائے نے کہا کہ یہ آیت دلالت کرتی ہی فرضیت وصیت پر والدین اور اقربین کیواسطے یا آنکہ جائز نہین انکے لیئے وصیت بجز میراث کے پس وہ منسوخ ہی آیت میراث سے اور حدیث (الالا وصیۃ لوارث) سے یا منسوخ ہی اجماع سے اور بعض نے کہا کہ وہ منسوخ نہین ہی بلکہ مجمل ہے اور آیت میراث اوسکا بیان ہی مفصل حال اُسکا ہدایہ اور مدارک مین مندرج ہی۔ قولہ تعالیٰ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ یعنے اے مومنو تم پر روزہ فرض ہوا جیسا کہ تم سے پہلے لوگون پر فرض ہوا تہا اسے کاش تم پرہیزگار ہو صاحب اتقان نے کہا کہ وہ دلالت کرتا ہی اس امر پر کہ ہمارا روزہ اونکی روزہ کے مانند ہو حال آنکہ اونکا روزہ عشا سے مغرب تک تہا اور ہمارا روزہ صبح سے مغرب تک پس وہ بھی منسوخ ہی اس قول الٰہی سے قولہ تعالیٰ اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَائِکُمْ) یعنے حلال ہے تمہارے واسطے روزون مین شب کو تمہاری عورتون کے پاس مباشرت یعنی صحبت بعض نے کہا کہ وہ تشبیہ محض وجوب روزہ کی ہے قولہ تعالیٰ

وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين۔ ترجمہ جو لوگ اسکی طاقت رکھتے ہیں وہ اوسکے عوض مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ کہا یہ آیۃ اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ باوجود طاقت رکھنے روزہ کے مسکین کو کھانا کھلانے روزہ سے سبکدوش ہو سکتا ہی اور بانکہ ایسا نہیں ہی پس وہ منسوخ ہی اوس آیت سے جو اوسکے بعد ہی یعنی قوله تعالى فمن شهد منكم الشهر فليصمه) جس نے تم میں سے اس مہینہ کو دیکھا چاہیے کہ روزہ رکھے اور بعض نے کہا کہ یہ آیۃ محکمہ ہی اور لفظ لا يطيقونه کے پہلے مقدر ہی یعنے اوسکا ترجمہ یون ہے کہ جو شخص طاقت روزہ کی نہیں رکھتا اوسکو چاہیے کہ اوسکے عوض مسکین کو کھانا کھلاوے۔ پس اسی معنی سے مسئلہ شیخ فانی پر روزہ نرکھنے کا مستنبط ہوا ہے قوله تعالى۔ يسئلونك ماذا ينفقون قل العفو) تجھسے دریافت کرتی ہین کہ کیا نفقہ دین تو کہدے کہ عفو۔ صاحب حسینی اور صاحب مدارک اور امام زاہد نے کہا کہ عفو سے مراد فضل ہے یعنی وہ تمام مال جو ضرورت سے زیادہ ہو اور بانکہ عشر کی چوتھائی سے زیادہ صرف کرنا فرض نہین پس وہ بھی منسوخ ہی آیت زکوٰۃ سے قوله تعالى والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا وصية لازواجهم متاعا الى الحول غير اخراج) کہا کہ یہہ آیت دلالت کرتی ہی واجب ہونی وصیت پر ازواج کیلئے ہنگام موت اور رکھنے پر اور واجب ہونے عدت کے ایک سال کامل تک پس واجب ہونا وصیت کا منسوخ ہے آیت میراث سے اور اسکی منسوخ ہی حدیث تسکنی سے اور ثابت ہی نزدیک امام شافعی علیہ الرحمہ کے اور واجب ہونا عدت کا منسوخ ہی اوس آیت سے جو اوسکی

پہلے ہو دو یہ ہے قولہ تعالےٰ۔ وَالَّذِیۡنَ یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡكُمۡ وَیَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا یَّتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِهِنَّ اَرۡبَعَةَ اَشۡهُرٍ وَّعَشۡرًا) یعنی جو لوگ تم مین سے وفات کرین اور ازواج چھوڑین چاہیئے کہ وہ ازواج چار ماہ دس روز عدت کرین۔ واضح ہو کہ تمام آیات ناسخہ بعد منسوخات کے واقع ہوئی ہین از روی تلاوت کے جیسے کہ وہ نازل ہوئی ہین لیکن دو مقام پر مقدم ہو گئی ہین ایک تو اسی مقام پر اور دوسرے عنقریب سورۃ الاحزاب مین بیان کیجائیگی جیسے کہ تصریح اوسکی صاحب اتقان نے کی اور میرے نزدیک ان کے علاوہ بھی اور چند ایسے مقامات ہین جنمین منسوخ سے پہلے ناسخ آگئی ہین اب یہ آیت دلالت کرتی ہی کہ عدت شوہر متوفی کی چار ماہ دس یوم ہین عام اس سے کہ بیوہ حاملہ ہو یا نہو باوجودیکہ ایسا حکم نہین ہی یعنی حاملہ کی عدت وضع حمل تک ہی پس یہ آیت منسوخ ہے اوس آیت سے جو سورہ طلاق مین واقع ہوئی ہی اور وہ یہ ہی قولہ تعالےٰ وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ) ترجمہ حمل والی عورتون کی یہ میعاد ہے کہ وہ اپنا حمل وضع کرین اسمین ہمارا اور امام شافعی علیہ الرحمہ کا اتفاق ہی اور قولہ تعالےٰ وَلَا یَاۡبَ كَاتِبٌ اَنۡ یَّكۡتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلۡیَكۡتُبۡ) قولہ تعالےٰ وَلَا یَاۡبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوۡا) پس پہلی آیت سے بیع سلم مین تحریر کا واجب ہونا اور دوسری سی شاہد کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہی پس کہا گیا ہی کہ یہ دونون بھی منسوخ ہین اس قول الٰہی سے قولہ تعالےٰ وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِیۡدٌ) وقولہ تعالےٰ وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡهُ یُحَاسِبۡكُمۡ

بہ اللہ ترجمہ جو تمہارے دلون مین ہے تم خواہ اوسکو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ
اسکا محاسبہ کریگا کہا گیا ہی کہ یہ دلی خیالات کے گناہون پر مواخذہ کی دلیل
ہی باوجودیکہ ایسا حکم نہین ہی پس یہ آیت بھی منسوخ ہی اوس قول الٰہی سے
جو اوسکے بعد ہی قولہ تعالےٰ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا یعنے اللہ
پاک کسی نفس کو اوسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہین دیتا اور محققین کے نزدیک
پہلی آیت غیر منسوخ ہی اسواسطے کہ نسخ احکام مین ہوتا ہی نہ اخبار مین پس اون
کے نزدیک اس آیت کا یہ منشا ہی نہین ہے کہ اللہ پاک خطرۂ قلبی پر انسان سے
مواخذہ فرمائیگا بلکہ مراد اس سے عزم کامل ہی اور سورۂ آل عمران سی قولہ
تعالےٰ یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ یعنے اے ایمان والو
تقویٰ اختیار کرو جیسے کہ اوسکا حق ہی پس یہ آیت دلالت کرتی ہی کمال تقویٰ
کے واجب ہونے پر اور وہ طاقت بشری سے خارج ہی اور اوسکی پابندی
محال ہی پس وہ بھی منسوخ ہی آیت تغابن سے اور وہ یہ ہے قولہ تعالےٰ
فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ) یعنے تقویٰ کرو اللہ سے جسقدر ہوسکے اور
اکثر لوگون نے کہا ہی کہ پہلی آیت مجمل ہے اور دوسری آیت اوسکا بیان ہی اور سورۂ
النساء سے قولہ تعالےٰ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَۃَ اُولُوا الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنُ
فَارْزُقُوْہُمْ مِّنْہُ) یہ اس امر پر دلالت کرتی ہی کہ اشخاص مذکورہ بالا کو ہنگام
تقسیم ترکہ مین سے کچھ دینا واجب ہی پس وہ منسوخ ہی آیۂ میراث سے اور
قولہ تعالےٰ وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ ۔ الی اخرہ پس یہ دونون آیتین حد
زنا کے باب مین ہین پہلی کا مدعا یہ ہی کہ حد زنا حبس دوام یعنی ہمیشہ تک

یا دوسرا طریقہ اور گواہ زنا چار ہونے چاہیئے اور دوسری کا منشا یہ ہے
کہ حد زنا محض اذیت ہونا چاہیئے پس اسطرح بیان کیا گیا ہو کہ ابتداء اسلام
مین دوسری آیت پر عمل تھا وہ آیۃ اولی سے منسوخ ہو گئی تو صرف حبس حد زنا
باقی ہی پھر وہ بھی آیت النور سے جو یہ ہی قولہ تعالے اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ
فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ) یعنی زناکار عورت اور مرد کو
سو سو درے مارو پس اذیت محض اور حبس دوام حد دونون منسوخ ہو گئے اور
آیت سے چار گواہونکا وجوب باقی رہگیا اور بعض نے کہا ہے کہ پہلی آیت مین سزا
سحق کرنیوالی عورتون کی ظاہر کیگئی ہی اور دوسری آیت مین سزا لواطت کرنیوالے
مردون کی۔ اس صورت مین دونون آیتین غیر منسوخ ہین و قولہ تعالے
فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً) کہا ہے کہ یہ آیت
شان متعہ مین ہی اور متعہ اول اسلام مین مشروع تہا مگر سنت سے منسوخ ہو گیا اور بعض کہتے
ہین کہ متعہ سے مراد نکاح اور اجور سے مراد مہر ہی اسحالت مین غیر منسوخ ہوگا
اور قولہ تعالے۔ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ
یہ آیت موالات کی بابت ہی جو امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک منسوخ اور
ہمارے نزدیک بوجہ ثبوت عقد موالات کے باقی ہی سورہ مائدہ سے۔
قولہ تعالے۔ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ) یعنی اگر اہل
کتاب تیرے پاس قضیہ لائین تو خواہ تو حکم کر فیصلہ کا اونمین یا اعراض کر اون
سے مطلب یہ کہ تو دونون امر کا مختار ہی پس یہ آیت اپنی حالت پر باقی ہے
جیسا کہ خیال کیا اوسکو امام شافعی علیہ الرحمہ نے یا منسوخ ہی۔ اس قول الٰہی سے

قولہ تعالیٰ وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ یعنی حکم کرو مین جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ یہ قول ابن عباسؓ ہی اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے اسی پر اعتماد کیا ہے جیسا کہ کشاف مین مفصل ہی۔ قولہ تعالیٰ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ) یعنی اے ایمان والو تمپر اپنے نفس کی محافظت فرض ہی تمکو کچھ نقصان نہین پہونچاتا دوسرا کا گمراہ ہونا جبکہ تم ہدایت کر چکے۔ صاحب اتقان نے کہا کہ اول آیۃ دلالت کرتی ہی کہ امر بالمعروف ترک کرنا چاہیئے پس وہ منسوخ ہی آخر سے یعنی اِذَا اھْتَدَیْتُمْ) سے یعنی کہ جبکہ تم اونکو ہدایت کر چکے مطلب یہ کہ جب تم امر بالمعروف یا نہی عن المنکر کر چکے تو اس حالت مین ترک امر بالمعروف لازم نہین آتا۔ وقولہ تعالیٰ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَھَادَۃُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّۃِ) الیٰ آخرہ یہ آیتہ مع دوسری آیتکے جو اسکے بعد ہی بہت طویل ہے خلاصہ یہ ہی کہ اس سے ذمی کی شہادت جائز ہوتی ہے پس وہ منسوخ ہی آیۃ الطلاق سے وہ یہ ہی قولہ تعالیٰ وَاَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ اور سورۃ الانعام سے قولہ تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ یعنی بعد نصیحت کے مجلس کفار مین بیٹھنا ممنوع ہی اس آیت سے مجالس کفار مین بیٹھنے کی حرمت ثابت ہوتی ہی پس وہ بھی منسوخ ہی اس فرمان الٰہی سے قولہ تعالیٰ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰکِنْ ذِکْرٰی لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ) پس اس سے ذکر واجب ہوگیا اور مجالست کفار کی اجازت ہو گئی قولہ تعالیٰ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ

عدوا بغیر علم) امام زاہد نے کہا کہ یہ بھی منسوخ ہے اس قول الٰہی سے
قولہ تعالےٰ۔ اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ اَنْتُمْ لَہَا
وَارِدُوْنَ) اور قولہ تعالےٰ کُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖ اِذَا اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ
کہا گیا ہے کہ حق سے مراد وہ حاصل ہے جو اول اسلام مین رائج تہا پھر وہ بھی منسوخ
ہوگیا زکوٰۃ سے اور صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ پھلون کی ہے اور وہ
دسوان حصہ ہے یا نصف اوسکا تو اس حالت مین آیت غیر منسوخ ہوگئی۔
وقولہ تعالےٰ قُلْ لَا اَجِدُ فِیْمَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُہٗ اِلَّا اَنْ
یَّکُوْنَ مَیْتَۃً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّہٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُہِلَّ
لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ) پس یہ آیت دلالت کرتی ہے باقی تمام اشیار کی حلت پر باوجودیکہ
بعض حرام ہین تو امام حفظ الملۃ والدین نے کہا کہ یہ بھی منسوخ ہے اوس زیادت
سے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے تمام ذی ناب اور سباع یعنی درندہ اور دو
کچلی والے جانور حرام ہین اور سورۃ الاعراف سے۔ قولہ تعالےٰ خُذِ الْعَفْوَ
وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاہِلِیْنَ) صاحب اتقان نے کہا کہ
یہ آیت بھی عجیب ہے کہ اول و آخر اسکا منسوخ اور وسط اوسکا باقی اور جاری
یعنی امر بالمعروف جاری و قائم ہے اور باقی منسوخ اور سورۃ الانفال سے
قولہ تعالےٰ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ) پس اگر
مراد انفال سے غنائم ہین اور لام ملکیت کے معنی مین ہے تو وہ بھی منسوخ ہے
اس آیت سے قولہ تعالےٰ۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ
وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ) جیساکہ منصوص

گردانا اسکو امام زاہد نے اور اگر انفال سے مراد وہ ہو جو مشروط ہو امام
کیواسطے حصہ کی زیادتی پر اور لِلّٰہ میں لام کے معنی حصہ کے تقسیم کیئے جانیکو
ہیں یعنی تقسیم حصہ اللہ اور رسول کا حق ہو تو باقی و غیر منسوخ ہو گئے اور
قولہ تعالےٰ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّکُنْ
مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ یَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ۔ پس یہ
آیت دلالت کرتی ہو کہ اگر کفار مسلمین سے دس درجہ بھی زیادہ ہوں تب بھی
فرار حرام ہو پس یہ آیت بھی منسوخ ہو اپنی آیت متصلہ سے وہ یہ ہو قولہ تعالےٰ
اَلْاٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ
یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ
الصَّابِرِیْنَ اور قولہ تعالےٰ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَالَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا وَلَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُهَاجِرُوْا) پس یہ آیت
دلالت کرتی ہو کہ میراث مہاجرت پر ہے نہ قرابت پر تو یہ منسوخ ہے اس آیت سے
قولہ تعالےٰ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ اور
سورۃ النور سے قولہ تعالےٰ اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِیَةُ
لَا یَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ) پس اکثر نے کہا کہ
اس آیت سے ناجائز ہو نکاح مرد زانی کا زن صالحہ کیساتھ اور نکاح زن
صالحہ کا مرد زانی کیساتھ پس وہ بھی منسوخ ہو اس آیت سے قولہ تعالیٰ وَاَنْكِحُوا
الْاَیَامٰی مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ پھر تحقیق وہ امر ہے جو اُس

نکاح صالحین کا غلام اور لونڈی کی ساتھ خاص اس سے کہ صالح ہون یا نہون

وقوله تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى
تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا وقوله تعالے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ
الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِنْ قَبْلِ
صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُمْ مِنَ الظَّهِيرَةِ وَمِنْ بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ
پس پہلی آیت دلالت کرتی ہی کہ غیر کو بلا اجازت کیوقت غیر کے مکان مین
آنے کی اجازت نہین اور دوسری آیت دلالت کرتی ہی کہ غلام اور بچہ انکو بھی اون
تین وقتون مین بلا اجازت آنیکی ممانعت ہی پس بعض کے نزدیک وہ دونون
آتین منسوخ ہین اور ہمارے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک غیر منسوخ
اور باقی ہین اور انکا حکم جاری ہی لیکن انکی تعمیل مین لوگ سست ہو رہا ہین
اور سورۃ القصص سی قوله تعالے عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ) یہ سے
قصہ کے طریقہ پر جبکہ نکاح ہوا حضرت موسی علی نبینا وعلیہ السلام کا جب حضرت
شعیب سے اور انہون نے شرط کی حضرت موسی سے آٹھ یا دس برس بکریان
چروانیکی پس اس سے ثابت ہوا کہ لڑکیون کا مہر اونکے والد کو دیا جائے تو
جائز ہی لیکن منسوخ ہو گئی اس آیت سے۔ قوله تعالے وَآتُوا النِّسَاءَ
صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً) اس آیت کا منشا ہے کہ عورتونکو مہر دیا جائے نہ کہ
اونکے والدین کو اور یہی منصوص ہی جیسا کہ تفسیر حسینی مین ہی اور سورۃ الاحزاب
سے قوله تعالے لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ) اہل تفسیر نے لکھا ہی کہ یہ
ممانعت ہی آنحضرت صلعم کو نکاح کی بعد نو عورتون کے اور فی نفسہ ایسا نہین

ہو جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو وقت رحلت تک نکاح کی حرمت نہتی یس وہ منسوخ ہو اوس آیت سے
جو اوسکے قبل ہے۔ قولہ تعالیٰ۔ یَا اَیُّہَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ
اللّٰتِیْ اٰتَیْتَ اُجُوْرَہُنَّ) قولہ تعالیٰ۔ تُرْجِیْ مَنْ تَشَاءُ مِنْہُنَّ وَتُؤْوِیْ
اِلَیْکَ مَنْ تَشَاءُ ۔ اور یہ بھی ایسا مقام ہو کہ ناسخ منسوخ سے مقدم ہو از روے
تلاوت کے نہ از روے نزول کے اور سورۃ الاحقاف سے قولہ تعالیٰ
مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ) یعنے مغفرت
اور عذاب کی بابت کہا صاحب اتقان نے کہ وہ سولہ برس رہی پھر ہنگام
فتح مکہ منسوخ ہو گئی عام حدیبیہ مین اس قول الٰہی سے قولہ تعالیٰ لِیَغْفِرَ لَکَ
اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ) جیسا کہ منصوص گردانا اوسکو صاحب
کشاف نے اور سورۂ محمد علیہ السلام سے قولہ تعالیٰ حَتّٰی اِذَا اَثْخَنْتُمُوْہُمْ
فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً) امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے کہا کہ ہمارے
نزدیک من یعنی احسان اور فدیہ جائز نہین قتل مین بلکہ فقط قتل واسترقاق
جائز ہو اس واسطے کہ وہ منسوخ ہے آیت برات سے اور امام شافعی و احمد حنبل
رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک غیر منسوخ اور باقی ہو کیونکہ اونکے نزدیک امام
مختار ہو قتل اور استرقاق اور احسان رکھنی مین آزادی کا اور فدیہ لینے مین مال
سے یا مسلمان کے قید رکھنے مین قیدیون سے اور سورۃ الحجرات قولہ
تعالیٰ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کہا گیا ہے کہ یہ بھی منسوخ ہو لیکن صحیح یہ
ہو کہ باقی ہو مگر آدمیون نے اس سے سہل انگاری کی ہو اور سورۃ المجادلہ سے

قولہ تعالیٰ اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً
پس تحقیق یہ دلالت کرتی ہی فرضیت صدقہ پر وقت سوال نجوٹی کے آنحضرت
صلعم سے یہ بھی منسوخ ہو آیت متصلہ سے اور وہ یہ ہی قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ
خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور سورۃ الممتحنہ
سے . قولہ تعالیٰ اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ و
قولہ تعالیٰ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا و قولہ تعالیٰ وَاسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ
وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا قولہ تعالیٰ فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ
مَآ اَنْفَقُوْا) یہ تمام اقوال دو آیتوں میں ہیں انکا مفہوم یہ ہی کہ جب کوئی
عورت کافر کی مومن کے پاس آئے تو اوسکے ایمان کا امتحان کرلے پھر
اوسکے شوہر قدیم کافر کو جسقدر اوس نے اوس عورت پر صرف کیا ہو وی
ویدے مہر سے اور علی ہذا برعکس اسکے کافر سے طلب کرلے . پس یہ آیات بھی منسوخ
ہوگئیں آیۃ السیف سے یا سنت سے اور سورۃ المزمل سے قولہ تعالیٰ
قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا) یہ آیت دلالت کرتی ہی فرضیت قیام لیل اور قرارت پر
اکثر شب کو پھر یہ منسوخ ہوگئی آخری آیت سے قولہ تعالیٰ فَاقْرَءُوْا مَا
تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ) یعنی صرف اسیقدر فرض ہی کہ جو آسان ہو پھر وہ بھی منسوخ
ہوگئی نماز پنجوقتہ سے اور سورۃ الدہر سے قولہ تعالیٰ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ
عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا) کہا گیا ہی کہ اسیر سے مراد اسیر مشرک
ہی حالانکہ مشرک کیطرف احسان کرنا جائز نہیں ہی پس وہ بھی منسوخ ہی جیسا
کہ صاحب اتقان نے ذکر کیا اور اکثر علماء کے نزدیک مشرک پر احسان کرنا جائز

ہی دار الاسلام مین جیسا کہ کشاف مین مفصل ذکر ہو اور یہ آیات منسوخہ ہین۔ کہ جنکے ناسخ یہان مجملاً ذکر کئے گئے۔ اور اون کے مقامات پر اونکو مفصل ذکر کیا جائیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بحث مسائل مسئلہ ہدم مساجد کی حرام ہونیمین اور منع صلوٰۃ کے حرام ہونیمین۔ قولہ تعالیٰ۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ) یعنے کون اس سے زیادہ ظالم ہے جو منع کرے اللہ کی مسجدمین اللہ کے ذکر کو اور کوشش کرے اوسکی بربادی مین اونکو اوس مین داخل ہونا نہین چاہیئے مگر خوف کرتے ہوئے اونکے واسطے دنیا مین ذلت ہی اور آخرت مین بڑا عذاب ہی واضح ہو کہ جو لوگ ایسے ہین کہ اللہ کی نام لینے کو مسجدون مین منع کرتے ہین اور مسجدونکی بربادی مین سعی کرتے ہین اُن کو مسجدون مین داخل ہونے یا رہنے کا حق نہین اونکو مومنین سے ڈرتے ہوی مسجد مین جانا تہا ان کیواسطے تو دنیا مین ذلت اور آخرت مین عذاب ہی۔ خزی سے مراد حربی کیواسطے قتل اور قید ہی اور ذمی کے واسطے ذلت اور جزیہ اور آخرت مین عذاب دوزخ جیسا کہ تفسیر کیا اوسکو بیضاوی نے اور دنیاوی ذلت سے مراد اونکے شہرونکا فتح ہونا مثل قسطنطنیہ ورومیہ وعموریہ وغیرہ کے جیسا کہ ذکر کیا صاحب کشاف نے اور امام زاہد نے اور نقل کیا امام مذکور نے اس قصہ کو اسطرح کہ یہ ایک بادشاہ کا قصہ ہی جسکا نام طیطوس تھا اور وہ نصرانی بادشاہ تھا اُسنے یہود کی عداوت مین بیت المقدس کو خراب کیا تھا اور توراۃ

کو جلا دیا اور بدر رومین ڈلوا دیا اور یہودیون کو قتل کیا اور اونکے ازواج و اولاد سے بدسلوکی کی یا بخت نصر بادشاہ مجوسی نے نصرانی لوگون کی امداد کیواسطے یہودیون کے ساتھ مظالم مذکورہ کو روا رکہا اور یہ ایک بہت بڑا قصہ ہی جو سورۃ بنی اسرائیل مین مفصل مذکور ہی خلاصہ یہ کہ مساجد سے مراد بیت المقدس ہی اور جمع کا لفظ واحد کیواسطے بوجہہ تعظیم لایا گیا ہی یا یہ کہ اوس مسجد کا ہر مقام سجدہ کی جگہہ ہی۔ دوسری صورت یہ کہ مساجد سے مراد مسجد کعبہ ہی اور یہ آیت مشرکین عرب کی بابت نازل ہوئی ہی کیونکہ وہ مانع ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مین داخل ہونے سے عام حدیبیہ مین اور انہون نے مکہ معظمہ کی بربادی مین کوشش کی اسطرح کہ وہان ذکر الٰہی کے مانع ہوئے اور عبادت الٰہی انہون نہ ہونے دی پس لفظ مساجد سے مراد مسجد حرام ہی اور لفظ جمع مثل سابق تعظیماً استعمال کیا گیا ہی اور اس آیت کے ذکر سے یہ مقصود ہی کہ ہدم مسجد اور اوسکی تخریب ممنوع ہی اور اسیطرح منع نماز و عبادت الٰہی حرام ہی اگرچہ وہ مسجد اوس مانع کی ملک ہو کیونکہ اللہ تعالے نے اوسپر عید کی ہے اور فقہا نے ناجائز گردانا ہے اور امام زاہد نے کہا کہ اسم اللہ سے مراد خاص اللہ پاک ہی کیونکہ اسم اور مسمی مین کچھ فرق نہین ہوتا کیونکہ اگر فرق ہوتا تو بغیر لفظ اللہ کے ذکر اللہ تعالے نہ ہوسکتا پس باطل ہی قول معتزلہ کا جو اتحاد اسم اور مسمی کے قائل نہین ہین اور نقل کیا گیا ہی شیخ ابو المنصور ماتریدی سے کہ یہ آیت جمیع تمام کفار کے حق مین ہی کیونکہ تمام کفار مانع ذکر الٰہی اور باعث بربادی مساجد ہین اور مساجد سے تمام مساجد مومنین مراد ہین جو روی زمین پر واقع ہین مسئلہ نسخ قبلہ قولہ تعالے

وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ
یعنے اللہ کے واسطے مشرق و مغرب ہے پس جہاں کہیں منہہ پھیرو تم پس وہی سمت اللہ کی ہے تحقیق اللہ تعالیٰ وسعت دینے والا اور علم والا ہے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ آیت منسوخ ہے یا ناسخ ہے اور جمہور کا قول ہے کہ یہ آیت باقی اور غیر منسوخہ ہے ہماری یہ دلیل ہے کہ اس سے فرضیت استقبال قبلہ جاتی رہتی ہے کیونکہ اسکا مقتضا یہ ہوتا ہے کہ جسطرف رخ کرو وہی سمت اللہ کی ہے پس یہ آیت یا منسوخہ ہے یا نفل نماز کی بابت جو سواری پر ادا کیجائے نازل ہوئی ہے یا اشتباہ سمت قبلہ کی حالت میں اور اگر اس آیت کے یہ معنے لیئے جائیں کہ جہاں کہیں ہو تم پھیرو اپنے رخ کو قبلہ کیطرف پس وہی سمت الٰہی ہے تو بیشک یہ آیت غیر منسوخہ باقی ہے بلکہ سمت کے فرضیت کی مؤکد ہے اب واضح ہو کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت کعبہ سے بیت المقدس کیطرف قبلہ تحویل ہونیکی بابت نازل ہوئی کیونکہ ابتداءً آنحضرت صلعم کعبہ کیجانب نماز ادا کرتے تھے پھر بیت المقدس کیطرف آپنے استقبال کیا تو کفار نے طعنہ مارا اُسکے جواب میں فرمان الٰہی نازل ہوا کہ جسطرف تم منہہ پھیرو وہی سمت خدا ہی خدا کے سمت کی کوئی تخصیص نہیں پھر یہ آیت منسوخ ہو گئی کعبہ سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے قولہ تعالےٰ فَوَلِّ وَجْہَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور یہ پہلی آیت ہے جو قرآن کریم سے منسوخ ہوئی جیسا کہ امام زاہد نے ذکر کیا اور رضا اتقان نے اتفاق کیا اور یہی اشارہ کیا قاضی بیضاوی نے اور جمہور علماء نے کہا کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ اگر تم مسجد حرام اور بیت المقدس میں نماز ادا کرنے سے مجبور و ممنوع ہو سکے تو کچھ مضائقہ نہیں تمام بلاد مشرق و مغرب اللہ پاک کی

مین جہان تم چاہو نماز ادا کرو اور منہہ قبلہ کیطرف کردو وہی سمت اللہ کی ہی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ صلوٰۃ المسافر کی بابت نازل ہوئی ہی اور بعض نے کہا کہ یہ آیت ہی کہ جسطرف چاہو منہہ کرکے دعا مانگو اس سے نماز مراد نہین ہی یہی عبارت تفسیر مدارک کی ہی جو کشاف سے اخذ کی گئی ہی اور امام زاہد نے ایک اور روایت نقل کی ہی کہ نجاشی جب ایمان لایا اور مدینہ کی طرف چلا تو راستہ مین اُسکا انتقال ہوگیا پس حضرت جبرئیل تشریف لائے تاکہ نماز ادا کرین اُسکے جنازہ کی پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو کہ نماز پڑہین ایسے شخص کی جس نے ہمارے قبلہ کی طرف نماز نہین پڑہی تب یہ آیت نازل ہوئی کہ اوس نے جسطرف ہی چاہی نماز ادا کی اُس پر کچھ گناہ نہین کیونکہ حکم شرع ساعت پر ہے اور اوس نے نہین سنا تھا مسئلہ عقوقِ اولاد۔ قولہ تعالےٰ (وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ) یعنی کہا اون لوگون نے اللہ کا بیٹا ہے پاک ہی اللہ جو کچھ آسمان و زمین مین ہی سب اُسکے مطیع ہین یہ رد ہین واقع ہوئی یہودیون کی جو کہتے ہین عزیر ابن اللہ ہی اور نصرانیون کی کہ کہتے ہین مسیح ابن اللہ ہی اور مشرکین عرب کہتے تھے کہ ملائکہ اللہ کی دختریں ہین۔ (نعوذ باللہ من ذٰلك) اوس کی تردید اور پروردگار عالم کے تنزیہ مین وارد ہوئی اور وجہ یہ کہ کل اوسکے مطیع ہین بطور استدلال کے ہے کہ جو مطیع ہون اور اوسکی مشیت مین کچھ دخل نہ رکہتے ہون وہ کب اوسکے ہمجنس ہو سکتے ہین۔ لفظ قنوت جس سے قَانِتُوْن مشتق ہوا کبھی دعا کے معنی مین کبھی اطاعت کے معنی مین اور کبھی محض قیام کے معنی مین مستعمل

ہوتا ہے پس ہر حالت و ہر معنی میں عبدیت و عاجزی سے خالی نہیں اور مقصود اس آیت سے اس امر کا ثابت کرنا ہے کہ مملوک اولاد نہیں ہو سکتی اسواسطے فقہا نے اس سے استنباط کیا ہے کہ بیٹا باپ پر عتق ہوتا ہے یعنے بیٹا باپ کی ملک میں نہیں ہوتا اور فقہ میں اس مسئلہ کی تائید میں اور احادیث بھی ہیں اور علماء میں اختلافات علت عتق میں واقع ہوئے ہیں پس ہمارے نزدیک علت عتق ملک مع قرابت محرمہ للنکاح ہے **مسئلہ کافر امامت نہیں کر سکتا قولہ تعالےٰ**

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ یعنی جب حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے عرض کیا کہ اے خدا میرے اولاد میں سے سب کو یا بعض کو بھی یہ مرتبہ امامت کا عطا فرما تو اوسکے جواب میں پروردگار نے فرمایا کہ تیری اولاد سے جو ظالم ہوں گے اونکو امامت نہیں ہو سکتی مدعا یہ نکلا کہ ظالم کو امامت نہیں پہنچتی لفظ ابتلا سے مراد تحت تکلیفات شرعی ہیں یہ امتحان اور معنی کلمات میں اکثر نے کہا ہے کہ وہ دس حکم تھے پانچ تو حصہ بالائی جسم کے متعلق اول سر منڈانا دوم لبیں کترانا سوم غرہ غرہ کرنا چہارم ناک میں پانی ڈالنا پنجم مسواک کرنا۔ اور پانچ حصہ زیرین جسم میں اول بغلیں مونڈنا دوم ناخن ترشوانا سوم موے زیر ناف مونڈنا چہارم پانی سے استنجا کرنا پنجم ختنہ کرانا پس یہ دس امور فرض ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور سنت سوی ہم پر پس سر منڈانا اور بال کترانا مسنون ہے مرد پر بحالت تخییر اور عورت کیواسطے جائز نہیں لیکن ایام حج میں صرف قصر جائز ہے اور لبیں کترانا لب بالائی کی

قابل سنت ہی اور اوسکے ترک مین گناہ ہی اور غرغرہ کرنا ناک مین پانی ڈالنا
اور مسواک کرنا ہر وضو مین مسنون ہی اور بغل و موئے زیر ناف مونڈنا مسنون ہی
اور ناخن ترشوانا جمعہ کو مسنون ہی یا ہفتہ بھر مین کسی ایک دن۔ اور استنجا پانی سے
سنت ہی اگر ایک درم سے زیادہ نجاست نہ لگی ہو ورنہ فرض ہے اور ختنہ مردون
کے واسطے سنت موکدہ ہی میعاد ختنہ مین امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے توقف
کیا ہی لیکن یہ اصل ہی کہ غایت بارہ سال تک ہونی چاہیے اور عورت کو ختنہ کی
ضرورت نہین۔ اب مدعا اس آیت سے یہ ہے کہ فقرہ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ
سے معتزلے نے استنباط کیا کہ فاسق کی امامت جائز نہین کیونکہ فاسق ظالم ہے
اور ظالم ممنوع الامامت ہی اس نص صریح سے اور امامت سے امامت کبری
مراد لی ہی جیسا کہ مفصل کشاف مین ہی تھا صدا اسکا جو اہل سنت نے جواب دیا
یہ ہے کہ اگر امامت سے مراد وہ امامت ہے جو مستعمل ہی اسلام مین تو ظالم
سے مراد کافر ہونا چاہیے کہ وہ ظالم مطلق ہے اور اگر امامت سے
مراد نبوت ہے تو ظالم سے مراد عام معنے ظالم کے ہون گے
جو مشہور ہین کیونکہ حضرت ابراہیم نے اپنی اولاد کے واسطے نبوت
کی درخواست کی تھی جس کے جواب مین اللہ تعالے نے فرمایا
کہ ظالم کو نہین ہو سکتی یہی مضمون مدارک مین ہی۔ اب مین کہتا ہون کہ بتقدیر
تسلیم معنی اولی ظالم سے مراد کافر اور امامت سے مراد امامت مشہور ہوگی
مسلم کیواسطے اور بتقدیر تسلیم معانی ثانی یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ نبی معصوم ہونا چاہیے
تمام گناہ سے کیونکہ ہر گناہ ظلم ہے اسواسطے کہ گناہ تجاوز ہر حق سے اور اکثر

مقام پر کلام اللہ مین گناہ کا نام ظلم لکھا گیا ہی یا گناہ کو لفظ ظلم سے تعبیر کیا گیا ہو جیسے قولہ تعالے وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ اور قاضی بیضاوی نے بھی اس آیت کی بابت لکھا ہی کہ اوس آیت سے عصمت انبیا ثابت ہوتی ہی اب گفتگو یہ ہی کہ اگر قایل اعتراض کرے کہ امامت سے مراد امامت متعارفہ ہو تو ظالم کے معنی کافر کیون لئے جایئن اور جب امامت سے مراد نبوت ہو تو ظالم کے معنی متعارف کیون لئے جایئن کیا وجہ ہی کہ اس آیت سے عصمت انبیا ثابت ہو اور عصمت امام ثابت نہو اور کیون فاسق کو امام تسلیم کر لیا جائے پس اگر عصمت انبیا علیہم السلام کی اس آیت سے ثابت ہی تو امام کی عصمت بھی ثابت ہی کہ فاسق امامت کے لایق نہین جیسا کہ کہا قاضی نے اور اعتقاد کیا شیعہ نے کہ امامت کے واسطے عصمت شرط ہی اور نقل کیا اوسکو امام تفتازانی نے شرح عقائد مین اور جواب شیعہ مین کہا کہ ہم تسلیم نہین کرتے کہ امام کے ظالم نہونے سے اوسکی عصمت عن الخطا لازم ہو جائے لیکن یہ جواب مخالف ہے ہماری مسلمہ علت عصمت انبیا کے اور نیز ذکر کیا تفتازانی نے عصمت انبیا کی بابت کہ قبل وحی صدور کبیرہ کے امتناع کی کوئی دلیل نہین اور معتزلہ قبل وحی بھی صدور کبیرہ کو انبیا سے ممتنع سمجھتے ہین اور یہ بھی ہمارے اعتقاد کے خلاف ہی اور جو کچھ بیضاوی نے لکھا اوسکے بھی خلاف ہی پس خلاصہ یہ ہی کہ ہر ایک نے اپنے مذہب کیطرف رجوع کرکے اُس سے استنباط کیا ہی تو ہمارا یہ مذہب ہی کہ فاسق اور ظالم و جابر کی امامت جائز ہی سلطنت کیواسطے کیونکہ ممکن ہی کہ اُس سے حکم موافق حق کے صادر ہو اور اسی طرح جائز ہی اوسکی قضا اور شہادت اور امامت نماز مین کراہت

ساتھ جیسا کہ تشریح کی اوس کی ہدایہ میں اور نہ شرط لگائی عصمت کی کیونکہ باوجود
اجماع اور حقیقت خلافت کے حکم تعلیت عصمت کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی
نسبت نہیں ہو سکتا اور انبیا علیہم السلام کی نسبت بوجہ عظمت شان اون کے حکم
معصومیت ہو سکتا ہے اور بیضاوی نے جو معصومیت انبیا کو قرآن کریم سے ثابت کیا
ہے وہ اون کے مذہب کے موافق ہے اور ہمارا مذہب موافق قول تفتازانی کے ہے
جس میں معصومیت شرط نہیں جس مقام پر تفتازانی نے لکھا کہ (کلہم کانوا مخبرین
مبلغین من اللہ تعالیٰ صادقین ناصحین) اوسکا یہ مطلب ہے کہ تبلیغ رسالت میں
انبیا کذب سے معصوم ہیں عمداً کذب نہیں بولتے یہ تو بالاجماع ہے اور سہواً بھی
نہیں بولتے بااکثر کے نزدیک ہے پس معتزلہ کے نزدیک قبل وحی اور بعد وحی بھی ہر
حالت میں نبی معصوم ہے کیونکہ صدور گناہ انبیا سے کسی حالت میں کیوں نہو موجب
نفرت ہوگا اور حقیقت میں وہ امور یعنی کبائر اور ایسے صغائر جو موجب نفرت خلائق
ہوں انبیا علیہم السلام سے نہیں ہونا چاہیئے اور شیعہ کے نزدیک صغائر و کبائر
قبل وحی اور وحی کے بعد نبی سے صادر نہیں ہوتے لیکن اونکے نزدیک تقیہ میں کفر
تک ظاہر کرنا جائز ہے پس جو ذکر معصیت کسی نبی کیطرف سے بیان کیا جاتا ہے اگر بطریق
احاد ہے تو مردود ہے اور اگر بطریق تواتر ہے تو اوسکے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں اسکی
مفصل بحث بڑی کتابوں میں ہے پس حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ شجر ممنوعہ کے
بابت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کہنا کہ (ھٰذَا رَبِّیْ) اور (بَلْ فَعَلَہٗ کَبِیْرُھُمْ) اور
(اِنِّیْ سَقِیْمٌ) متواتر ہیں اور اپنی بیوی کو بہن ظاہر کرنا بطریق احاد ہے اور حضرت موسیٰ
کا قبطی کو ناحق قتل کرنا اور حضرت داؤد کا زن اوریا کو باوجود ننانوے ۹۹ بیویوں کی

طلب کرنا اور حضرت سلیمانؑ کا صافنات جیاد میں مشغول ہوکر نماز کا فوت کرنا
یعنی گہوڑون کے دیکھنے میں مشغول رہنا اور حضرت یونسؑ کا ناؤ کیطرف
دوڑنا اور اللہ تعالی پر غصہ ظاہر کرنا اور ہمارے نبی علیہ السلام کی نسبت قصہ
زید وزینب منسوب کرنا اسکا اس طرح جواب ہی کہ حضرت آدم علیہ السلام نے
ممانعت کو ہنی تنزیہی خیال کیا نہ نہی حرمت یا سہوا ہوگیا یا قبل بعثت سرزد ہوا
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قصہ مرویہ تو بوجہ احاد مردود ہی باقی
تین امور کا سرزد ہونا یا تو ظاہر معنی سے قطع نظر کیجاے یا یہ کہ قبل بعثت ہوئی جیسا کہ
حضرت موسی علیہ السلام کی بابت جواب ہوسکتا ہی اور حضرت داؤد علیہ السلام سے
بوجہ طلب نکاح زن اوریا کے کہ امر مشروع ہی جواب ہوگا اور حضرت سلیمان علیہ
السلام سے یا تو عدم فوت نماز کا جواب ہوسکتا ہی یا بوجہ عذر نسیان کے اور
حضرت یونسؑ کا غضب یا تو اپنی قوم پر تھا یا اپنے نفس پر اور آنحضرت صلعم
کے متعلق کہا جاتا ہی کہ میل قلب غیر مقدور ہی جیسا کہ مفصل و شرح مواقف مین
مذکور ہی اور دیگر طرح سے مخالفین کے اعتراضات کا جواب لکھا گیا ہی اور حق یہہ
ہی کہ ہمارے نبی علیہ السلام متفق علیہ کسی صغیرہ وکبیرہ کے ایک لمحہ بہر کو بہی قبل وحی یا
بعد وحی مرتکب نہیں ہوئی جیسا کہ مفصل بیان کیا امام ابو حنیفہؒ نے فقہ اکبر مین اور تمام انبیاء
خطا سے معصوم قرار نہیں دیئے جاسکتے یہ بحث بہت طویل ہی اب ذکر تعلیم کرنا کعبہ معظمہ
اور اوسکے امن ہونیکا کیا جاتا ہی۔ قوله تعالى وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً
لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ یعنی یاد کرا سے محمد

اوس وقت کو کہ کعبہ کو مقام ثواب اور امن دینے والا گردانا یعنی امن دہندہ
قتل و غارت سے کیونکہ اوس کے حرم مین قتل و غارت حرام ہین اور بعضون نے
کہا کہ جنون اور جذام و برص سے اور کہا گیا کہ امن دہندہ ظالم اقوام سے مثل
اصحاب فیل کے اور بعضون نے کہا شکار سے یہانتک کہ شیر اور بھیڑیا ہرن پر
دوڑتا ہی اور ہرن حرم مین آجاتا ہی تو درندہ واپس ہو جاتا ہی اور بعض نے کہا
کہ امن دہندہ عذاب الٰہی سے اندرون حرم کے اور اوسیکو بیان کیا قاضی نے
ترجمہ جب ہمنے خانہ کعبہ کو لوگونکا مرجع بنایا اور امن کی جگہہ ٹھہرایا اور ابراہیم
کے مقام کو نماز کی جگہہ رکھو اور ابراہیم و اسمٰعیل سے ہمنے عہد لیا کہ ہمارے گھر
کو طواف کرنیوالون اور مجاورون اور رکوع و سجدہ کرنے والون کے واسطے صاف
رکھو۔ اور واضح ہو کہ کہین تو خداوند عالم نے کعبہ اور کہین لفظ بیت اور کبھی لفظ مسجد
الحرام اور کبھی لفظ بلدہ اور کبھی لفظ حرم فرمایا ہی اور مدعا سب کا وہی خانہ کعبہ ہی
اور کثرت الفاظ اوس کی کثرت عظمت پر دلالت کرتے ہین اور کتب حدیث سے
حرمت مدینہ منورہ ثابت ہی اسواسطے حرمین کہتے ہین اور سید الشریف فی شرح
مشکوٰۃ مین کہا کہ حرمت و تعظیم حرمین کی برابر ہی مگر احکام مختص ہین کعبہ سے نہ مدینہ
منورہ سے اور حد و حرم کے یون ہین کہ مدینہ کی بابت فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے (المدینۃ حرم ما بین عیر الی ثور) یعنی مدینہ کا حرم محدود ہی کوہ
عیر سے کوہ ثور تک بعض کے نزدیک تو عیر اور ثور مدینہ کے دونون طرف دو پہاڑ ہین
اون سے مراد حدیث مین ہی اور بعض کے نزدیک یہ ہی کہ عیر و ثور دو پہاڑ مکہ معظمہ
کے دونون طرف ہین اس حالت مین حدیث کا یہ منشا ہی کہ جسقدر فاصلہ مکہ معظمہ مین

درمیان عیر و ثور کے واقع ہی اسقدر فاصلہ مدینہ طیبہ مین حرم ہی اور مکہ معظمہ کے فاصلہ حرم کو معتبر کتب فقہ مین محدود نہین کیا البتہ بعض حواشی مین یون لکھا ہی کہ مشرق کیطرف چھ میل اور مغرب کی طرف چوبیس میل یا تیئس میل اور شمال کی طرف اٹھارہ میل اور جنوب کیجانب چوبیس میل اور لفظ امن کا بیان سورہ آل عمران مین انشاء اللہ پھر مفصل آیگا اور یہ جو حکم ہوا کہ (اِتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى) گویا امر ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے رہنے کی جگہہ ہی کو یعنی اوس پتھر کو جس پر حضرت ابراہیم کا پاے مبارک کا نشان ہی سجدہ کی سمت قرار دو مگر یہ امر واجب نہین بلکہ امر مستحب ہی کیونکہ کعبہ کے ہر طرف چار سمت مین چو طرف سے نماز ادا کرنا جائز ہی کعبہ کو سامنے رکھکر جس طرف چاہو نماز پڑھو اس آیت کی شان نزول یہ ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے حرم کعبہ مین پھر رہے تھے کہ ایک مقام پر حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ مقام ابراہیم ہی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم اوس مقام کو اپنا قبلہ نماز کرین۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکی بابت ہمکو کوئی حکم نہین آیا پس اوسیدن مغرب سے قبل یہ آیت نازل ہوئی صاحب کشاف اور بیضاوی نے اسی پر اتفاق کیا ہی اور دیگر مفسرین کی بھی یہی تحقیقات ہی پھر مقام ابراہیم کی بابت بعض نے تو یہ کہا کہ ہر دو رکعت طواف مین اوسکو پیش نظر رکھنا واجب ہی اور مین یہ کہتا ہون کہ ہر دو رکعت بعد طواف واجب ہین جیسا کہ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے کہا مگر استقبال مقام ابراہیم اوسمین واجب ہونا بے دلیل ہی غایت یہ کہ مستحب ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہیئے ہر طواف کرنیوالا بعد ہفتہ کے دو رکعت اسمقام

پڑھے یا مسجد میں جس جگہ چاہے ادا کرے تو وہ دو رکعت ہماری نزدیک
واجب قرار پائیں اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک سنت ہیں بوجہ ہونے دلیل
وجوب کے اور ہمارے نزدیک دلیل وجوب ہی حکم نبوی ہے اور صاحب ہدایہ کا استدلال
اس حدیث پر ہے اور معنی آیت سے امر وجوب کے ترک کرنے پر ہمارا مدعا اور بھی
قوی ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مقام ابراہیم سے مراد تمام کعبہ ہے اور بعض کے نزدیک
موضع مناسک اور بعض کے نزدیک مکہ اور مسجد اور بیت مجموعہ کو مقام ابراہیم کہتے
ہیں اور بعض نے کہا کہ (اتخذوا) ماضی کا صیغہ ہے اسکا یہ منشا ہے کہ تم سے پہلی امت نے
اسکو قبلہ گردانا تھا یا پہلی امت کو قبلہ گردانی کا حکم دیا گیا تھا (طہرا) سے مراد
نجاست اور بتوں اور خبیث چیزوں سے پاک کرنا ہے یعنی گناہ اور گناہ کی چیزوں
سے (طائفین) سے مراد زائرین ہے اور (عاکفین) سے مقیم لوگ اور (رکع
السجود) سے نمازی لوگ اور مدارک میں اسیطرح لکھا ہے مسئلہ توجہ الی ا
کا یعنی کعبہ شریف کیطرف نماز میں متوجہ رہنے کی بابت اس باب میں بہت سی آیات
ہیں ہمنے صرف دو آیات کا بیان اس مقام پر مناسب سمجھا پہلی آیت سے مدح امت ہے
اور انکا اجماع حجت ہونا ثابت ہے قولہ تعالی وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا
لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا ترجمہ اور اسیطرح
ہمنے تمکو متوسط امت بنایا ہے تاکہ اور لوگوں کے مقابلہ میں تم گواہ ہو اور تمہارے
مقابلہ میں رسول گواہ بنے پس فرمان الہی کہ اسیطرح تمکو امت متوسط بنایا یعنی
جیسے تمہارا قبلہ درمیان مشرق و مغرب کے قرار دیا یا تمام قبلوں سے تمہارا قبلہ
اچھا گردانا اسیطرح تمکو بھی اوسط درجہ کی امت قرار دیا کہ نہ تم بالکل غلو کرنے والے

اور نہ تم اہل تصور کر نیوالے ہو نیکی تمکو بہترین امت اور علم و عمل سے آراستہ بنایا (لتکونوا شھداء) سے مراد یہ ہو کہ قیامت کے روز جب تمام انبیا علیہم السلام کی امتیں موجود ہونگی اُس وقت ہر امت سے اُن کے نبی کی بابت دریافت کیا جائیگا تو تم اپنے نبی کے نبوت کی شہادت دوگے اور نبی علیہ السلام تمہارے عدالت و نیکی کی شہادت دینگے اور اس آیت کے بیان سے یہان یہ مراد ہو کہ اجماع حجت ہوتا ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی تعریف فرمائی پس جو امت کہ موصوف ہو عدل سے اُسکا اجماع مستحق قبولیت ہو وہ کبھی ناحق پر مجتمع نہین ہو سکتی یہی مطلب شیخ ابو المنصور ماتریدی نے بیان کیا اور یہی قاضی اور صاحب مدارک نے ذکر کیا اور فخر الاسلام بزدوی نے بھی اتفاق کیا اور (کنتم خیر امۃ) اور (من یشاقق الرسول) الآیۃ وغیرہ اس مضمون کی تائید کرتے ہین مسئلہ توجہ طرف کعبہ کو فرض ہو قولہ تعالیٰ قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ترجمہ۔ تمہارا منہ پھیر پھیر کر آسمان کیطرف دیکھنا ہم ملاحظہ فرما رہے ہین تو جو قبلہ تم چاہتے ہو ہم تمکو اسی طرف پھر جانیکا حکم دیدینگے تو مسجد حرام کیطرف اپنا منہ کر لیا کرو اور تم کہی جہان کہین ہوا کرو اسی کیطرف کو اپنا منہ کر لیا کرو اور جن لوگون کو کتاب دی گئی ہو وہ جانتے ہین کہ وہ برحق ہی اونکے پروردگار سے اور جو کچھ وہ کرتے ہین خدا اوس سے غافل نہین ہی۔ واضح ہو کہ دو قبلہ ہین ایک کعبہ اور ایک بیت المقدس کعبہ کو مسجد حرام اور بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ کہتے ہین

حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ السلام نے کعبہ کی تعمیر کی اور اوسکے جانب نماز ادا
فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و حضرت داؤد وغیرہ انبیا کو بیت المقدس کو
کیطرف نماز ادا کرنیکا حکم نافذ فرمایا تا آنکہ ہمارے حضرت خاتم النبیین علیہ افضل
الصلوٰۃ والسلام ساتھ وحی اور نبوت کے مبعوث ہوئے اور بعد وحی تیرہ سال
مکہ میں رہے تو جانب کعبہ یعنی مسجد حرام کیطرف نماز ادا فرماتے رہے جب ہجرت
فرمائی مدینہ منورہ کیطرف تو آپ حکم دیئے گئے نماز کا طرف بیت المقدس کی
تب کفار مضحکہ کرنے لگے اور طعنہ کرتے تھے کہ ہمارا قبلہ منسوخ نہیں ہوا بلکہ آنحضرت
صلعم بھی اوسی کے تبع میں یہ باتیں سن کر آنحضرت صلعم کو بہت صدمہ ہوتا
اور آپ خداوند عالم سے دعا تبدیل قبلہ کرتے اور آسمان کی طرف متوجہ نزول
وحی کے رہتے تھے اور یہی مدعا ہے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ سے
اور بعض نے کہا کہ مکہ میں بھی قبلہ جانب بیت المقدس تھا مگر درمیان میں کعبہ کو
لیلیا جاتا تھا یعنی نمازی اور بیت المقدس کی درمیان کعبہ ہوتا تھا یہ روایت ہے
ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مگر ضعیف ہے خلاصہ یہ کہ ایک روز مدینہ منورہ
میں مسجد بنوسلمہ میں جب کہ آنحضرت صلعم کو سولہ ماہ مدینہ آئے گذری تھے یوم
دوشنبہ نصف ماہ رجب کو آنحضرت صلعم نماز ظہر ادا فرما رہے تھے اور دو
رکعت ادا کرچکے تھے کہ حضرت جبرئیل یہ وحی لیکر آئے معہ چند دیگر آیات کے پس
متوجہ ہوگئے آنحضرت صلعم کعبہ کیطرف اور پوری کی باقی نماز یعنی باقی دو
رکعتین کعبہ کیطرف اسلئے اُسکا نام جامع القبلتین رکھا گیا۔ پہلے اس آیت میں
خطاب ہے خاص رسالتماب صلعم کیطرف پھر عام ہے تمام مومنین کی طرف اور اسی

طرح عام فرمایا ہے تمام کو اللہ پاک نے اس آیت مین کہ حیث ما کنتم یعنی کسی مقام
پر کیون نہ ہو خواہ بیت المقدس مین یا کعبہ مین یا مدینہ مین کہین ہو تم اپنے منہ کو نماز مین
کعبہ کی جانب رکہو اور اللہ تعالی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام اہل کتاب اس امر کی حقیقت
کو جانتے ہین یعنی وہ جانتے ہین اگرچہ عداوت سے اقرار نکرین اور استدلال کیا
اس سے صاحب ہدایہ نے کہ جب کوئی شخص بحالت تحری خلاف جانب کو نماز ادا
کرتا ہو اور اوسکو نماز کی حالت مین علم ہو جانب کعبہ کا تو چاہئے کہ نماز مین ہی کعبہ
کی طرف پہر جائے کیونکہ جب اہل قبا نے سنا تحویل قبلہ کی بابت اور وہ نماز مین تھے
تو اونہون نے اسی حالت مین اپنا منہ کعبہ کی طرف پہیر لیا اور آنحضرت صلعم نے
اونکے اس فعل کو مستحسن جانا پس صاحب ہدایہ نے فعل اہل قبا کو دلیل پکڑا اور
فعل آنحضرت صلعم کو بطور دلیل نہین پیش کیا اسکی یہ وجہہ ہے کہ فعل آنحضرت صلعم کا سبب
عدم نزول وحی تھا جب وحی آئی اسکے موافق عمل درآمد کیا اور فعل اہل قبا ناجائز
بطور غلطی کے تہا اگرچہ انکی رای مین غلطی ہو کیونکہ اون کو تحویل قبلہ کی اسوقت تک خبر
نہین ملی تھی پس جسوقت اونکو خبر ملی فوراً وہ متوجہ ہو گئے کعبہ کیطرف ۔ اس آیت سے
امام فخرالاسلام بزدوی نے یہ نتیجہ نکالا کہ کتاب اللہ کے ناسخ سنت اور سنت
کا ناسخ کلام اللہ ہوتا ہے کیونکہ پہلے کعبہ کیطرف متوجہ رہنا اگرچہ کتاب اللہ سے
ثابت ہے لیکن اوسکا منسوخ ہو کر بیت المقدس کیطرف متوجہ ہونا سنت سے ثابت
ہوا اور بیت المقدس کا قبلہ ہونا سنت سے ہوا اور اسکا ناسخ یہ قول الہی ہو گیا
جسکے رو سے پھر کعبہ قبلہ قرار پایا اور صاحب اتقان وغیرہ دیگر مفسرین نے اسکو آیت
(اَیْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ) کا ناسخ قرار دیا ہے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ

اور دوسرے علما کی رائے مین وہ آیت بھی غیر منسوخ ہے کوئی اُسکا ناسخ نہین
وہ بحال خود ہے اور یہ بحال خود اور مفسّرین نے کہا کہ اللہ پاک نے مسجد حرام
فرمایا کعبہ نفرمایا اسواسطے کہ اگر نمازی دور ہو کعبہ سے تو اوسکو کافی ہے صرف جانب
کعبہ منہ کرلینا کیونکہ نزول اس آیت کا مدینہ منورہ مین ہوا تھا لیکن یہ جب ہے کہ مسجد حرام
سے نشار حرم کعبہ ہوا اور صحیح منفصل امر یہ ہے کہ حاضرین مکہ کو عین کعبہ قبلہ کرنا چاہیے
اور غائبین کو سمت کعبہ کافی ہے پھر فقہا کے نزدیک کعبہ سے مراد عین کعبہ ہے نہ اوسکی
دیوارین کیونکہ نعوذ باللہ اگر کعبہ کی دیوارین منہدم ہو جائین تو بھی اُسکی سمت نماز ادا
کیجا سکتی ہے دوسرے یہ کہ اگر کوئی کوہ ابوقبیس پر نماز ادا کرے تو بھی ادا ہوگی اگرچہ
بوجہ عظمت کعبہ مکروہ ہے تو کعبہ سے نشار اُس زمین سے آسمان تک ایک سمت
کا ہے چنانچہ اہل ہند کو قبلہ کی سمت درمیان مغربین کے واقع ہے یعنی ایک وہ مغرب
جہان کے موسم گرما مین غروب ہوتا ہے دوسرے وہ مغرب جہان موسم سرما مین غروب
ہوتا ہے اون کے وسط مین سمت کعبہ صحیح ہے **مسئلہ** اِنَّ الشُّهَدَاءَ اَحْيَاءٌ
عِنْدَ اللّٰهِ) یعنی شہید لوگ خدا تعالی کے پاس زندہ ہین. **قولہ تعالی** وَلَا
تَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ **ترجمہ**
اے آدمیو جو لوگ خدا کی راہ مین قتل ہو گئے انکو مردہ نکہو وہ تو زندہ ہین لیکن
تم حال نہین معلوم کرسکتے کہتے ہین کہ یہ آیت شہدا بدر کی بابت نازل ہوئی کہ وہ چودہ
آدمی تھے روایت ہے حضرت حسنؓ سے کہ شہید لوگ زندہ ہین عنداللہ اور اُنکی ارواح
کو رزق دیا جاتا ہے جس سے اونکو راحت و مسرت ہوتی ہے جیسے کہ آل فرعون
کی ارواح کو آگ دیجاتی ہے صبح و شام جس سے انکی ارواح کو رنج و عذاب ہے

اور مجاہد سے روایت ہی کہ انکو ثمرات جنت سے رزق دیا جاتا ہے اور وہ
اسکی خوشبو سے خوش ہین ایسا ہی مدارک مین ہی فی الجملہ شہدا زندہ ہین اور ثمار
بہشت انکو پہونچتی ہین اور قاضی بیضاوی نے اس آیت سے یہہ استدلال کیا کہ تمام
ارواح جوہر قائم ہین اور باقی رہتی ہین بعد موت اور تخصیص شہدا کی اس غرض
سے ہی کہ انکو قرب الٰہی میسر آیا اور بہجت و مسرت مین ہین اور کلام امام زاہد علیہ الرحمہ
سے ظاہر ہی کہ شہدا کیواسطے لذت رزق بھی ہی قول الٰہی کی رو سے۔ قولہ تعالیٰ
يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ) یعنی وہ رزق پاتے ہین اور فرحمند
ہین اس سے جو دیا ہی انکو اللہ پاک نے اپنے فضل سے اور انکی ارواح اجسام
طیور مین جنت مین پھرتی ہین اور قیامت تک اسیطرح رہینگی اور کفار شہدا پر طعن
کرتے تھے کہ وہ مر گئے اور انکو لذت دنیا بھی نصیب نہوئی تب یہ آیت نازل
ہوئی کہ وہ زندہ ہین اور لذت پاتے ہین اور نیز یہ آیت معتزلہ کے رد مین ہی کہ وہ
کہتے ہین کہ بعد موت کچھ باقی نہین رہتا جسم مٹی ہوجاتا ہی اور روح فنا ہوجاتی
ہی اور انکو جو زندہ کہا گیا ہی وہ باعتبار آخرت کی ہی کہ قیامت مین اللہ پاک انکو
پیدا کریگا۔ ہم انکے جواب مین یہ آیت پیش کرتے ہین کہ پھر تخصیص شہدا کی کس
غرض سے ہی کیونکہ قیامت مین تو اللہ پاک سب ہی کو زندہ کریگا لیکن واضح
ہو کہ باوجود اس اعتقاد کے صاحب کشاف نے شہدا کیواسطے حیات و نعمت
بہشت کا پانا ثابت کیا ہی اور بعض کہتے ہین کہ اجسام شہدا کو خلاق عالم نے جمع
کرکے اوسمین اونکی روح رکھی اور اونکو نعیم جنت پہونچتی ہین اگرچہ اونکے جسم کا حجم
بمقدار ذرہ کے کیون نہو یہ بیان سورۃ المومن مین کیا جائیگا جہان عذاب قبر کا

ذکر ہو اس آیت سے یہ مراد ہی کہ شہدار تو زندہ ہین اور لذت پاتے ہین اور
عام مسلمین اور کافرین کی ارواح اپنے مقامات جنت و دوزخ سے مطلع
ہنر ور رہتی ہین جیساکہ دیگر آیات اور نص سے پایا جاتا ہی اس آیت سے رتبہ
شہدار اس حد تک پایا جاتا ہی کہ امام شافعی علیہ الرحمہ نے شہدار پر نماز جائز نہین
رکھی اور دیگر مسلمانون پر واجب خیال کی ہی مگر حیوۃ بقدر حاصل کرنے نعمت کے
سب ہین ثابت ہی اور ہمنے استدلال کیا اوسکو کہ آنحضرت صلعم نے حضرت حمزہؓ کی جنازہ
پر ستر نماز ادا فرمائی اب واضح ہو کہ ایسا شہید جس پر احکام شہادت باعتبار امور
دینوی واخروی تسلیم کرئے جائین وہ ہی کہ مسلمان ظاہر بالغ قتل کیا جائے حدید یعنی
آلہ حرب سے بحالت ظلم اور اوسپر مال واجب ہو یا معرکہ قتال مین مجروح میت پایا جاوے
اوسپر احکام دینوی اسطرح جاری ہونگے کہ نہ غسل دیا جائیگا نہ کفن اور نماز پڑہی جائیگی
اور اوسکے واسطے درجات علیا ہین عند اللہ۔ اور وہ شہید جسپر احکام دینوی جاری
نہین ہوتے مگر آخرت مین مثل شہدار کی تسلیم کئے جاتے ہین وہ ہین کہ غرق ہون یا حریق
یا مکان کے تلے دب گئے ہون یا حدود اللہ کے جاری ہونے سے مر گئے ہون یا
راہ خدا مین مرے ہون جیسے طالب علمی کی حالت مین یا جہاد یا حج مین یا جو عورت ایام النفاس
مین مری ہو یا ہیضہ مین مرے ہون جیسا کہ حدیث سے ثابت ہی اور ایک وہ شہید
ہین کہ اونپر احکام دینوی جاری ہونگے نہ کہ احکام اُخروی وہ ہین کہ مقتولین ہون
بغیر نیک نیتی کے بلکہ اجرت پر لڑے ہون یا اظہار شجاعت کی غرض سے لڑے ہون
اور ایک وہ فرقہ ہی کہ نہ اونپر احکام دینوی جاری ہونگے نہ احکام اُخروی مثل باغیون
اور رہزنون کے نہ اونپر نماز پڑہی جائیگی نہ اونکو غسل وکفن دیا جائیگا اور نہ اونکے

واسطے آخرت مین درجہ شہادت درست ہی۔ یہ تھا نتیجہ میرے تحقیقات کا اس باب مین جو مین نے یہان ذکر کیا مسئلہ السعی بین الصفا و المروۃ فی الحجۃ والعمرۃ یعنی حج و عمرہ مین صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کا بیان قولہ تعالیٰ اِنَّ

اَلصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ترجمہ تحقیق صفا اور مروہ اللہ کے آداب کے جگہہ ہین پس جو حج کرے کعبہ کا یا عمرہ اوس پر ان دونون کے درمیان طواف کرنے مین کوئی گنہ نہین اور جو خوشدلی سے نیک کام کرے تو اللہ قدردان ہی جانتا ہی۔ واضح ہو۔ کہ صفا و مروہ دو کوہ مکہ معظمہ مین واقع مین پہلا سیاہی مائل سنگ سخت کا اور دوسرا سفیدی مائل۔ زمانہ جاہلیت مین دونون پہاڑون پر دو بت تھے اور کفار بعد سعی کے ان دونون بتون پر جنمین ایک کا نام اسارا اور دوسرے کا نام نائلہ تھا مسح کرتے تھے جب اسلام آیا اور بتون کو توڑ پھینکا تو مسلمانون نے سعی ترک کی اور انکا طواف چھوڑ دیا بہ مخالفت کفار کے اور خیال کیا کہ یہ گناہ کبیرہ ہی تب اللہ پاک نے یہ آیت نازل فرمائی جسکا یہ مطلب ہی کہ جو کوئی حج یا عمرہ کرے اسکو صفا و مروہ مین سعی کرنے سے کوئی گناہ نہین اس سے محض اباحت پائی گئی مگر اسکو مباح سے زیادہ منصور کیا ہی پس نزدیک امام احمد حنبل علیہ الرحمۃ کے سنت ہی اور اسیطرح بیان کیا اسکو انس بن مالک اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اور منصوص کیا اسکو قاضی بیضاوی نے اور صاحب کشاف نے کہ مفہوم آیت کا اباحت ہی اور بوجہ فعل رسول اللہ سنت ہی اور نزدیک امام مالک اور امام شافعی کے رکن ہی حج و عمرہ سے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ سعی

اگر داللہ تعالیٰ نے فرض کیا تم پر سعی کرنا اور ہمارے نزدیک واجب ہی بوجہ مداومت فعل آنحضرت صلعم کے اور پابندی صحابہ رضی اللہ عنہم کے جیسا کہ مفصل اسکا ذکر کتب فقہ مین ہی اور حقیقت سعی یہ ہی کہ جب فارغ ہو طواف بیت اللہ سے توچڑھے صفا پر اور سامنے رکھے بیت اللہ کو اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور درود بھیجے نبی علیہ السلام پر اور اٹھاوے دونون ہاتھ اور دعا مانگے جو چاہتا ہو پھر چلے جانب مروہ کے دوڑتا ہوا دونون سبز میلون کے درمیان اور چڑھے مروہ اور وہی کام کرے جو صفا پر کیا تھا اسی طرح سات بار آئے جائے شروع کرے صفا سے اور ختم کرے مروہ پر اسی طرح کتب فقہ مین ہی اور اختلاف کیا فقہا نے ابتدا سعی مین صفا سے کہ آیا وہ واجب ہی یا کیا تو کہا امام شافعی علیہ الرحمہ نے کہ واجب ہی دو دلیلون سے پہلی یہ کہ کلام اللہ مین اول لفظ صفا آیا پھر مروہ (واؤ) دلالت کرتی ہی تاخیر پر دوسری دلیل فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہم پہلی دلیل کو تسلیم نہین کرتے کیونکہ اللہ پاک نے دونون کے درمیان سعی کرنا جائز فرمایا نہ کہ ترتیب البتہ بوجہ فعل رسول اللہ صلعم ہم بھی واجب جانتے ہین۔ اور بزدوی نے بھی اسیطرح بحث حروف مین (واؤ) کے معنی مین بیان کیا ہی اور (مَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا) سے مراد یہ ہی کہ جس پر فرض نہو اور وہ حج یا عمرہ ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اسکو قبول فرماتا ہی اور اسکا بدلہ نیک عطا کرتا ہی اوس پر کوئی شے پوشیدہ نہین ہی مسئلہ بعض اُن اشیاء کا بیان

جنکا کھانا ہم پر حرام ہی۔ قولہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا

عابد

عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ اے مومنو ہم نے جو تم کو رزق طیب دیا رکھا ہے اوسکو کھاؤ اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اللہ کی عبادت کرتے ہو اور حرام کیا تم پر مرا ہوا جانور اور خون اور سور کا گوشت اور جو اللہ جل جلالہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا جائے پس جو شخص بے قرار ہو جائے اور عدول حکمی کرنے والا اور حد سے بڑھ جانے والا ہو تو اسپر گناہ نہیں تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے واضح ہو کہ ہم کو اللہ تعالی نے طیبات کے کہانے کا حکم دیا اور اسپر شکر ادا کرنا واجب گردانا اور تمام محرمات سے نہی فرمائی پس طیبات مطلق حلال ہین اور بعض مفسرین نے بیان کیا کہ طیبات سے مراد اس آیت مین یہ کہ بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حامی وغیرہ سب کو کھاؤ (فائدہ از مترجم) بحیرہ دسوان بچہ اونٹنی کا جسکو زمانہ جاہلیت مین آزاد کر دیتے تھے اور اوسکا گوشت نہین کھاتے تھے جیسے ہندوستان مین سانڈ بیل۔ سائبہ وہ اونٹنی جس کا دسوان بچہ بحیرہ کے نام سے موسوم ہوتا تھا اوس اونٹنی کو سائبہ کہتے تھے اور اوسکو بھی آزاد کر دیتے اور اوسکا دودھ گوشت نہین کھاتے تھے وصیلہ وہ گوسپند مادہ کہ سات بچہ دے چکی ہو اور آٹھوین دفعہ ایک بچہ نر اور ایک مادہ ساتھ دے اوسکو بھی آزاد کر دیتے تھے اور حامی اوس شتر کو کہتے تھے جسکی پشت سے دو نسلین نکل چکی ہون غرض اقسام مذکورہ کو زمانہ جاہلیت مین آزاد کر دیتے اور اون کا گوشت نہین کھاتے نہ دودھ پیتے انتہی اون کے واسطے اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ طیبات ہین انکو کھاؤ اور شکر الٰہی بجا لاؤ اور اونکے اقسام کو کھاؤ اور میتہ اور اوسکی اقسام حرام ہین اونکو مت کھاؤ اور بعض علما نے کہا کہ یہ خطاب ہے عبداللہ ابن سلامؓ کی طرف کہ اوس نے اور اوسکے احباب

سے اوسکا گوشت حرام خیال کر لیا تھا اپنے اوپر تو خداوند عالم نے متنبہ فرمایا کہ
مثل یہود وغیرہ کے تم نہ کرو اور ممکن ہو کہ اس سے استدلال کیا جائے کہ حرام بھی
رزق ہی مثل حلال کے تو وہ بھی جائز ہی کیونکہ حلت وحرمت ایک بات ہی اور طیب
اور خبیث دوسری بات ہی تو یہ اوسی حالت مین ہوگا جبکہ طیب اور حلال کے
ایک معنی ٹھہرین کیونکہ ہم مین اور معتزلہ مین فقط حلال اور حرام مین بحث ہے
نہ فقط طیب وخبیث مین اور کہا گیا ہی کہ حلال وہ ہی جس کی بابت مفتی نے فتویٰ
حلت کا دیا ہو اور طیب وہ ہی کہ جس کی پاکیزگی کے بابت قلب گواہی دے جیسے
فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ (دع ما یریبك الی ما لا یریبك) یعنے جس مین
قلب گواہی نہ دے اوسکو چھوڑ دے۔ اور کہا گیا ہی کہ حلال طیب وہ ہی کہ جس سے
نہ دنیا مین کوئی برائی ہو نہ آخرت مین عذاب لازم آئے اللہ پاک نے مختلف
مقامات پر اسکا ذکر کیا ہی کہین فرمایا کہ یٰاَیُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا
طَیِّبًا یعنے اے آدمیو کھاؤ جو کچھ زمین مین ہی حلال اور پاک چیزین اسمین عام
بنی نوع کی طرف خطاب ہی کوئی تخصیص مومن وکافر کی نہین اور ایک جگہ فرمایا کہ
قولہ تعالےٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ترجمہ یعنی
اے مومنو کھاؤ پاکیزہ چیزین جو تمکو رزق دیا گیا ہی اسمین صرف مومنین کو مخاطب
فرمایا قولہ تعالےٰ یٰاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اس مین
مخصوص فرمایا رسولون کو اور زاہدی نے کہا کہ اس قسم کی آیتون سے ثابت
ہوتا ہی کہ اصل تمام اشیاء کی اباحت ہی جب تک اوسکی حرمت کی کوئی دلیل نہو اسکا ہم
پہلے بھی ذکر کر چکے ہین اور محرمات بہت سے ہین جن کا مفصل ذکر کتب فقہ مین

ہی اور اللہ تعالی نے جہت سے مقامات مین اونکی بابت فرمایا ہی جو اپنے اپنے موقعون پر بیان ہونگے یہان نفس کا اونہین سی ذکر فرمایا ہی پس میتہ سے مراد وہ حلال جانور ہی جو بغیر ذبح کے مرگیا ہو اور نیز وہ عضو مقطوع جو زندہ جانور سے علیحدہ ہوگیا ہو اونکا کہانا حرام ہی اور اون کی پوست سی بعد دباغت نفع حاصل کرنا حلال ہی بخلاف امام مالک علیہ الرحمہ کی اور اسی طرح انتفاع پانا اوسکے بال اور سینگ اور ہڈی اور پٹھون اور کھر سے جائز ہی کیونکہ ممانعت اکل کی ہی نہ انتفاع کی اور اگر نیت کیجاوی اوسکی عینیت کی طرف مجازاً بخلاف امام شافعی علیہ الرحمہ کی ان سب اشیاء کی حرمت ہو جائیگی تو یہان اکل سے تناول مراد ہوگا اور جسنے ان اشیاء کو حرام گردانا یا بعد دباغت بھی ناجائز جانا اوسنے اکل کے معنی کو تناول کے معنی مین لیا تاکہ اکل و شرب و دیگر منافع کو شامل ہو (دم مسفوح) یعنے خون گرا ہوا حرام ہی جو جانور سے نکلا ہوا ہو اور دم مسفوح کی متعلق شرح وقایہ مین مفصل تحریر ہی وہان دیکھ لینا چاہئی اور مدارک و کشاف مین ہی کہ دو خون اور دو مردہ جانور حلال مین ازروی اس حدیث کے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ دو خون یعنی کلیجی اور تلی جسکو عربی مین کبد اور طحال کہتے ہین اور دو مردہ جانور ایک ٹڈی دوسری مچھلی جنکو عربی مین جراد اور سمک کہتے ہین ہمکو حلال ہین یہی ہدایہ مین ہی (خنزیر) یعنی سور حرام مطلق ہی اور اوس سے مطلق انتفاع جائز نہین بجز بالون کے موزہ وغیرہ سینے کو ضرورتاً اگرچہ بلفظ لحم صرف ذکر فرمایا اللہ پاک نے اور (مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ) سی یہ مراد ہی کہ جو جانور سوا نام اللہ کے کسی کی نام پر ذبح ہو حرام ہی خواہ بتون کا نام ہو خواہ انبیا علیہم السلام کا نام پس

اگر غیر کا نام صرف لیا جائے یا اللہ کا نام معہ دوسرے نام کے لیا جاوے جیسے کوئی کہے بسم اللہ و محمد رسول اللہ اور مدعا یہ ہو کہ ذبح کرتا ہون اللہ کے نام پر اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر تو حرام ہے اور اگر یون کہے کہ ذبح کرتا ہون اللہ کے نام پر جسکا رسول محمد صلعم ہے تو مکروہ ہوگا حرام نہین اور قبل بسم اللہ جانور کو لٹاتے وقت یا بعد ذبح کسی کا نام لے تو کچھ حرج نہین ایسا ہی ہدایہ مین پس اس سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کے نذر کا بکرا ذبح کرنا جیسا کہ ہماری زمانہ مین رواج ہے بشرطیکہ وقت ذبح بجز نام خدا کے کسی دوسری کا نام نہ لیا جائے تو حلال طیب ہے اور یہ تمام حکم حرمت کا بحالت اختیار ہے نہ اضطرار کی حالت مین یعنی مجبوری کے حالت مین حرمت نہین جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ) سے یہ منشا ہے کہ مجبوری کے وقت جب جان کا خوف ہے رخصت ہے نہ لذت کے واسطے نہ ضرورت سے زیادہ استعمال کیواسطے اجازت دی گئی اور لفظ غیر باغ ولا عاد کے بابت چند معنی پیدا کئے مگر انکو بیان کرنا چندان ضروری نہین بحث طلب یہ امر ہے کہ مضطر کے لئے جو حلال کیا گیا ان محرمات کو یہ حلت اقسام اربعہ سے کونسی قسم ہے تو امام شافعی علیہ الرحمہ نے فرمایا اور ابو یوسف سے بھی یہی روایت ہے کہ یہ رخصت نوع حقیقی سے ایک نوع ہے یعنے رخصت اکل بحالت اضطرار دی گئی ہے اس سے حرام چیز کی ذاتی حرمت ساقط نہین ہوئی تو اگر کوئی شخص صبر کرے اور ان محرمات سے نہ کھائے یہان تک کہ مرجائے تو وہ گنہگار نہ مرا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کیونکہ مغفرت کا اطلاق دلالت کرتا ہے حرمت کی باقی

رہے گا اور ہمارے علماء نے کہا کہ یہ ہر دو نوع مجاز سے ایک نوع ہو یعنی اوسکی
حرمت مطلق ساقط ہو جاتی ہے اضطرار کی حالت میں پر اگر کوئی صبر کرے اور نہ
نہ کہاوے یہاں تک کہ مر جاوے تو وہ گنہگار مرا جیسا کہ فرمایا قولہ تعالیٰ وَقَدْ
فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ) اس حالت میں اللہ پاک
نے مضطر کو مستثنیٰ فرمایا ہے اور مستثنیٰ کا حکم مستثنیٰ منہ سے الگ ہوتا ہے تو حرمت
زائل ہو گئی اور چونکہ قبل تحریم یہ محرمات مباح تھے تو بعد استثنار کے وہ اپنی
حالت سابق یعنی اباحت پر قائم رہیگی اور مغفرت کا یہ جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ
فرماتا ہے بقدر ضرورت یا بقدر جان بچانے کے کھاوے لیکن کسی نے بہ احتیاط
یا بسبب اجتہاد یا بسبب اضطرار نہو سکے اور مقدار ضرورت سے کچھ زیادہ کھا
لیا تو اوسکے واسطے اللہ پاک غفور ورحیم ہے معاف فرماویگا یہی مدعا ہے
بزدوی کی حواشی کا اور زاہدی میں اختلاف فریقین کے باب میں مطلق زیادہ
بحث کیگئی ہے خلاصہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے کہ یہ اشیاء مذکورہ تم پر حرام ہیں جب
تک تم اونکے کھانے پر مضطر و مجبور نہو۔ اور اگر مجبور ہو تو بقدر ضرورت کے کھا
لو) یہی بیضاوی میں ہے (مسئلہ ایمان مفصل کے بیان میں اور احکام
اسلام میں) قولہ تعالیٰ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ
وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ
وَفِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا
وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ف

اُولٰئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُوْنَ - ترجمہ نیکی یہ نہین ہی کہ اپنا منہہ مشرق یا مغرب کیطرف
کرو بلکہ نیکی اُنکی ہی جو اللہ اور قیامت اور فرشتون اور نبیون پر ایمان لائی
ہین اور مال اللہ کے حب پر رشتہ دارون اور یتیمون اور محتاجون اور مسافرون
اور مانگنے والون کو اور گردنون کی آزادی مین دیا اور نماز قایم کی اور زکاۃ
ادا کی اور عہد کو پورا کرتے ہین اور تنگی اور تکلیف مین اور پریشانی کیوقت صبر کرتے
ہین یہی لوگ ہین جو سچے نکلے اور یہی لوگ ہین جو پرہیزگار ہین **واضح ہو** کہ
تمام کلام اللہ مین آیات ایمان واسلام اور وعظ و وصیت کثرت سے ہین مگر
چونکہ یہ آیت اکثر مسائل اور فوائد کی جامع ہی جیسا کہ روایت کیا گیا ہی آنحضرت
صلعم سے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے جو کوئی عمل کریگا اس آیت پر اوس کا ایمان
کامل ہوجائیگا تو مین نے بھی اسی آیت کو مقدم رکھا اور واضح ہو کہ اس آیت
مین یا تو خطاب ہی صرف یہود و نصاریٰ کی طرف کیونکہ یہود کہتے تھے کہ ہم مغرب
کے جانب سمت بیت المقدس نماز ادا کرتے ہین وہ ہمکو کافی ہی اور نصاریٰ
کہتے تھے کہ ہم مشرق کے جانب نماز پڑھ لیتے ہین یہی ہمکو کافی ہے اور ایمان کی
اس سے زیادہ کیا ضرورت ہی تو اون کے جواب مین یہ آیت نازل ہوئی یا یہ
خطاب ہی تمام اہل کتاب اور مومنین کیواسطے کیونکہ مومنین باہمی فضیلت کعبہ
اور فضیلت بیت المقدس کے بابت بحث کرتے یا اہل کتاب سے قبلہ کی
بابت بحث کرتے اور محض امر قبلہ کو ایمان کے واسطے کافی سمجھتے تھے تو اونکی
جواب مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صرف قبلہ کے سمت مین نیکی محصور نہین بلکہ نیکی
کے واسطے اسقدر امور کی ضرورت ہی اور ہمارے خیال مین پہلی توجیہ مناسب

معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور کعبہ اوس سے جنوب مین واقع ہے
نہ مشرق مین البتہ کعبہ بیت المقدس سے مشرق مین ہے اور بیت المقدس کعبہ
سے مغرب مین اگرچہ دونو مدینہ منورہ سے مشرق و مغرب نہین ہوئے اللہ تعالے
نے (بر) یعنے نیکی کو تقسیم کیا چھ امور پر اول ایمان دوسرے عطار مال سوم ادار
نماز چہارم ادا زکوۃ پنجم ایفاء عہد ششم صبر اور تفصیل یہی ایمان کی پانچ
امور سے اول وحدانیت الٰہی نہ مثل یہود و نصاریٰ کے نعوذ باللہ اسکی اولاد ماننا
دوم یوم قیامت یعنی قیامت کے روز سب کا حساب ہوگا ہر ایک عمل کی جزا
ملیگی اور اوسی کے متعلق جنت و دوزخ صراط حوض شفاعت وغیرہ پر بھی ایمان
لانا سوم ملائکہ پر ایمان لانا کہ وہ تمام مخلوقات الٰہی ہین اور اوسکی حکم کی تعمیل کرنے
والے اور مذکر و مونث ہونے سے بری ہین نہ مثل کفار کے ملائکہ کو نعوذ باللہ
اللہ پاک کے دخترین ماننا اور نہ مثل یہود کے جمیع ملائکہ کو دوست اور حضرت
جبرئیلؑ کو دشمن قرار دینا۔ تمام ملائکہ کا حصر کہ کس قدر ہین کہین نہین لکھا نہ کسی حدیث
سے ثابت ہوا لیکن اون مین سے چار جو مقرب الٰہی ہین اور اونکی بابت بہت سی
آیات اور احادیث وارد ہوئی ہین وہ یہ ہین حضرت جبرئیل حضرت میکائیل حضرت
اسرافیل حضرت عزرائیل چہارم کتب پر ایمان لانا کتب سے مراد یا تو محض قرآن شریف
ہی یا تمام وہ کتب جو انبیا علیہم السلام پر نازل ہوئین اور وہ چار ہین توریت حضرت
موسیٰ پر اور انجیل حضرت عیسیٰ پر اور زبور حضرت داؤد پر اور فرقان حضرت محمد
مصطفےٰ علیہ السلام پر اور سو صحیفے یعنے پچاس ۵۰ تو حضرت شیثؑ پر اور تیس ۳۰ حضرت
ادریس اور دس حضرت آدمؑ پر اور دس حضرت ابراہیمؑ پر اور بعض روایتوں مین

ہو کہ بس حضرت ابراہیم پر اور حضرت آدم پر کچھ نہیں مگر مجموعہ ایک سو کا ہوتا ہے
اسی طرح ذکر کیا اوسکو تفسیر للو للیث نے پنجم انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا کہ وہ
سید انبیا ماموم من اللہ تھے نہ مثل یہود کے کہ صرف حضرت موسیٰ پر ایمان رکھتے
ہیں نہ مثل نصاریٰ کے کہ صرف حضرت عیسیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض احادیث
میں تعداد انبیا ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور ایک روایت میں دو لاکھ چوبیس ہزار
بہتر یہ ہے کہ تعداد انبیا کی منحصر نہ کیا جائے بلکہ یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ جسقدر
پروردگار نے انبیا بھیجے سب برسرحق تھے اور رسول اون میں سے تین سو
تیرہ ہوئے جیسا کہ احادیث میں ذکر ہے اگرچہ نبی اور رسول مرادف ہیں بعض کے
نزدیک مگر جمہور کے نزدیک نبی عام ہے اور رسول خاص ہے کہ صاحب کتاب
و شریعت ہو پر خدا تعالیٰ نے لفظ انبیا سے ذکر فرمایا جو عام ہے اور لفظ نبیین سے
یہ لطیفہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ لفظ جمع مذکر سالم ہے تو اشارۃً ثابت ہوا کہ نبی ہمیشہ مذکر
ہوئے موئنث کوئی نہیں ہوا جیسا کہ بعض نے خیال کیا کہ چار عورتیں بھی نبی ہوئیں
یعنے حضرت حوا اور سارہ و ام موسیٰ و ام عیسیٰ یہ ایک لطیفہ ہے جو مدت سے
میرے قلب میں پھرتا تھا میں نے اوسکو یہاں درج کردیا اب یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
مقدم کیا یوم قیامت کو اوسکی یہ وجہ ہے کہ وہ خیال انسانی سے بہت بعید معلوم ہوتی
ہے اسواسطے پہلے اوسپر ایمان لانا ضرور ہے اور پھر مقدم کیا ملائکہ کو کتب پر اور
کتب کو انبیا پر اسکی ترتیب اسوجہ سے بہت درست ہے کہ انبیا پر کتاب نازل ہوتی ہے
اور کتاب بوسیلۂ ملائکہ آتی ہے تو ملائکہ مقدم ہوئے پھر کتاب پھر انبیاء ایمان مجمل
یہ ہے کہ انسان کہے کہ ایمان لایا میں اللہ پر اور تمام اون امور پر جو آنحضرت صلعم نے

بیان

بیان فرمائے اور ایثار مال کو حب کی قید اسواسطے لگائی کہ حب اللہ پر ایثار کا
ثواب ہی زیادہ ہوگا اور مصارف مال میں اسطرح جبہ فہمیں فرمائین قرابت دار
اور یتیم یعنے ایسے نابالغ بچے جنکے والد مر گئے اور مسکین یعنے محتاج جسکے پاس
کچھ نہین اور ابن السبیل یعنے مسافر مہمان اور سائل یعنے ایسا شخص جو سوال کرے
اور یہ زیادہ مستحق ہی موافق فرمانے آنحضرت صلعم کے کہ آپ نے فرمایا کہ سائل کا
تجھ پر حق ہی اگرچہ گھوڑے پر سوار ہوکر سوال کرے اور (فی الرقاب) یعنے مکاتب
کا معاوضہ دیکر آزاد کرنا یا قیدی کو روپیہ ادا کرکے آزاد کرانا اور اور طرح مملوک کو
خرید کر آزاد کرنا پر یہ ایثار مستحب ہین واجب نہین اور زکوٰۃ واجب ہی پھر ایفا کو عہد
سے مشروط کیا اسکا یہ مطلب ہی کہ خواہ اللہ تعالی سے کبھی عہد کیا گیا ہو خواہ بندے
سے اوسکو پورا کرنا چاہیئے اور فقر اور شدت مین صبر کرنا اور زمانۂ مرض اور وقت
قتال مین صبر کرنا چاہئیے اور امام زاہدی نے کہا کہ یہ آیت جنگ خندق کے روز نازل
ہوئی تھی جبکہ مومنین پر بہت سختی تھی اور مدینہ منورہ مین سخت قحط تہا اور گرمی کی
کثرت تھی اور اکثر صحابی ایک ایک ہفتہ سے بھوکے تھے یعنے طعام نہین ملا تھا

مسئلہ وجوب قصاص مین اور معاف کرنے کے بیان مین قولہ تعالی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ
وَالْأُنْثَى بِالْأُنْثَى فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ
بِإِحْسَانٍ ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَى بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ
أَلِيمٌ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ترجمہ اور
ایمان والو تم کو مقتول کے بابت قصاص کا حکم دیا گیا آزاد کے بدلے آزاد غلام

کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت پس جس شخص کو اوسکے بھائی کی
کچھ معاف کر دیا تو چاہیئے مرضی پر چلنا موافق دستور کے اور پہونچانا اوسکو نیکی سے
یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے بعد اسکے
تو اسکو سخت عذاب ہی اور تمہارے لئے قصاص مین زندگی ہی اے عقلمندو شاید
تم بچتے رہو) واضح ہو کہ اللہ پاک نے چند آیات مین مسئلہ قصاص کو ذکر فرمایا جیسا
کہ اپنے موقع پر بیان ہوگا سورۃ المائدہ اور سورۃ بنی اسرائیل مین انشاء اللہ
تعالی اور یہ آیت جامع ہی مسئلہ قصاص اور عفو اور احسان رکھنے کو بحالت تخییر
قصاص کا مطلب یہ ہی کہ قاتل کو بعوض مقتول قتل کیا جائے تو واضح ہو کہ اگرچہ
مفسرین نے اسکو مفصل نہین لکھا مگر مین نے امام زاہدی کے اشارہ سے اسکو استنباط
کیا ہی کہ زمانہ جاہلیت مین جب دو قبیلہ یعنے بنی نصیر جو وہان اعلی تھا اور بنی قریظہ
جو ادنی تھا آپس مین لڑتے تھے تو اعلی قبیلہ والے بعوض ایک حر کے دو حر قبیلہ
ادنی سے قتل کرتے تھے اور بعوض ایک عبد کے ایک حر قتل کیا کرتے تھے اور
بعوض ایک عورت کے مرد کو قتل کرتے تھے تو اللہ پاک نے اوسکی ممانعت
کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی یہ ذکر کیا ہی بعض مفسرین نے بغیر تعین نام قبیلونکے
پس لفظ قصاص سے مدعا مساوات ہی کہ برابر مقتول کے قتل کرو زیادتی نہ کرو
اور آگے اللہ تعالے نے اوسکی شرح فرمادی اور تفسیر حسینی مین ہے ۔ کہ
امام مالک اور امام شافعی رحمہ اللہ علیہما نے اسی وجہ سے تجویز نہین کیا قتل
حر کا عبد کے عوض اور امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ نے حر کو عبد کے عوض قتل کرنا جائز
رکھا ہی اسواسطے کہ اونکی نزدیک اس آیت کا حکم آیت مائدہ سے منسوخ ہی

د یان اللہ پاک نے فرمایا قولہ تعالیٰ اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ یعنی جان کے
عوض جان اور اسی طرح اون دونون اماسون نے مذکر کو قتل کرنا مونث کے عوض
نا جائز گردانا اور امام ابو حنیفہؒ نے جائز گردانا او تمسک کیا اس قول نبی علیہ
السلام سے کہ فرمایا اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَکَافَؤُ دِمَاءُهُمْ یہ عجیب بات ہی کہ آیت
اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ سے تمسک کو دونون مسئلون مین کافی تھے دوسرے مسئلہ
کے واسطے حدیث سے تمسک کرنا کیا معنی رکھتا ہی اس مسئلہ مین فقہانے خوب
توجیہین کی ہین اور باہم بہت سا تخالف ہی مگر نتیجہ مین سب متحد ہین اور میرے
نزدیک تو یہ بات بہت صحیح ہی کہ برابری قائم ہی کہ جو قتل کرے قتل کیا جائے مذکر
ہو یا مونث حر ہو یا عبد صغیر ہو یا کبیر تندرست ہو یا بیمار اور اللہ تعالیٰ نے
جو حر کو بعوض حر کے بیان فرمایا اسکا یہ مطلب ہی کہ جو لوگ ایک حر کے عوض
دو حر کو قتل کرتے تھے یا عبد کے عوض مین دو عبد کو قتل کرتے تھے اون کو
ممانعت فرمائی ہی کہ صرف قاتل کو بعوض مقتول قتل کرنا چاہیئے خواہ حر ہو یا عبد
ہو یا انثیٰ ہو پس از روی انصاف یہ آیت منسوخ نہین بلکہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے
رد مین حجت ہی اور یہ خطاب اگرچہ مومنین کیطرف ہی مگر اوسکے حکم مین مومن اور
ذمی برابر ہین بخلاف امام شافعی علیہ الرحمۃ کی اور اس آیت سے یہ دلیل بھی پیدا ہوئی
کہ مومن کبائر سے خارج از ایمان نہین ہوتا کیونکہ قتل کبائر سے بہت بڑا گناہ کبیرہ ہی
تاہم لفظ مومنین سے مخاطب فرمایا ہی تو یہ حجت ہی معتزلہ کے رد مین اور جو کہ
شافعی نے دیت اور قصاص مین تخییر گردانی وہ بھی ٹھیک نہین کیونکہ لفظ کُتِبَ
سے تخییر پیدا نہین ہوتی اور معنی آیت کے اب یون ہون گے کہ قصاص مثل مذکورہ

بالا لیا جاے اور اگر کوئی معاف کرے یعنے ولی مقتول کا قاتل کو معاف کرے اور کوئی شے یعنی مقدار مال اوسکے عوض طلب کرے تو وہ ادا کیا جائے بلا تکلف یہی معنی مدارک مین ہین سو حسن تقدیر کے پس ہمارا یہ مذہب ہی کہ اگر عفو کرین اولیا مقتول کا قصاص قاتل سے تو ساقط ہوجائیگا اوس قاتل سے قصاص بغیر کسی شے کے اور اگر صلح کرین ایک مقدار مال پر تو ساقط ہوجائیگا قصاص اور واجب رہیگا ادائے مال اور اگر اولیائے مقتول سے بعض نے عفو کیا یا بعض نے صلح کر لی مال پر تو ساقط ہوگیا قصاص اور باقی اولیا کی واسطے اوسکا حصہ ہی دیت سے اور صلح کرنے والے کو کچھ نہین ملیگا اسلئے کہ اسنے اپنا حق ساقط کر دیا یہی بیان ہی کتب فقہ مین اور مذہب امام شافعی علیہ الرحمۃ یہ ہی کہ ولی نے جب عفو کیا قصاص کو کل یا بعض تو قاتل دیت ادا کرے خواہ وہ چاہے یا نہ چاہے اور امام زاہدی نے اسپر اعتراض کیا کہ دیت لیکر قتل ترک کرنا عفو نہین ہوسکتا اور تصریح کی کہ امام ابو حنیفہؒ کا قول عفو مین موافق ہی ابن عباس اور حسن اور مجاہد اور ضحاک کے اور یہان سے معلوم ہوا کہ مذہب ابو حنیفہؒ مین یہ آیت مال پر صلح کرنے پر محمول ہی فقط اور عفو مجرد اوس سے مراد نہین ہی اس کیطرف اشارہ کیا ہی صاحب ہدایہ نے باب صلح مین کہ صحیح ہی صلح کرنا جنایت پر عمداً اور خطا مین پھر اول تو مطابق اس فرمان الہی کے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ ثابت ہی اور سنت کا بیان اس آیت سے ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ثابت ہوتا ہی تو اوس مین تخییر کا بیان ہوا قصاص اور عفو مین یا صلح اوپر مال کے یعنی اگر مال پر صلح کر لو تو یہ تم پر سہولت اور اللہ کی رحمت ہی خاص تم لوگون کیواسطے

کیونکہ تم سے پہلے جو شئین مخصوص اونمین تخییر کے اجازت تھی مثلا یہودیون کی
کتاب توراۃ مین قصاص واجب ہی فقط اور نصرانیون کی کتاب انجیل مین عفو واجب
ہی فقط اور دونون مین مختار رہنا کہ جسکو چاہین اختیار کرین اُمت محمدیہ کو رحمت
ہوئی یہ تخفیف ورحمت ہی فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ سے یہ منشا ہی کہ اسکے بعد
اگر قاتل نے زیادتی کی اور کسی کو قتل کر ڈالا یا اولیا مقتول نے زیادتی کی کہ
علاوہ قاتل کے کسی اور کو بھی قتل کیا یا بعد دیت کے حاصل کرنے کے قصاص
طلب کیا تو اونکی واسطے عذاب سخت ہی دنیا و آخرت مین اور قوله تعالے
وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ سے یہ منشا ہی کہ اگر قصاص کا حکم نافذ نفرمایا جاتا اور
قاتل کو کوئی سزا نہوتی تو ظالم وجابر آدمی بلاخوف وخطر بعد قتل مقتول کے اولیاء
مقتول کو بھی قتل کر ڈالتے اور اسیطرح ایک دوسرے کو قتل کرتا حتی کہ تمام دنیا
مین فسادات پھیل جاتے اور تمام جانین ضائع ہوجاتین یا معرض ہلاک وخطرہ
ہلاک مین پڑجاتین قصاص سے ان فسادات کا امتناع وانسداد ہوگیا تو گویا
یہ قصاص حیات عالم کا باعث ٹھرا اگرچہ بالفعل قاتل کو ممات ظاہری ہوئی۔
اسواسطے فرمایا کہ یا اولی الالباب یعنے عقلمند آدمی اوسکے نتیجہ سے حیات کے
معنی حاصل کرسکتا ہی یا یہ مطلب ہوا کہ قاتل اولیاء مقتول کو بھی قتل کر ڈالتا تو قصاص
سے امن واطمینان ہوگیا اوسکو امام زاہد نے ترجیح دیا ہی مسئلہ وصیت مین

قوله تعالى كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ
لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ
فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا

اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ترجمہ حکم ہوا کہ تم پر
جب حاضر ہو تم مین سے کسی کو موت اگر مال چھوڑے کہ وصیت کرے ماں باپ
کو اور رشتہ دارون کو دستور سے ضروری ہے پرہیزگارونکو پھر جو کوئی اوسکو بدلے
بعد اسکے کہ سن چکا تو اسکا گناہ انپر ہے جنہون نے بدلا بیشک اللہ سنتا اور جانتا ہے
پھر جو کوئی ڈرا دلوانے والے کی طرفداری سے یا گناہ سے پھر اون مین صلح
کرا دیوے تو اوسپر گناہ نہین ہے تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے واضح ہو کہ زمانہ
جاہلیت مین لوگ ہنگام موت اپنے مال کی بابت اغنیا اور امرا کو وارث گردانکے
کی وصیت کر جاتے تھے اور اپنے ماں باپ عزیز و اقارب کو محروم چھوڑ جاتے
تھے تو اللہ پاک نے اس رسم سے ہمکو ممانعت فرمائی اور پھر والدین اور اقربین
کے لئے وصیت فرض کردی تو اس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ اے مومنو تم پر فرض
ہے کہ ہنگام موت جو تم مال چھوڑو اسکی بابت والدین اور اقربین کے لئے وصیت
کرو نہ غیر لوگون کے واسطے بالمعروف سے مدعا ہے کہ عدل کے ساتھ پس
نہین ہوگی وصیت اغنیا کیواسطے اور نہ وصیت ایک ثلث سے زیادہ ہو سکتی
ہے یہ متقین کا حق ہے یہ وصیت کرنا اول اسلام مین فرض تھا اس آیت کے رو سے
پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی بعض کے نزدیک آیت میراث سے اور بعض کی نزدیک
حدیث لَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ سے اور بعض نے کہا کہ اجماع سے پر باقی رہگئی
وصیت ایک ثلث سے کم غیرون کے واسطے وہ بھی یون ہے کہ یا تو وارث لوگ
اغنیا ہون یا مال اسقدر ہو کہ اوس سے وارث غنی ہو جائین ورنہ ایک ثلث
کی بھی وصیت نکرنا بہتر ہے جیساکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ

آپ کے غلام نے جسکے پاس سات سو درہم تھے وصیت کرنا چاہا تو آپنے
منع فرمایا اور اسیطرح کی روایت ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک
آدمی نے وصیت کرنا چاہا تو آپ نے دریافت کیا کہ تیرے پاس کسقدر مال ہو
اوس نے جواب دیا کہ تین ہزار ہیں پوچھا کہ کسقدر عیال ہین کہا کہ چار تو فرمایا کہ اللہ تعالی
نے فرمایا ہے اِنْ تَرَكَ خَيْرًا یعنے اگر مال زیادہ چھوڑے تو وصیت کرو اور یہ
مال تو بہت قلیل ہو اسکو تو اپنے عیال کیواسطے ترکہ چھوڑ اور ثلث کی وصیت
کرنا اس حدیث سے ثابت ہو کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ ثلث وصیت کیلئے
بہت ہو اس سے زیادہ نہین چاہیئے اور نہ وارث کو اور اوسکا مفصل حال
کتب فقہ مین دیکھو اور امام زاہد نے کہا کہ یہ اوس حالت مین ہو کہ وارث والدین
غلام ہون یا کتابی ہون یا کوئی اقرب زیادہ محبوب ہو دیگر ورثا سے تو جائز ہو
وصیت اور آیت غیر منسوخ ہو اور (کتب) سے مراد استحباب ہو نہ وجوب جیسا
کہ لکھا ہے اوسکو صاحب مدارک نے، اور کہا کہ یہ منسوخ ہو اسوجہ سے کہ یہ
نازل ہوئی تھی اون لوگون کے حق مین جنکا کوئی وارث نہ تھا اسلئے کہ زمانہ
آغاز اسلام مین اگر کوئی مسلمان ہوتا اور اوسکے والدین و اقارب مسلمان نہ
ہوتے تو وارث قطع ہو جاتا اور وصیت درست ہوتی اسوجہ سے کُتِبَ کے معنے
فرض کے نہین اور اسی کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہو اور امام فخر الاسلام
بزدوی نے اس آیت کے فسخ ہونے پر سخت انکار کیا ہو اور لکھا ہو کہ آیت
میراث اس آیت کے مبین ہو نہ ناسخ اسکی حقیقت یہ ہو کہ پہلے اللہ تعالی نے
والدین اور اقربین کے واسطے وصیت فرض کر دی پھر اس لحاظ سے کہ بعد

انسان نفع ونقصان کا امتیاز بخوبی نہین کرسکتا اور دوست اور دشمن کو کما ینبغی نہین
پہچان سکتا مبادا دوست کیواسطے قلیل اور دشمن کیواسطے کثیر وصیت کرجاے

جیسا کہ خود اللہ تعالی فرماتا ہو کہ قولہ تعالی لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا
یعنے تم نہین پہچان سکتے کہ کون زیادہ نفع بخش ہو تو اوسکو آیت میراث سے شرح
مفصل کردیا اور ہر ایک کے سہام مقرر فرمادئے اور وصی کے رائے پر نہین چھوڑا
تو آیت میراث آیت فرضیت وصیت کا بیان اور شرح ہوگئی اور اسکے بعد جو اللہ
تعالی فرماتا ہو کہ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوْصِيْ بِهَا اَوْ دَيْنٍ پس یہ دوسری وصیت ہو
جو ایک ثلث سے کم مین ہو سکتی ہے جیسا کہ فقہ مین مندرج ہو نہ وہی سابق
وصیت دوبارہ ذکر کیگئی مین کہتا ہون کہ یہ توجیہہ بہت اچھی اور اوسکو صاحب
کشاف اور بیضاوی نے بھی ذکر کیا ہو اور کشاف نے دوسری وجہہ بھی لکھی ہو
کہ یہ آیت منسوخ نہین ہو بلکہ وارث جمع ہوتے ہین درمیان وصیت اور میراث
کے ان دونون آیتون کے روسے قولہ تعالی فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ

تو یہ جو مراد ہو کہ جو کوئی شخص تبدیل کرے وصیت کو بعد سن لینے کے اسطرح کہ یا تو
موصی لہ کو کچھ نہ دے یا جسقدر وصیت کی تھی اوس سے کم دے تو اس کا گناہ
انپر ہو جو تبدیل کرتے ہین اور اللہ تعالی سمیع ہو یعنے وصی اور موصی لہ وغیرہ سب
کی باتین سنتا ہو اور علیم ہو یعنے اونکی نیتین اور ارادے سب کا اوسکو علم ہو
جب یہ آیت نازل ہوئی تو اوصیا لوگ ڈرسے تبدیل اور تغیر سے مطلقا اور خوب
یاد کرنے لگے وصیت کو جو موصی نے کی تھی اور خوف کھاتے تھے بھول جانے

سے بوجہ اس وعید الٰہی کے تو نازل ہوئی یہ آیت فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ

یعنی

یعنے جو لوگ خوف کھائین وصیت مین کمی بیشی ہو جانے کا یا حق سے ناحق کیطرف مایل ہو جانیکا خواہ ان خوف کھانے والون مین وارث ہو یا وصی ہو یا امام ہو یا قاضی ہو تو صلح کری درمیان موصی لہم اور دیگر وارثونکی موافق طریقہ شریعت کے تو اسمین اسپر کوئی گناہ نہین اسواسطے کہ گو اسمین بھی تبدیل کا احتمال ہی مگر تبدیل باطل کی ہی حق کے ساتھ یعنے امر شروع کے ساتھ نہ تبدیل حق کی باطل کے ساتھ اور کلام صاحب تفسیر حسینی کا دلالت کرتا ہی کہ جنف کا مدعا عدول ہے قریب لوگون سے اور ایک جانب میل کرتا ہی اور اثم سے مراد ایک ثلث سے زیادہ وصیت کرنا ہی اور صاحب ہدایہ نے باب الوصایا مین آنحضرت صلعم کی حدیث الجنف فی الوصیۃ من اکبر الکبائر بیان کرتے ہوے کہا کہ جنف سے مدعا ایک ثلث سے زیادہ وصیت کرنا ہی یا وارث کو وصیت کرنا مین کہتا ہون کہ ان دونون مین تو تخالف ہی کیونکہ معنی اول تو زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے اسوجہ سے کہ اقربین کے لئے وصیت فرض ہوئی تو اوس سے جو زیادتی کرے وہ جنف ہوگا یعنے عدول کرنا ہوگا وصیت سے اور دوسرے معنے کہ وارث کو وصیت کرنا یہ قرین قیاس نہین اور ایک حدیث مین جو دو روایتون سے ثابت ہی بجای جنف یعنے جیم منقوط کے حای مہملہ اور بجائے نون کے یاے مثنات تحتانیہ آیا ہی یعنے لفظ حیف اور دوسرے روایت مین جنف جیم منقوطہ اور نون سے اور میری راے مین لفظ جنف زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہی شاید صاحب ہدایہ نے اسپر غور نہین کیا اور کہا گیا ہی کہ آیت بحالت زندگی موصی صادق آتی ہے یعنی موصی اور موصی لہ دونون موجود ہون اور موصی خلاف شرع وصیت کرنا

چاہتا ہو اور کوئی اوسکو منع کرے اور صلاح نیک دے تو اوسپر کوئی گناہ نہین یعنے موصی پر تبدیل وصیت کا کوئی گناہ نہین اگرچہ پہلے اوس نے وصیت کی بابت کہدیا ہو اور یہی معنی ہین اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنے اوسکے واسطے اللہ تعالےٰ غفور اور رحیم ہے یون بھی اوسکے معنے ہو سکتے ہین کہ موصی کو یہ تبدیل کرنا جائز ہی تو تبدیل گناہ نہین بھلا کیا ہوا اوسکا معفو و مغفور ہے یعنے اوسکے واسطے اللہ تعالیٰ عفو کرنیوالا ہی اوسکی پروا نہ کرکے حق کے موافق وصیت کرنا چاہیے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

مسئلہ روزہ کی کیفیت اور اوسکے احکام اور حدود ہین قولہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَہٗ فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَھُوَ خَیْرٌ لَّہٗ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ترجمہ اے ایمان والو حکم ہوا تمپر روزے کا جیسے حکم تھا تم سے اگلون پر شاید تم پرہیزگار ہو جاؤ کئی دن ہین گنتی کے پر جو کوئی تم مین سے بیمار ہو یا سفر مین تو گنتی چاہیے اور دنون سے اور جن کو طاقت ہی تو بدلا چاہیے ایک فقیر کا کھانا پھر جو کوئی شوق سے کرے نیکی تو اوسکو بہتر ہی اور اگر روزہ رکھو تمھارا بھلا ہی اگر تم سمجھ رکھتے ہو واضح ہو کہ اس آیت مین روزہ کے فرض ہونے اور مریض و مسافر کی بابت اور شیخ فانی کے بابت احکام کا ذکر ہی پس فرضیت روزہ کُتِبَ عَلَیْکُمْ سے ظاہر ہی اور صیام سے مراد روزہ ہائے رمضان ہین جیساکہ صاحب ہدایہ نے استدلال کیا۔ اور گذشتہ قومونکے روزہ سے تشبیہ محض بوجہ فرضیت ہے

یعنے روزہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پچھلی امتوں پر بھی روزہ فرض کیا گیا تھا یہ تشبیہ بوجہ مطابقت احکام کے ہے کیونکہ دوسری امتوں پر علاوہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے مثل روزہ ایام بیض یا صوم عاشورا حضرت موسی علیہ السلام کی امت کے واسطے اور نہ احکام میں مشابہت ہے جیسے کہ بعض قوموں کو حکم تھا کہ بعد عشاء کے دوسرے روز مغرب تک روزہ رکھیں اور ہمکو حکم دیا گیا ہے صبح سے مغرب تک پس یہ تشبیہ بوجہ مشابہت ذات کے ہے نہ بسبب وصف کے اور اسیطرح کی تشبیہ کلام خدا و رسول میں اکثر بیان کی گئی ہے جیسے اللھم صل علی محمد وعلی ال محمد وبارک وسلم کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم دعا میں و درود میں کہتے ہیں اور مانند قول الٰہی کے قولہ تعالی فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم اور قولہ تعالی ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم اور اسیطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کئی جگہہ فرمایا یہ سب مثالیں اسواسطے بیان کی گئی ہیں کہ معلوم ہوجاوے کہ تشبیہ کے واسطے مطابقت احکام کی ضرورت نہیں صرف ذات میں مشابہ ہونا کافی ہے اور ایام معدودات سے مراد ایام ماہ رمضان ہیں جیسے کہ فرمایا اللہ تعالی نے قولہ تعالی شھر رمضان الذی انزل فیہ القران اور قولہ تعالی احل لکم لیلۃ الصیام الرفث یہ آیت مرسنت کی ناسخ ہے نہ اُس آیت کی اور اگر ایام معدودات سے مراد صوم عاشورا و ایام بیض ہوں جیسا کہ کشاف سے نقل کیا تو انکی روزی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوئے تھے جب کہ آپ نے ہجرت فرمائی تھی پھر روزہ ہائے رمضان سے منسوخ ہوگئے یا ایام معدودات سے یہ مراد ہے کہ نصاری نے بجائے تیس روزوں کے پچاس کرلئے اور کبھی گھٹا دیئے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ گنتی کے روزے یعنی جسقدر مار

رمضان کے دن ہوں ان دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم ہوا نہیں یہ جلا صدی
اتمام تفاسیر کا اسکو مفسرین نے بہت تفصیل سے لکھا ہے اب اگر اس سے زیادہ تفصیل
کی ضرورت ہو تو امام زاہد کے بیان کی نقل کیجاتی ہے وہ کہتے ہیں کہ پہلے روزہ فرض
اور وسنت کے یوم عاشورا تھا پھر اوسکی فرضیت یا ام بیض کے تین روزہ کر
نسخ ہوگئی جو ہر ماہ میں تین یوم رکھے جاتے تھے پھر اون کی فرضیت بھی ماہ رمضان
کے روزوں سے نسخ ہو گئی مگر باختیار صائم کے یعنی جی چاہے تو روزے رکھے
اور نہ چاہے تو نہ رکھے اور بعوض ہر روزے کے نصف صاع گندم مسکین کو
دیدے جیسے کہ فرمایا اللہ تعالی نے قولہ تعالی وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ
یعنی جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں اور روزہ نہیں رکھتے اون کو
چاہئے کہ فدیہ دیں طعام مسکین کا پھر حکم ہوا کہ روزہ رکھنا فدیہ دینے سے بہتر
ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ قولہ تعالی (اَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ) پھر یہ
اختیار بھی موخت کردیا گیا اور فرض گردانا گیا روزہ رات اور دن کا یعنی مغرب
کو افطار کیا جاوے اور عشاء تک جو چاہیں کھائیں بعد عشاء پھر روزہ شروع
ہو جائے دوسرے روز کے مغرب تک یعنی عشاء کے بعد سے کھانا پینا مجامعت
سب ترک اور حرام ہوگئے پھر شب کا روزہ منسوخ ہوگیا اس حکم الہی سے قولہ
تعالی عَلِمَ اللَّهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ صَوم
اللیل) تو فرض رہگیا روزہ طلوع فجر سے مغرب تک اس بیان سے یہ مراد ہے
کہ ماہ رمضان کے روزے یکلخت فرض نہیں ہوئے بلکہ درجہ بدرجہ پہلے بعد دیگرے
سہولت و آسانی کیغرض سے فرض قرار پائے تا کہ رفتہ رفتہ بندوں کو عبادت

الی عادت ہو جاوے لیکن امام زاہد کا یہ قول ہے کہ ابتداء اسلام مین صوم
عاشوراء فرض تھا پھر اسکی فرضیت منسوخ ہو گئی صوم ایام بیض سے پھر اسکی
فرضیت منسوخ ہو گئی صوم ماہ رمضان سے مخالف ہے قول صاحب کشاف
سے کیونکہ وہ کہتے ہین کہ جبکہ صوم عاشوراء منسوخ ہو گیا ایام بیض کے روزونسے صحیح
نہین ہو سکتا اوسکا منسوخ ہونا روزہائے ماہ رمضان سے لیکن بالواسطہ اور بعض
نے ذکر کیا کہ صوم عاشوراء تو حضرت موسیٰ پر فرض تھا اور ایام بیض کے روزے
حضرت آدم علیہ السلام پر پس کیونکر ہو سکتا ہے نسخ اول کا ثانی سے یعنی حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا فرض حضرت آدم کے فرض سے منسوخ نہین ہو سکتا ناسخ
بعد کو ہوتا ہے منسوخ سے مگر یہ اس صورت مین ہوگا جبکہ شرائع ماقبل ہمپر فرض
ہون ورنہ کچھ حقیقت نہین رکھتا اب مسافر و مریض کا بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا کہ جو تم مین مریض ہون یا سفر مین ہون تو روزہ افطار کرین یعنی اون ایام
مین روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور روزونکے بدلے اور دنون مین علاوہ
ماہ رمضان کے روزہ رکھین گویا یہ محل قضا ہوا لیکن مخصوص کیا اس نص سے عید
الفطر و عید الضحیٰ اور ایام تشریق کو جیسے کہ فرمایا آنحضرت نے (الا لاتصوموا
فی ھذہ الایام فانہا ایام اکل وشرب وجماع) ترجمہ مت روزے رکھو ان ایام
مین یہ ایام کہانے پینے اور جماع کے ہین پس اگر یہ اعتراض کیا جاوے
کہ عام سے جب خاص کیا جاوے ظنی طور پر تو ممکن ہے کہ قضاء روزہ فرض نہو بوجہ
دخول شبہ کے تو یہ جواب ہے کہ یہ تقیید ہے بتحقیق اور نص مطلق بعد تقیید بجنسہ قائم رہتی
ہے قطعًا نہ کہ ظنی ہو جاتی ہے اسوجہ سے فرضیت قضاء مین کچھ حرج واقع

نہیں ہوتا جائز ہے قضاء رمضان وصلاً ہو یا فصلاً اور بعض نے کہا کہ فصلاً
جائز نہیں اور ہمارے نزدیک یہ خبر واحد ہو اس سے کتب پر زیادتی کرنا
زیبا نہیں اسکا مفصل حال کتب فقہ اور اصول مین ہو اور مریض سے مراد یہ ہو
کہ جس مریض کو روزہ سے خوف ہو زیادتی مرض کا مثل امراض درد چشم و بخار
وغیرہ کے اوسکو روزہ افطار کرنا جائز ہو لیکن اگر مریض ہوا ایسا کہ
روزے سے اوسکو کچھ خوف زیادتی مرض کا نہو یا کھانا اوسکو اور موجب
مرض ٹھہرے جیسے امراض امتلائی مین تو اوسکو روزہ کے افطار کی
اجازت نہین ہمارے نزدیک اور امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک کوئی
مرض کیون نہو اس اجازت سے فائدہ اوٹھا سکتا ہو اور امام شافعی
علیہ الرحمہ کے نزدیک مریض بحالت خوف ہلاکت روزہ افطار کرسکتا ہو
دوسری صورت مین نہین کرسکتا جیسا کہ کشاف سے ظاہر ہو
اور دلیل ہر ایک کی آگے بیان ہو گی اور مراد مسافر سے یہ ہے
کہ جس نے قصد کیا تین شب و روز سفر کرنے کا متوسط رفتار
سے اور ترک کیا اپنے مقام کی آبادی کو اور بعض نے اعتبار کیا میلونکا
اور بعضون نے مقرر کیا پینتالیس میل اور بعضون نے چون میل اور بعضون نے
ترسٹھ میل لیکن ان سب کا متوسط درجہ نکال لینا چاہیے کیونکہ خیر الامور اوسطہا
اس مضمون سے علامہ شہاب الدین نے اپنے بعض رسالونمین اتفاق کیا ہے
اگرچہ بوجہہ مشقت مسافر کو سفر مین اجازت افطار صوم ہو لیکن اگر مشقت نہو اور
علت اجازت معدوم ہوجاے تو بھی اجازت باقی رہتی ہو یہانتک کہ باغی اور

رہزن کو بھی اجازت ہو اگرچہ اونکا سفر برائے بغاوت اور موجب عصیان ہو اور یہی حال قصر نماز مین ہو اور چونکہ سفر امر اختیاری ہو اور مرض امر غیر اختیاری اسلیئے اگر مقیم افطار کرکے صوم کو پھر سفر کرے تو اس سے کفارہ ساقط نہین ہوتا بخلاف مریض کے کہ اگر اوسنے افطار صوم کیا بحالت صحت اور پھر بیمار ہو گیا اوسی روز تو ساقط ہو جائیگا اس سے کفارہ اب مسئلہ شیخ فانی اسطرح ہو کہ قولہ تعالیٰ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ محتمل ہوتا ہو دو معنی کو ایک یہ کہ جو طاقت رکھتے ہین روزے کی اور مرد زدہ نہین رکھتے وہ فدیہ دین طعام مسکین کا یہ ابتدائے اسلام مین تھا کہ اونپر روزے فرض ہوئے تھے اور وہ اوسکے عادی نتھے تو اونکو رخصت دی گئی کہ اگر روزہ نہ رکھو تو فدیہ دو پھر حکم منسوخ ہو گیا اس فرمان الٰہی سے قولہ تعالیٰ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ اس سے یہ مدعا نکلا کہ جو لوگ طاقت رکھتے ہین روزے کی اور قصداً ترک کرین روزے کو تو اونپر کفارہ اور قضا واجب ہو نہ صرف فدیہ دوسرے معنی یہ کہ لا محذوف مانا جائے جیسا کہ اکثر کلام اللہ مین واقع ہوا ہو مثل قولہ تعالیٰ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا تو اب یہ معنے ہونگے کہ جو روزے کی طاقت نہ رکھتے ہون تو وہ فدیہ دین اور حفص نے اسیطرح کہا ہو تو یہ آیت شیخ فانی یعنی بہت بڈھا مرد یا عورت اور حاملہ عورتون اور دودھ پلانیوالی عورتونکو شامل ہو نزدیک امام شافعی علیہ الرحمہ کے اور تصریح کی اوسکی صاحب مدارک اور امام زاہد اور اکثر فقہا نے اور اہل اصول نے اور اجماع ہو گیا لا کے محذوف ماننے پر اس سے زیادہ بحث کی ضرورت نہین اب فدیہ یہ ہو کہ ہر روزے کے بدلے مسکین کو نصف صاع گندم یا آرد گندم دیا جائے یا ایک صاع چھوارے خشک یا جو اہل عراق کے نزدیک فدیہ کے واسطے اور مد ہی اہل حجاز کے

نزدیک جو چوتھائی صاع کا ہوتا ہے تو یہ مقدار واجب ہے پس جو شخص اس سے
زیادہ صدقہ دے تو بہتر ہے اسکے واسطے اور بعض نے لفظ مسکین کی جگہہ مساکین
جمع کے ساتھ پڑھا ہے تو اسکے معنی بھی یہی محل آئینگے کیونکہ جب جمع کو جمع پر تقسیم
کرین تو دانہ برابر ہو جائینگی واحد کے لیئے یعنی جو روزہ نہ رکھے وہ مساکین کو کھلا دے
یعنی جو روزہ نہ رکھے وہ مساکین کو کھلا دین یعنی فدیہ دیدے اور اس فدیہ دینے کو
روزے کے بدلے علم اصول مین (قضاء بمثل غیر معقول) کہتے مین اسلئے کہ
عقلاً کوئی مماثلت روزے اور فدیہ مین نہین پائی جاتی لیکن جب کہ نص سے
ثابت ہو گیا تو قیاس کو کیا دخل رہا پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نص خلاف قیاس
ہو تو اسکے مورد پر اقتصار کیا جاتا ہے تو کیونکر تمنے واجب کر دیا فدیہ بلا نص کے
نماز کے فوت پر جیسے کہ کوئی شخص مرجائے اور اسپر نماز قضا رہجائین تو تم حکم
دیتے ہو فدیہ کا ہر نماز کے بدلے مثل فدیہ روزے کے اور کیونکر حکم دیتے ہو
تم فدیہ روزے کا اوسپر کہ جو شخص مرجائے اور اسپر قضا روزہ واجب رہجائے
علاوہ شیخ فانی کے اور وہ وصیت کرجائے وارث کو تم فدیہ دلاتے ہو روزے
کا باوجودیکہ یہ حکم ہے شیخ فانی کیواسطے جواب یہ ہے کہ اعتراض اول تو یون رفع
ہو گیا کہ اگرچہ ہم لوگون نے کہا ہے کہ نص محتمل ہوتی ہے علت کو اور نماز بھی نظیر ہے روزے
کی بلکہ اہم زیادہ اوس سے پس حکم دیتے ہین ہم فدیہ کا احتیاطاً اور امید رکھتے
ہین قبولیت و فضل الٰہی کی اور اوسپر حکم قطعیت کا نہین دیتے تو وہ ایسا ہے اگر
اوس سے زیادہ صدقہ دیا جائے اور بہتر ہوگا جیسے کہ روزے کا فدیہ اگر
زیادہ دیا جائے تو خیر ہوگا قول الٰہی سے اور دوسرا اعتراض روزے کی

بابت یون جاتا رہتا ہے کہ یہ خیار سے بہین ہے بلکہ نص سے حکم دیا گیا ہو
جیساکہ اکثر جگہ ذکر ہو چکا ہے قولہ تعالی اَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ خطاب طاقت
والون کے واسطے یعنے تمہارا روزہ رکہنا بہتر ہے اسی طاقت والو فدیہ دینے
سے اور زیادتی خیر کی وہ منسوخ ہے قولہ تعالے فَمَنْ شَہِدَ مِنْکُمُ الشَّہْرَ فَلْیَصُمْہُ
سے جیساکہ گذرا بیان زاہدی کا یا روزے سے عاجز ہو وہ شیخ فانی ہے یا وہ
تمام لوگ جنکو رخصت افطار دی گئی ہے یعنے شیخ فانی اور مریض و مسافر ان
سب کو کہ بہتر ہے تمہارے واسطے اگر تم جانتے فضیلت روزے کی اور دا تفضت
ہوتے اسکے ثواب سے تو پہچانتے صاف ظاہر ہے کہ بہتر مریض اور مسافر
کو روزہ ہے اور افطار کی اجازت ہے تو تحمل کرنا بہتر ہے بنسبت جواز و
رخصت کے تو یہ حجت ہوگی امام شافعیؒ پر جیساکہ انہون نے اس باب مین کہا
ہے آیندہ اسکی تفصیل اور آیگی پھر ذکر فرمایا اللہ تعالی نے بعد اس آیت کے

قولہ تعالے شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ
الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَہِدَ مِنْکُمُ الشَّہْرَ فَلْیَصُمْہُ وَمَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی
سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ وَلِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ

ولتکبروا اللہ علی ما ھدٰکم ولعلکم تشکرون) یعنے اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جن
ایام معدودات کا پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ ماہ رمضان کے ایام ہین اور انکی
ابتدا رویت ہلال سے ہے اور اسیطرح انکی انتہا بھی رویت ہے اور خواہ
وہ مہینہ ۲۹ یوم کا ہو یا ۳۰ یوم کا مگر لفظ پورے مہینہ کا صادق آجاوے
انزل فیہ القرآن) کا مدعا یہ ہے کہ رمضان شریف کے مہینہ مین قرآن نازل

ہوا یعنے یا تو آسمان سے پہلی مرتبہ نزول قرآن مجید کا رمضان شریف مین ہوا یا لوح محفوظ سے قرآن مجید آسمان دنیا پر رمضان شریف مین نازل ہو گیا پھر آیت آیت اور سورۃ سورۃ ہو کر بحسب ضرورت و موافق مصلحت نازل ہوتا گیا اور بعض نے اسطرح بھی معنے کئے ہین کہ ایام معدودات واسطے صیام کے ایام ماہ رمضان ہین جنکی بابت قرآن مین حکم نازل ہوا ہی جب یہ معنے مسلم ہوئے کہ رمضان شریف مین قرآن مجید نازل ہوا خواہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر خواہ آسمان سے ابتداے نزول دنیا پر اور دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اِنَّا اَنزَلنَاہُ فِی لَیلَۃِ القَدرِ تو ثابت ہو گیا کہ لیلۃ القدر رمضان کے مہینے مین ہی ہے دوسرے مہینے مین نہین پھر اس امر کا متعین کرنا کہ کونسی تاریخ ہے تاریخہاے ماہ رمضان سے تو اوسکے واسطے دلیل ہونا چاہیے چنانچہ ہر صاحب علم و اجتہاد نے اپنی اپنی معینہ تاریخ کو مختلف دلائل سے مضبوط کیا ہی مگر صحیح تر یہ ہی کہ ستائیسوین رمضان کو ہوتی ہے چنانچہ امام ابو اسحاق رازی نے بہت عمدہ طریقہ سے ثابت کیا کہ لفظ لیلۃ القدر کے نو حروف ہین اور قرآن مجید کی سورہ قدر مین تین مرتبہ مکرر یہ لفظ آیا تو تین کو نو سے ضرب کیا نتیجہ ستائیس پیدا ہوئے اور اس باب مین مختلف احادیث و روایات ہین اور اُن مین باہمی بہت سے اختلافات اور بہت سے اقوال مشائخ ہین جسکو مین نے اپنی کتاب مسمے (آداب احمدیہ فی اوراد الصوفیہ) مین مفصل ذکر کیا ہے وَھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ حال ہے یعنے قرآن شریف درآن حالیکہ ہدایت کنندہ اور نشان حقیقت دین کو ظاہر کرنے والا ہی اور لفظ فرقان کے معنے فرق

فرقوالا درمیان حق وباطل کے (اور) فمن شهد منکم الشهر فلیصمه کے ایک
تو یہ معنی ہین کہ جو شخص تم مین سے شاہد ہو یعنے حاضر ومقیم ہو مسافر نہو تو چاہیے
کہ روزہ رکھے افطار نکرے یہ صاحب مدارک وغیرہ کی رائے ہی اور دوسرے معنی
یہ ہین کہ جو کوئی پاوے تم مین سے ماہ رمضان کو تو چاہیے روزہ رکھے تو یہ معنے عام
ہین مریض ومسافر وشیخ فانی وغیرہ سب کو مگر بعد اسکے تخصیص ہی اسواسطے اس کا
مقتضا ہو گیا مطلب یہ نکلا کہ جو شخص مقیم اور صحیح اور روزہ کے رکھنے کی طاقت رکھنے
والا ہے وہ روزے رکھے اور باقی کے بابتہ احکام دوسرے ہین مثل فدیہ وقضا
وغیرہ کے یہی رائے ہی اہل اصول کی اور یہی ذکر لکھا ہے شرح المنار مین (فی بحث
المقصد والمعینہ) اور ذکر کیا ہے کافی مین اسیطرح مگر اسمین بہت ہی تفصیل
ہے اسمین سے یہ ہے کہ سبب واجب ہونے صوم کا شہود شہر یعنی رمضانمین
موجود ہونا ہے تو مریض ومسافر بھی موجود ہوتے ہین تو انپر بھی فرض ہوا گو بعد تراخی
کے ہو یعنے بیمار کو بعد صحت اور مسافر کو بعد اقامت اسکا ادا کرنا واجب ہے اور
اسی پر تمسک کیا امام فخر الاسلام بزدوی نے بحث واجب مین کہ قضا واجب ہی
اس حکم سے جس حکم سے ادا واجب ہی اور یہی ہمارے نزدیک صحیح تر اور مشہور ہی
کیونکہ سبب وجوب روزہ کا موجودگی ہے ماہ صیام مین اور موجودگی سے مریض
ومسافر بھی خالی نہین اور اگر قضا روزہ کی دوسرے سبب سے واجب ہوتی تو
احتیاج ہوتی دوسرے رمضان کی موجودگی کی پس اگر یہ کہا جاوے کہ وجوب
قضا جب اسی سبب سے ہے تو اس آیتہ کی کیا ضرورت ہی اسکا یہ جواب کہ بغرض تنبیہ
کے ہے کہ یہ فریضہ باوجود تراخی وتعویق کے اسیطرح فرض باقی ہے تاخیر سے

ساقط نہین ہوگیا اسکی زیادہ تحقیق کتب اصول مین ہے پھر اختلاف ہوا علماء کا کہ
شہود رمضان کے واسطے صرف ایام کی شرط ہے یا ایام ولیالی کی تو شمس الائمہ
نے کہا کہ مطلق شہود شہر رمضان سے روز و شب کی بحالت مجموعی ضرورت ہی
اسیواسطے واجب ہے قضا اوس تندرست پر جو شب کو ماہ صیام مین تندرست
تھا پھر مجنون ہوگیا اور بعد گذرنے ماہ رمضان کے پھر تندرست ہوگیا تو یہ شخص
ادا کی نیت کرے کیونکہ اوسنے ایک جز سبب فرضیت صیام کا بحالت تندرستی
پایا تھا اور بعض نے کہا کہ شب کا حصہ اول وجہ وجوب صیام ہے مگر اسپر یہ اعتراض
ہوا اگر اول حصہ شب وجہ قرار دیا جائے تو اسکے بعد ہی وجوب ورہ ثابت ہوجائے
حالانکہ ایسا نہین بلکہ آخری حصہ شب وجہ وجوب صیام ہوتا ہی کیونکہ اوس کے
بعد ہی روزہ شروع ہوجاتا ہی اسمین ہر ایک عالم نے اپنی رائے قائم کی ہے اور اُسپر
مختلف اعتراضات ہوئے ہین اور اونکے متعدد جواب دئے گئے ہین اُنکے مفصل حالات
معلوم کرنیکو کتب اصول وفقہ دیکھنا چاہیے اور معنی قولہ تعالےٰ یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ
الْیُسْرَ) کے یہ ہین کہ اللہ تعالی تمہارے واسطے آسانی کا ارادہ کرتا ہے اسواسطے
تم کو افطار کی یعنی مرض وسفر وغیرہ مین روزہ نہ رکھنے کی اجازت دیدی ہے اور
وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ) سے یہ مطلب ہے کہ تم پر سختی کا ارادہ نہین کرتا کہ تمکو سفر
ومرض مین بھی روزہ پر مجبور کرے پھر یہ آیت حجت ہے اوس شخص پر جس نے سفر
ومرض مین روزہ نہ رکھنا واجب گردانا بلکہ یہانتک کہا کہ اگر سفر ومرض مین روزہ
رکھے تو بعد اقامت وصحت کے دوبارہ ادا کرلے کیونکہ وہ روزے اوسکے نہین
ہوئے جیسا کہ لکھا اسکو صاحب مدارک نے مگر یہ خیال باطل ہی کیونکہ اللہ پاک نے صرف اجازت

نہ رکھنے کی دی ہی بوجہ آسانی کے تو ہمارے نزدیک رکھنا بہتر ہے اور نہ رکھنے کی
اجازت ہی بخلاف شافعی کے کہ اونکے نزدیک رخصت بہتر ہے عزیمت سے اور ہدایہ
مین مسافر کے واسطے عزیمت اور مریض کے واسطے رخصت کو بہتر جانا ہی بسبب خوف
ہلاکت کے اور امام شافعیؒ علیہ الرحمۃ کہ وہ مسافر کیواسطے صوم کو مناسب نہین خیال
کرتے وہ ایک تو یہ دلیل لاتے ہین کہ اللہ پاک نے (یُرِیْدُ بِکُمُ الْیُسْرَ) فرمایا پس اللہ
تعالی کے ارادہ کے خلاف کیونکر مناسب سمجہا جائے دوسرے موافق حدیث آنحضرت
صلعم کے کہ آپ نے فرمایا اون لوگون کے واسطے جو سفر مکہ کا مدینہ سے کر رہے
تھے اور روزہ رکہے ہوئے تھے کہ اُولٰئِکَ الْعُصَاۃُ اُولٰئِکَ الْعُصَاۃُ یعنے وہ لوگ
خطا کار ہین یا گنہگار ہین اور ہم دلیل لاتے ہین کہ یہ رخصت دوسری قسم ہی نوع
حقیقت سے عزیمت یعنی بہتر وہی روزہ ہے موافق قول الہی کے قولہ تعالی
(وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ) یعنے اگر روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے واسطے اور نا
معنی (یسر) کے بابت سوا افطار مین بہی بسرعی آسانی ہی بمقابلہ مشقت روزہ کے اور
روزہ رکہنے مین آسانی ہی اس اعتبار سے کہ بوجہ موافقت تمام اہل اسلام کے اوسوقت
چندان گران نہین جسقدر کہ بعد مین صرف تنہا روزہ رکہنا گران ہوتا ہے تو دونون
طریقون سے رکہنا افطار کرنیسے زیادہ موجب آسانی ہے اور آنحضرتؐ کا فرمانا کہ
اولئک العصاۃ یعنی وہ لوگ گنہگار ہین اسوجہ سے تہا کہ اعلائی کلمۃ اللہ مین ضعف
واقع ہوتا تہا اور جہاد مین لوگ سستی کرتے تھے تو وہ حکم خاص تھا انکی بابت نہ عام
اہل اسلام کو اور امام زاہد نے اس مقام پر بہت کلام طویل لکھا ہی اسکا حاصل یہ
ہی کہ صفات الافعال ہمارے نزدیک قدیم ہین مثل صفات الذات کے اور معتزلہ

اور اشعریہ کے نزدیک صفات الافعال حادث ہین بخلاف صفات الذات کے
پس اشعریہ کے نزدیک ہر وہ شئے جسکی نفی سے نقص واقع ہو وہ صفات الذات ہین
اور اگر اسکی نفی سے کوئی نقص واقع نہو تو وہ صفت فعل ہے اور معتزلہ نزدیک جو مثبت
و منفی ہو سکے وہ صفت فعل ہی اور جو منفی نہو سکے وہ صفت ذات ہے پس ارادہ انکے
نزدیک صفت فعل ہے کیونکہ وہ مثبت و منفی ہوتا ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی (یرید بکم الیسر) اور (لا یرید بکم العسر) یعنے ارادہ کرتا ہی آسانی کا اور ارادہ نہین
کرتا دشواری کا یعنے ارادہ کا عدم اور وجود ہے تو ارادہ صفت فعل ہوا اور ہماری
نزدیک ہر شے منقدر ہوتی ہو ارادہ سے اور اللہ تعالی کی صفت کبھی نفی نہین ہوتی
تو ارادہ مین نفی عسر کی ہی یعنے دشواری کی نہ نفی ارادہ کی اس واسطے ارادہ صفت قائم
ہے نہ حادث اور معنی قولہ تعالی ولتکملوا العدۃ کے آخر آیت تک یہ ہین کہ ارادہ
کرتا ہی اللہ پاک کہ تم پوری کرو اس مدت کو جو رویت ہلال ماہ رمضان سے شروع
ہوکر رویت ہلال ماہ شوال تک ختم ہوتی ہے یہ کامل مدت ہے یہ معنی آیت کے
اوس صورت مین ہونگے جبکہ یہ خطاب قرار دیا جائے اون لوگون کی طرف
جو روزہ رکھنے کے قابل ہین اور جو خطاب مانا جائے ان لوگون کی طرف جو
روزہ رکھنے سے مجبور ہین تو آیت کے معنے ہونگے کہ تم پوری کرو عدت قضا روزہ
کی یعنی جسقدر روزے بوجہ سفر یا مرض وغیرہ کے نہین رکھے تھے اون کو پورا
کرو اور تکبیر کے معنے تعظیم کے ہین یعنی تعظیم کرو اللہ کی حمد و ثنا کے ساتھ اور شکر کرو
تو بعض نے اسکے بابت کہا کہ بہنگام رویت ہلال تکبیر کرنا چاہیئے اور بعض نے کہا کہ یوم
الفطر مین تکبیر کرنا چاہیئے یہی بیضاوی نے ذکر کیا ہے اور علامہ سعد الدین نے

شرح تحقیص کے فن ثالث مین اسکو مفصل لکھا ہے مسئلہ پھر اللہ تعالی نے
اس آیت کے بعد اجابت دعا کو یون فرمایا ہے قولہ تعالی (و اذا سألك عبادی
عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی
لعلهم یرشدون) ترجمہ یعنے ای محمد جب سوال کرین تجہسی میری بابت دعا مانگنے کی
بارے مین تو تو کہدے کہ وہ دعا مانگے مجہسے مین مجیب اور قریب ہون روایت ہے
کہ اعرابی نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آیا خدا ہمارا ہم سے قریب ہی کہ ہم
اوس سے اپنی مدعا مانگین یا بعید ہی کہ ہم اسکو پکارین تب یہ آیت نازل ہوئی اور
ظاہری مین ہی کہ لفظ قل یعنے کہدے اے محمد اسمین محذوف نہین ہی بلکہ اس آیت
کے یہ معنی ہین کہ جب سوال کرین تجہسے میرے بابتہ دعا مانگنے کے بارہ مین تو مین خود
قریب و مجیب ہون اور اگر میرے سوا کسی دوسری چیز کا سوال کرین تو تو مامور ہی
جواب دینے پر جیساکہ دوسرے مقام پر اللہ تعالی فرماتا ہے قولہ تعالی یسئلونك
عن الاهلة قل هی مواقیت) آخر آیت تک اس سے ثابت ہوا کہ قل کا محذوف ماننا
خلاف سیاق کلام اللہ ہی اور اس آیت کے شان نزول کی بابت کہا کہ جو وجہ نزول آیت
احل لکم کی ہی وہی اسکی وجہ نزول ہی یعنے مباشرت صحابہ شب ہائی ماہ صیام
مین اور اس آیت سے یہ مطلب ہی کہ اوس معصیت مباشرت کے استغفار کی دعا
اجابت کے لائق ہی اللہ پاک اسکا مجیب اور اس دعا کے واسطے قریب ہے پس اس
توجیہ سے یہ آیت ہی اپنی آیات ماقبل اور مابعد سے مناسب ربط رکہتی ہی اور اسی
آیات سے تمسک کیا گیا ہے کہ جب بندہ قضاء حاجت یار ملا کیواسطے اللہ تعالی
سے دعا مانگتا ہی تو اللہ تعالی استجاب فرماتا ہی اور دعاؤن کے لئے بری تاثیر ہی

مگر اصحاب بدعت وضلالت نے جو بمنزلہ ابن اسکور کہا ہے کہ دعا دو حالون سے خالی نہین یا موافق تقدیر الٰہی کے ہوگی یا مخالف تقدیر الٰہی کے پس اگر موافق تقدیر ہو تو ضرورت دعا کی کیون باقی ہے اور اسکی کامیابی کو دعا کی اجابت پر کیون محمول کیا جائے اور اگر مخالف تقدیر ہی تو کیونکر امید کامیابی ہوسکتی ہے کیونکہ جف القلم بما ھو کاین کا منشا اس تبدیل کو باطل کرتا ہے ہین اسطرح اسکا جواب دیتا ہون کہ تقدیر کی دو قسمین ہین ایک مبرم جو کبھی نہین بدلتی دوسری موقت وہ متعلق ہے اس امر پر کہ اگر بندہ دعا مانگے تو وہ تبدیل ہو جائے مثلاً اگر مریض دعا مانگے تو صحت ہو جائے اور نہ ہلاک ہو دعا کے واسطے بڑی تاثیر ہے حتیٰ کہ صحت وشفا بھی اوس سے متعلق ہے اور یہی حال ہے صدقہ کا اور مردون کے واسطے دعا مانگنے کا اور یہ غوامض ہین کہ ہر عام آدمی ان امور کو نہین سمجھ سکتا اور قریب سے دعا قرب مکان کا نہین (نعوذ باللہ من ذلک) بلکہ یہ معنے ہین کہ قریب الرحمت یا یہ متشابہ ہے یعنی جو مراد الٰہی اس لفظ سے ہے وہ حق ہی اسکے بیان اور کیفیت کی تشریح کرنا جائز ہے یا مجازاً از روئے علم کے داعی کے احوال پر اور دعا کی اجابت پر قریب ہے یہ دعا ہے کہ قبولیت تعجیل کے ساتھ ہوتی ہی بلا تاخیر کے پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بسا اوقات اجابت دعا مین تاخیر واقع ہوتی ہی بلکہ بعض بالکل مستجاب نہین ہوتی مثل دعا رکافر کے یا بعض دعا مومن کے تو کیونکر اجابت مین تعجیل ثابت ہوگی تمام آدمیون کی دعا کے واسطے۔ اور دعا اسم جنس ہی اس سے مراد کوئی مخصوص دعا نہین ہوسکتی اس اعتراض کے جواب اسطرح ہین کہ اجابت کے معنے یہ ہین کہ پروردگار عالم اپنے بندے کی دعا سنکر لبیک یا عبدی فرمائی تو یہ دعا مانگنے ہی ہوتا ہی ہر بندہ مومن

کے

کیواسطے اور مراد اجابت سے عطاء مدعا بافضاء حاجت اس آیت مین مذکور نہین ہو اکثر عاشقان الٰہی جو لذائذ دین ودنیا دونون کو ترک کردیتے ہین اور اللہ پاک سے اسی کے وصل کی دعا مانگتے ہین وہ بھی تو دعا ہوتی ہو یعنے عشاق کی دعائین بجز ذات الٰہی کے کچھ بھی مقصود ومدعا نہین ہوتا اگر فرضاً یہ تسلیم کرلیا جائے کہ دعاء متضمن حاجت ومدعا ضرور ہوتی ہو تو اسکی تاخیر کی وجہہ اللہ پاک کی محبت ہو کہ اجابت یعنی قضاء حاجت مین اسوجہہ سے تاخیر فرماتا ہو کہ یہ بندہ دعا مانگتا رہے اس کا دعا مانگنا اسکے نزدیک محبوب ہوتا ہو اور اس دعا کا سننا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ روایت ہو یحیٰی ابن سعید سے انہون نے کہا کہ مینے خواب مین دیکھا اپنے پروردگار کو تو مینے عرض کیا کہ اے میرے رب کب تک مین تجھسے دعا مانگون کب تو قبول فرمائیگا تو جواب مین فرمایا کہ اے یحیٰی مین پسند کرتا ہون کہ سنون تیری آواز کو اور کبھی شرائط قبولیت معدوم ہوجاتی ہین مثل اکل حلال وصدق مقال وغیرہ کے جیسا کہ معتبر آثار واخبار سے پایا جاتا ہے اور ایک یہ بھی جواب ہو کہ اجابت دعا محض فضل ہے مقید ہو مشیت الٰہی ہو جسکو چاہے عطا فرمائے اور یہ بھی ہو کہ بعض وقت آدمی اپنے لئے خیر دارین اور بہبودی منصور کرکے ایک دعا مانگتا ہو اور خیر اسکی عدم مقبولیت مین ہوتی ہو اسواسطے اجابت مین تاخیر ہوتی ہے اور یہ بھی ہو کہ کبھی بجنسہ دعا کی قبولیت اجابت ہوتی ہو اور کبھی رفع بلائے نازلہ عوض ہوجاتی ہو اجابت بعینہ کے اور کبھی بدلے اجابت دعا بعینہ کے درجہ اعلی آخرت مین عطا فرمایا جاتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین وارد ہوا ہے امر دوم دعائے کافر کی بابت سو اسمین اختلاف کیا ہو علماء نے اجابت کے بارے مین تو بعض نے کہا کہ لفظ دعا عام ہے مومن وکافر دونون کی دعا

کو شامل ہی کافر کی دعا بھی مقبول و مستجاب ہوتی ہی یہاں تک کہ شیطان الرجیم نے دعا
مانگی کہ لایا رب انظرنی الی یوم یبعثون ہ یعنے یا اللہ مجکو مہلت دے قیامت
تک باعتبار عمر و مواخذہ کے تو اللہ پاک نے اجابت فرمائی اور یون حکم ہوا کہ
فانک من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم) پس اسپر بعض نے فتوی دیدیا
کہ کافر کی دعا بھی مقبول ہوتی ہے اور بعض نے کہا کہ کافر کی دعا مقبول نہین ہوتی
اور یہی صحیح ہی کیونکہ اسپر قول الٰہی شاہد ہی کہ فرمایا قولہ تعالےٰ (وَمَا دُعَاءُ
الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ) اور دعا سے مراد عام دعا ہنین کہ مومن و کافر دونکو
شامل ہو سیاق و سیاق کلام اللہ دیکھنا چاہیے اور ابلیس کی دعا مستجاب نہین
ہوئی اسوجہ سے کہ اوسنے تو یہ دعا مانگی کہ الٰہی مجکو کبھی موت نہ آئے اور نہ کبھی گزند
پہونچے پس اسکو رد کردیا اللہ تعالیٰ نے اور فرمایا کہ تو قیامت تک منتظر رہ اور روہ
نفخۂ اولی ہی تو اس سے حیات دائمی اسکو کب ملی بلکہ وہ بعد نفخۂ اولی کے چالیس
برس تک مردہ رہیگا یہ خلاصہ ہے تفاسیر اور کتب کلام کا جو مینے مختصر ذکر کردیا
اب ہم اس امر کو مختصرا بیان کرتے ہین کہ پروردگار عالم نے اس آیت کو یہان کیون
نازل فرمایا تو واضح ہو کہ اسکا یہ منشا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا مہینے بھر کے
روزونکا اور پوری کرنے عدت کا اور برانگیختہ کیا اونکو وظائف شکر کے قائم رکھنے
پر تو آخر مین یہ آیت نازل فرمائی کہ وہ اللہ پاک خبردار ہے تمہارے احوال کا
سنتا ہے تمہاری اقوال کو مجیب ہی تمہاری دعاؤنکا اور مجاز ہی یعنے بدلہ دینے والا
ہو تمہارے اعمال کا تو گویا یہ آیت تاکید ہے اون احکام کی اور برانگیختہ کرنے
والی ہی نیکیونپر جیسا کہ بیضاوی نے ذکر کیا یا یہ کہ دعا روزہ دار کی زیادہ

مستحق ہی اجابت کی غیر روزہ دار سے جیسا کہ کہا الشریبنی مین اور احادیث بھی اس معنی کی تائید کرتی ہین اور کتب اوراد مین شرائط دعا اور اوقات اجابت اور اسکے احکام مفصل درج ہین بخوف طوالت یہان اونکا بیان ترک کیا گیا اسکے بعد ذکر کیا اللہ تعالی نے بقیہ احکام صیام کا پس فرمایا احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم وانتم لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالان باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی اللیل ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود اللہ فلا تقربوھا کذلک یبین اللہ آیاتہ للناس لعلھم یتقون ترجمہ حلال ہوا تمکو روزونکی رات مین مباشرت کرنا اپنی عورتون سے وہ لباس ہین تمہارے لئے اور تم لباس ہو اون کے لئے اللہ نے معلوم کیا کہ تم اپنی چوری کرتے تھے اس امر مین تو معاف کیا تمکو اور درگذر کی تم سے پھر اب ملو تم اونسے اور چاہو جو لکھدیا اللہ نے اور کھاؤ پیو جب تک صاف نظر نہ آئے تمکو دہاری سفید دہاری سیاہ سے جدا فجر کے پھر پورا کرو روزہ رات تک واضح ہو کہ سابقہ شریعتون مین مغرب کو روزہ افطار کیا جاتا تھا اور عشا تک کھانا پینا مباشرت وغیرہ مفطرات کا استعمال ہوتا تھا بعد عشا پھر روزہ شروع ہوجاتا تھا دوسرے مغرب تک تو یہی حکم روزہ کی بابت ہماری نبی علیہ السلام کے وقت مین باقی تھا تا آنکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض صحابہ مرتکب ہوئے مباشرت کے غلبہ شہوت کی وجہ سے شبہای رمضان مین پھر نادم ہوئے اپنے اس فعل سے اور عرض کیا آنحضرت کی خدمت مین تب

نازل ہوئی یہ آیت جس کے بشارت ہوئی مغفرت اُس گناہ کی اور اجازت ہوئی فجر کے
وقت تک کہانے پینے اور مباشرت کرنیکی اور منع ہوا مباشرت کرنا اعتکاف میں
(اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ) رفث سے مراد مباشرت کرنا ہی یعنے وطی کرنا
اور لفظ رفث اللہ پاک نے استہجانا استعمال فرمایا ہے جیسا کہ آگے تختانون سے
مخاطب کیا یعنے خیانت سے منسوب گردانا اور لباس سے مراد یہ ہی کہ زن و مرد مین باہم
ایسا قدرتی میل جول دیا گیا ہی گویا ایک دوسرے کا لباس ہین یا یہ کہ جیسا لباس باعث
پردہ پوشی کا ہوتا ہی اسیطرح ایک دوسریکو فواحش و بداعمالی سے باز رہنے کا سبب
ہوتا ہے اور علم اللہ سے معدد و نو جملون مذکورہ کی یہ منشا رہے کہ اون لوگون کو
اپنی عفو معصیت کا اطمینان ہو جائے انکی تسکین خاطر کیلئے فرمایا گیا ہے اور بَاشِرُوهُنَّ
سے یہ مراد ہے کہ عورت کو مباشرت کیلئے طلب کرو جس غرض سے کہ جائز گردانا ہی یعنے
توالد و تناسل کیواسطے جس سے اولاد زیادہ پیدا ہو اور اسلام کو تقویت ہو چنانچہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے کہ تزوجا تناکحوا توالدوا تناسلوا فانا اباھی بکثرت امتی و لو
کان سقطا یعنے ازدواج اس غرض سے کرو تاکہ اولاد زیادہ ہو اور مین اپنی کثرت
امت پر فخر کرون اگرچہ بچہ ناتمام ہی کیون نہ پیدا ہو دمثل بھائم وغیرہ کے محض قضائے
شہوت کی غرض سے یا یہ معنی ہوئے کہ مباشرت کرو موافق حکم خدا کے ایام طہر مین اور
مقام فرج مین کہ وہ موضع حرث و تناسل ہے نہ ایام حیض مین اور نہ موضع دبر مین
کہ وہ محض رفع شہوت کا مقام ہی یا یہ کہ محض اپنی ازواج اور کنیزون سے کرو جن
سے جائز ہے نہ غیر عورتون سے جنسے حرام ہے اسکے علاوہ بھی اور توجیہات بیان
کئے ہین اور کہانا پینا الفاظ كُلُوا وَاشْرَبُوا سے صاف ظاہر ہے کہ فجر تک جائز ہے

اور روایت ہو کہ ایک شخص جسکا نام حرمہ بن انس تھا فقیر آدمی اپنے عیال کے ساتھ
زندگی بسر کرتا تھا اور اجرت پر اسکا گذر تھا ایک روز رمضان میں بوجہ کسل ماندگی
کے ابتدائے شب میں اوسکی آنکھ لگ گئی اور دوسرے روز شب کو بلا کھانا کھائے کچھ
روزہ رکھ لیا جب آنحضرت صلعم نے اسکا چہرہ بہت اترا ہوا پایا تو اوس سے سبب
دریافت کیا اوس نے واقعہ شب کا بیان کر دیا تب یہ آیت انکے حق میں نازل ہوئی
جیسے مباشرت بوجہ ارتکاب فعل حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور انکی توبہ کی وجہ سے
حلال ہوئی اسیطرح اکل و شرب اس حرمہ بن انس کے سبب سے جائز و حلال ہوا زاہدی
میں اسیطرح یہ قصہ لکھا ہے (خَيْطُ الْاَبْيَضُ) کے معنی میں بہت سے توجیہات ہیں
مختصر الکھا جاتا ہو کہ ایک روایت ہے عدی بن حاتم سے انہوں نے کہا کہ میں نے
دو ڈوری ایک سفید اور ایک سیاہ اپنے تکیہ کے نیچے رکھے جب تک انمیں امتیاز
نہیں ہو سکا تب تک میں نے شب کو تصور کیا پھر صبح کو آنحضرت صلعم سے یہ ماجرا
عرض کیا تو آپنے فرمایا کہ (انك تعرض القفا) یعنے تو سلیم القلب ہے مگر الخیط الابیض اور
من الخیط الاسود سے مراد سپیدی صبح اور ظلمت شب ہے یہی مدارک میں ہے اور
اسنے کشاف سے لیا ہے کشاف نے اسکا ذکر مفصل اور پہلے کیا ہے اور امام زاہدی نے
کچھ تغییر و تبدل سے اسی روایت کو بیان کیا ہے اور کشاف نے دوسری صورت بھی
بیان کی ہے اور حسینی میں بھی مذکور ہے صحیحین سے ہو کہ بعض صحابہ جب یہ آیت نازل
ہوئی تو سفید اور سیاہ دو رسیاں کسی چیز پر لپیٹ رکھتے اور جب تک ان میں
سفیدی اور سیاہی کا تمیز نہو تا اکل و شرب و مجامعت کرتے رہتے تا آنکہ نازل ہوا
من الفجر) بیان کے طریقہ پر تب سے سبنے جانا خَيْطُ الْاَبْيَضُ) سے مراد نور صبح

اور خیط اسود سے مراد ظلمت شب ہے پھر علمائے تاخیر بیان میں بہت ہی بحث کی ہی کہ بیان کس وجہ سے بعد کو نازل ہوا یا بعد رمضان لفظ من الفجر بطریق بیان نازل ہوا یا کیا اگر بعد رمضان ہوا تو وقت حاجت تو نکل گیا تھا پھر اس سے کیا فائدہ ہوا اسیطرح کی بہت سی بحث ہے اور نیز کلمہ حتی مین گفتگو کی ہے کہ آیا غایت داخل مغیہ ہی یا کیا تو خلاصہ یہ ہی کہ غایت داخل مغیہ نہین یعنے کوئی اول حصہ بھی صبح کا داخل شب نہین جیسے کہ افطار مین کوئی ادنیٰ حصہ شب کا داخل روز نہین پس جسوقت سے خیط ابیض ظاہر ہوا اسوقت سے جب تک غروب آفتاب ہو اکل وشرب اور وطی حرام ہین اور چونکہ لفظ صوم کے معنے محض امساک ہین یعنے اپنے کو امور ممنوعہ سے باز رکھنا تو ایک گھڑی بھر باز رہنے پر بھی صوم کا لفظ صادق آسکتا تھا اس واسطے اللہ پاک نے اسکی حد بیان فرمادین پھر جنابت کی بابت بحث کی گئی کہ جو شخص صبح کو جنب ہوا یا وہ روزہ رکھ سکتا ہی تو امام فخر الاسلام نے بیان کیا کہ جنابت روزہ کو مانع نہین ہو سکتی کیونکہ جو شخص آخری حصہ شب مین مجامعت کریگا ضرور ہے کہ صبح کو جنب ہو اسکو جائز ہی کہ روزہ رکھے اور غسل کر ڈالے بخلاف بعض اصحاب حدیث کے اُنہون نے تمسک کیا ہی حدیث ابوہریرہ پر کہ (من اصبح جنبا فلا صوم لہ) یعنے جو شخص جنب صبح کو ہو اسکا روزہ نہین ہو سکتا اور اتموا الصیام الی اللیل) سے اشارہ ہی اس امر کا کہ تینون امر ممنوعہ کے روزے مین کرنے سے کفارہ لازم آتا ہی نہ جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ صرف مجامعت سے کفارہ لازم آتا ہے انہون نے حدیث اعرابی پر تمسک کیا ہی اور بقول صحیح جائز ہی نیت کرنا روزے کے دن مین کیونکہ جب آخر حصہ شب تک ہر سہ امر ممنوعہ یعنے

اکل و شرب و جماع کا جاری رکھنا جائز ہی تو روزے کی نیت کی اباحت دن کو
لازم ہوگی مگر ہمنے قبل فجر نیت کا کرنا بپابندی کاسنت جاری رکھاہوا ور تلویح مین
ہی شیخ ابوالمعین سنے کہا کہ ابوجعفر جبار سمرقندی نے جائز رکھا ہی نیت کو دنمین اور بعض نے
کہا کہ نیت صوم قبل فجر ہونا چاہئے اس سبب سے کہ اگر بعد فجر ہو تو جسقدر وقت
دنمین قبل نیت گذرا وہ خارج از صوم ہوا کیونکہ محض امساک بلانیت روزہ
نہین ہوسکتا اور (اَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ) سے یہی مطلب کہ صوم وصال حرام
ہی یعنے متواتر روزہ پر بلا روزہ کہولے روزہ رکھنا جیسا کہ مفصل لکھا اسکو صاحب
کشاف نے اور مدارک نے اور یہ بھی معنی ہین کہ حد صوم تمام اسوقت ہولی ہی اسوقت
تک امور ممنوعہ متعلق روزہ ہی باز رہو اگر اسوقت مین کسی ایک امر کے بھی مرتکب
ہوگے تو کفارہ لازم آیگا اور بعد گذرنے وقت محدود کے مختار ہو اور اوسکے
بابت یہ ذکر مین پہلے کرچکا ہون کہ اتقان وغیرہ کی تحقیقات سے قولہ تعالے اُحِلَّ
لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الی آخرہ) ناسخ ہی اور قولہ تعالے كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن
قَبْلِكُمْ) مین تشبیہ محض بوجہہ فرضیت صوم ہے نہ بہ سبب مشابہت احکام اور
قولہ تعالے (ولا تباشروهن وانتم عاكفون) یعنے جبکہ معتکف ہو تب وطی
نکرو اسکا یہ قصہ ہی کہ لوگ مسجد دنمین اعتکاف کرتے اور گہر دنمین شب کو رفع
ضرورت کو آتے تو وطی کرلیتے اور غسل کرکے داخل مسجد ہوجاتے تو اللہ پاک نے
حکم نازل فرمایا کہ معتکف لوگو پر شب ہائے ماہ رمضان مین بھی مثل ایام رمضان کے
وطی ناجائز ہی جب تک کہ اعتکاف مین ہین اور اسی آیت سے صاحب کشاف نے
استدلال کیا کہ اعتکاف مسجد ہی مین ہوسکتا ہی اور بعض نے کہا کہ صرف مسجد

بیت المقدس اور مسجد حرام اور مسجد مدینہ مین ہوسکتا ہی اور بعض نے کہا کہ حضرت
مسجد جامع مین اور عامہ علماء کا یہ خیال ہو کہ اوس مسجد مین ہوسکتا ہی جسمین جماعت
ہوتی ہو یہ کل اسکا بیان ہواب اس آیت کے معنی مین مختلف بحثین ہین کہ آیا اس سے
اعتکاف فرض ہوگیا یا نہین اور اعتکاف بلاصوم ہوسکتا ہو یا نہین ہوسکتا وغیرہ وغیرہ
مگر سب کا خلاصہ یہ ہی کہ اعتکاف کے معنے محض رہنے کے ہین اور یہان مدعا یہ ہو
کہ مسجد مین روزہ دار رہے بہ نیت اعتکاف کے پس جتنے روز اعتکاف کرے
اون روزونکی شب مین وطی حرام ہی پہر فقہانے کہا کہ وطی کرنا علاوہ فرج کے
بغیر انزال اگرچہ حرام ہو اور بوسہ لینا اور مساس کرنا اعتکاف کو نہین توڑتا اور جائز
ہی معتکف کے واسطے اکل وشرب ونوم اور بیع وشرا بغیر لائے ہوئے مبیع کے مسجد
مین مین کہتا ہون کہ اگرچہ یہ تمام مسایل اس آیت سے مستنبط ہوسکتے ہون لیکن یہ آیت
تو اس غرض سے نازل ہوئی کہ اعتکاف مین مباشرت حرام ہے یعنے جیسے غیر معتکف کو
خواہ صحابہ ہون یا عام مسلمین شب ہای رمضان مین مباشرت حلال ہی اسطرح معتکف کو
حلال نہین پھر چونکہ وطی بغیر انزال علاوہ موضع فرج کے اور بوسہ اور مساس وغیرہ
کو مباشرت نہین کہہ سکتے اسواسطے وہ فاسد اعتکاف نہین ہوسکتے البتہ جو وطی
معہ انزال واقع ہو وہ مباشرت کے حکم مین شامل ہوجائیگی اور عورت کو اعتکاف
گھر مین جائز ہی کیونکہ مردونکی اعتکاف کی بابت مسجد کی شرط نص سے پائی گئی
اور مباشرت کا امتناع پایا گیا تو باقی سب احکام وامور مثل سابق رہے اُسکے
علاوہ بہت سے احکام اور مباحث مین جو بخوف طوالت ترک کیے گئے قولہ تعالے
(تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا) اشارہ ہی تمام مسائل صیام کی بابت کہا گیا

کہ اسمیں ایک مشکل ہو کہ اس آیت سے مقصود ممانعت ہو حدود اللہ سے تجاوز کی
نو قرب سے کیا مدعا پیدا ہوا کہ قریب ہو انکے اسکا یہ جواب ہوا کہ مطلب یہ ہے
کہ یہ حدود اللہ ہیں انکی مخالفت یا التغیر و تبدیل کے بھی قریب نجاؤ تو مقصود نہی سے
تہاؤ اور بھی موکد ہو گیا ہی یعنے اللہ پاک نے جو امور ممنوع اور حرام فرمائے ہیں انکے
قریب بھی نجاؤ اس سے ممانعت میں مبالغہ مقصود ہی بیان ہے تفاسیر کا اور خلاصہ
علماء کی رای کا (مسئلہ) غیر کا مال لینا اور کھانا حرام ہی قولہ تعالے وَلَا
تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ
النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ) یعنے مت کھاؤ اپنے مال کو ناجائز طریقہ سے یعنے
جن امور کو شرع نے حرام کیا ہی مثل شراب و زنا وغیرہ انواع ممنوعات کی ارتکاب
میں اپنا مال صرف نہ کرو جیسا کہ تفسیر حسینی میں ہے یا یہ معنی ہوئی کہ مت کھاؤ ایک
دوسرے کا مال ناجائز ہی طریقہ سے مثل چوری اور غصب اور جوا وغیرہ کے
ذریعہ سے جو شرعاً ممنوع و حرام ہیں یہ معنی ہیں جو بہ نسبت اول کے معنی کے
زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں کہ آگے والے فقرہ سے پورا ربط رکھتے ہیں یعنی
غیروں کا مال ناجائز طریقہ سے مت کھاؤ اور اسکے ذریعہ سے حکام کا قرب نہ
حاصل کرو کہ انکی حمایت سے دوسرے مسلمانوں کا مال تلف ہو جائی گناہ کے طریقہ پر
مثل جھوٹی گواہی کے یا مثل حلف دروغی کے یا دوسرے ناجائز طریقہ سے باوجود علم
کے اور مراد حکام سے حاکم شریعت ہے مثل قاضی مفتی و حکم اور سلطان کے خلاصہ یہ
ہوا کہ تم جانتے ہو کہ تم باطل پر ہو حقیقۃً اپنے دعوی اور گواہی اور قسم اور صلح
وغیرہ پر اور باعتبار ظاہر تقریر کے تم حق پر معلوم ہوتے ہو تو تم اوسکو حاصل کرو

اور ست کہا ؤ اگرچہ ظاہر میں وہ تمہارا حق ثابت ہو جائے کیونکہ وہ حقیقت میں تمہارا حق نہیں ہی چنانچہ روایت ہے کہ عبدان حضرمی نے دعوی کیا امرالقیس کندی پر ایک قطعہ اراضی کا اور اُن کے پاس ثبوت دعوی کی کوئی دلیل نہ تھی تو فیصلہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ امرالقیس حلف کرے چنانچہ امرالقیس آمادہ ہوئے حلف کرنے پر کہ آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھی (اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا) الی خرہ تو امرالقیس نے حلف سے انکار کیا اور مدعی کو اراضی سپرد کر دی اسپر یہ آیت نازل ہوئی یہ روایت بیضاوی کی ہی اور زاہدی کی روایت ہے کہ امرالقیس نے حلف کر لیا تب یہ آیت نازل ہوئی اسپر امرالقیس نے قطعہ زمین متدعویہ مدعی کو معہ ایک اور قطعہ زمین کے دیدیا تو نبی علیہ السلام نے بشارت جنت دی انکو فی الجملہ یہ آیت ایسے امور کی ممانعت کے واسطے نازل ہوئی ہی اگرچہ اوس سے یہ بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ قاضی ظاہری دلائل فریقین پر فیصلہ کر سکتا ہی اگرچہ گواہی دروغ سے دعوی ثابت کیا گیا ہو جیسا کہ خیال کیا ابو یوسف اور محمد اور امام شافعی علیہم الرحمۃ نے بخلاف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہ اُن کے نزدیک قاضی کو ظاہر اور باطن دونوں پہلو پر غور کرنا واجب ہی اور روایت ہی کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے دو شخصونکو جو باہم مخاصم تھے یعنی فریقین تھے کہ میں بھی آدمی ہوں اور تم میرے پاس اپنے قضیے لاتے ہو اور بعض تم میں سے اپنی خوش تقریری سے اپنا مدعا ثابت کر دیتا ہی اور میں جیسا سنتا ہوں اُسکے موافق فیصلہ کر دیتا ہوں پس اگر میں بمقتضاے حالت ظاہری ایسا فیصلہ کر دوں جو دوسرے کے مال کا تمکو مالک بنا دی تو تم کو چاہیئے کہ وہ مال نہ لو اور حق حقدار

و ویو ڈ ر ور نہ اُسکے بدلے عذاب دوزخ ہوگا یہ سنکر دونون رو نے اور عرض
کیا ہر ایک نے کہ میرا فلان حق اپنے اس فریق کا دیا ہی پس فرمایا نبی علیہ السلام
نے کہ تم دونو چلے جاؤ اور باہم موافق حق کے تقسیم کرلو اور ہر ایک دوسرے کو
خوشنود کرلو ۔ اور کہا گیا کہ حکام سے مراد حکام ظالمین ہین یعنی فرماتا ہی اللہ پاک کہ
تم ظالم حکام کو مال بطریق رشوت دیکر قربت نہ حاصل کرو اور یہ نکرو کہ اُنکی حمایت مین
آدمیونکا مال ناواجب کہا جاؤ و فساد و تہمت و غیبت وغیرہ سے جیسے کہ آجکل ہمارے
زمانہ مین یہ ناجائز طریقہ جاری و شائع ہے اور یہ محض حرام ہی رو روی نص کے
(نعوذ باللہ من ذٰلک) کیونکہ اسمین ضرر ہی مسلمانون کا اور اللہ تعالی کی لعنت
کی ہی اوپر جو ضرر پہونچاوے مسلمانونکو یا غیر کو یہ تو مضمون آیت کا ہی لیکن بعض
فتاوٰن سے پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی آدمی طلبین واپس حکام ہو اور کسی سے کچھ
روپیہ وغیرہ لیلے بشرطیکہ دوسرے شخص کا ضرر اوسمین نہ ہو جائز ہی بعض کے نزدیک
کیونکہ اسمین کسیکا ضرر نہین بلکہ فائدہ متصور ہی اور ہدایہ مین ہی کہ دفع ظلم کیواسطے
رشوت دیکر دفع ظلم کرنا جائز ہی اور اللہ تعالی نے بعد مسائل صیام کے اس مسئلہ
کو بیان فرمایا جو اسکے مناسب تہا یہی لکہا ہی حواشی بیضاوی مین مسئلہ بعض
عادات جاہلیت کے نسخ کے بیان مین ۔ وقولہ تعالی وَيَسْـَٔلُوْنَكَ
عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ
مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ترجمہ تجھسے سوال کرتے ہین چاند کی بابت سو تو جواب دیدے
کہ وہ آدمیون کے لئے وقت دریافت کرنیکو ہی اور حج معلوم کرنیکو اور یہہ

نیکی نہیں ہی کہ تم گھرون مین پیچھے سے آؤ بلکہ نیکی یہ ہی کہ جو پرہیزگاری کرے خدا کے واسطے اور گھر مین آؤ اونکے دروازہ سے اور تم پرہیزگاری کرو خدا کے واسطے شاید کہ تم نیک ہو جاؤ۔ اگرچہ آیت مین یہان مقصود بیان کرنا لیس البر ہی مناسب تھا مگر چونکہ وہ مقدم سے متعلق ہی اسواسطے اسکا بیان بھی ضرور ہوا۔ واضح ہو کہ معاذ بن جبل نے سوال کیا آنحضرت صلعم سے کہ کیا سبب ہے ہلال کے بڑہنے کا اور گھٹنے کا کیون یہ رفتہ رفتہ بڑہتا ہی تا آنکہ بدر ہو جاتا ہے اور پھر کیون گھٹتا ہی تا آنکہ بالکل غائب ہو جاتا ہی چونکہ خداوند عالم خوب واقف تھا کہ یہ لوگ اسکے سبب کو نہین سمجھ سکتے اسکا سمجھنا علم ہیئت پر منحصر ہے اسواسطے اسکا سبب بیان نہ فرمایا اور اوسکے فوائد سے بحث کردی کہ یہ آدمیون کے وقت پہچاننے کو ہی تاکہ عدت اور مدت حمل اور مدت شیر خوارانی واوقات حج وغیرہ معلوم کر سکین کہ ہلال دیکھکر ابتدائے تاریخ اور بدر سے چودہوین تاریخ اور بالکل منعدم ہونیسے آخری تاریخ ماہ کی خیال کر سکین وعلی ہذا القیاس اسکو ذکر کیا ہی علم معانی مین اور تفسیر حسینی مین اور صاحب کشاف ومدارک نے یہ ذکر نہین کیا بلکہ اوسکے فائدے سے پہلو تہی کرکے یہ لکھا کہ سوال وجواب دونون مین حکمت ہی اور بیضاوی نے لکہا کہ سوال حکمت سے تہا اسلئے جواب بھی حکمت سے دیا گیا اور زاہدی مین ہی کہ انہون نے سوال کیا تہا خلقت کا اور جواب دیا گیا پہلے مرتبہ حکمت کا پھر بیان کیا گیا خلقت کا جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی نے قولہ تعالی وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ الخ اور سائل کے سوال سے زیادہ نفع رسان جواب دینا بہت بہتر ہے۔ فی الجملہ اس آیت کی اور زیادہ تشریح کی ضرورت نہین۔ اب ہم اوس آیت کا ذکر کرتے ہین جو مقصود ہی

یعنی لیس البر الی آخرہ اسکا یہ قصہ ہی کہ ایام جاہلیت میں جب احرام باندھتے تھے حج کا تو گھرون کے دروازون سے نہین آتے اور جو کوئی دروازہ سے آتا اسکو فاجر کہتے تھے بلکہ اگر صاحب مکان ہوتے تو مکان کے پیچھے سے اور جو صاحب خیمہ ہوتے تو خیمہ کے پیچھے سے آتے تھے یہ ایک عام حکم تھا جو تمام عرب مین جاری تھا بجز حمس کے کہ وہ قبیلہ ہی بنی قریش و بنی خزاعہ اور بنی عامر اور بنی ثقیف کا پس جبکہ حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم دروازہ سے برآمد ہوئے بحالت احرام اور رفاعہ انصاری بھی برآمد ہوئے بحالت احرام تو تمام اہل عرب نے انکو فاجر کہنا شروع کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رفاعہ سے کہا کہ جب تو حمس سے نہین تو کیون دروازے سے برآمد ہوا مین تو حمس مین سے ہون اسواسطے دروازہ سے برآمد ہوا تو رفاعہ نے عرض کیا کہ مین بھی حمس سے ہون کیونکہ میرا دین تو حضور کا دین حق ہی اسوقت یہ آیت نازل ہوئی لیس البر الی آخرہ یعنے اس رسم کی ممانعت فرمائی اللہ تعالی نے کہ یہ جہلا کی رسمین ہین انمین نیکی نہین ہی ان رواسم شنیعہ کو ترک کرو دروازونسے ہی برآمد ہونا بہتر ہے اور عمدہ بات ہی اور ڈرو اللہ سے ایسے امور کے ارتکاب کرنے مین اور تمام مسلمان بلا قید حمس کے سب دروازے سے آو گھر وںمین پس منسوخ ہو گئی اس عادت جاہلیت کی جو پہلے تھی اور ہمارا یہی مقصود تھا اس بیان سے پس اگر یہ کہا جائے کہ کس وجہ سے اللہ پاک نے بعد جواب (مسئلہ) ہلال کے اس آیت کو نازل فرمایا انمین باہم کیا مناسبت ہی تو اسکا یہ جواب ہی کہ ہلال کے فوائد مین اللہ تعالی نے حج کی بابت بھی بیان فرما دیا کہ یہ رسم جو حج سے متعلق ہی وہ منسوخ کر دی جائے یا انہون نے دونون امر کا سوال کیا ہو تو دونونکا جواب یکے بعد دیگرے متصلاً دیا گیا یا یہ کہ جو انہون نے

سوال کیا تھا وہ انکے واسطے غیر ضروری تھا تو جواب مین یہ ظاہر فرمایا گیا کہ تمکو اس قسم کے امور فائدہ رسان ہین جو تمکو انجام مین کار آمد ہون اور تمہارے برے عادتونکو ترک کرائین اور نیز اوس سوال کا بھی جواب دیدیا گیا یہہ کل بیضاوی مین ہی اور صاحب کشاف و مدارک نے دوسرے جوابکا ذکر نہین کیا بلکہ صاحب مدارک نے اسطرح توجیہہ کی کہ گویا انکے سوال کے جواب مین فرمایا کہ کل امور حکمت بالغہ کے موافق ہین تم انکی باریکی کو نہین سمجھ سکتے اپنے فائدون سے مطلب رکھو اور اوسیکا سوال کرو یہ سوال چھوڑو اور غور کرو کہ جو رسم تمنے اختیار کی ہی دروازہ سے نہ آنیکی اور اسکو تم عمدہ اور نیک تصور کرتے ہو اسمین کچھہ نیکی نہین ہی اسکو ترک کرو اور دروازہ سے آیا کرو بعض نے یہہ بھی کہا ہے کہ دروازہ سے گہر مین آنیکی یہ مراد ہی کہ عورتون سے فرج مین مجامعت کرو اور پیچھے سے نہ آنیکا یہ مطلب ہی کہ دبر کیجانب سے وطی نکرو تو اس حالت مین یہ رد رافض کا ہو جائیگا کیونکہ انہون نے دبر مین عورتونسے وطی کرنا جائز خیال کیا ہی اور اس آیت سے تمسک کیا ہی (فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ) الی آخرہ اس کا ذکر مفصل آگے آئیگا انشاء اللہ - **اب مسائل قتال کا بیان کیا جاتا ہی** اسمین چند آیات متصلہ ہین اونکے اوائل یہ ہین قولہ تعالی وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا تُقَاتِلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّىٰ يُقَاتِلُوكُمْ فِيهِ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ترجمہ اور لڑو تم اللہ کی راہ مین ان سے جو لڑتے ہین تم سے اور زیادتی مت کرو اللہ نہین چاہتا زیادتی کرنے والے کو اور قتل کرو انکو

جس جگہہ پاؤ اور نکالدو انکو جیسے کہ نکالدیا انہون نے تمکو اور فتنہ زیادہ ہے قتل سے اور نہ قتل کرو انکو مسجد حرام کے پاس جبتک وہ نہ لڑین تم سے اوس جگہہ پر اگر وہ لڑین انکو مارو یہی سزا ہی منکرونکی پہر اگر باز آئین تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے واضح ہو کہ مسائل قتال وجہاد مین اکثر آیات مختلف مقامات مین وارد ہوئی ہین اور کلام اللہ مین یہ مضمون بمفصل وشرح بکثرت واقع ہوا ہی بعض مین ناسخ ہین اور بعض منسوخ اور بعض ایک مسئلہ خاص متعلق جہاد کو ظاہر کرتا ہی اور بعض اکثر مسائل پر شامل ہین پس بعض تو اس سورہ مین اور بعض سورۃ الانفال اور سورۃ التوبہ مین ہین چنانچہ اس سورہ کی آیات قتال بیان کیجاتی ہین۔ روایت ہی کہ آنحضرت صلعم عام حدیبیہ مین مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ عمرہ ادا فرمانیکی لئے تشریف لیگئے تو مشرکین مکہ بر سر پرخاش ہوکر مانع آئے اور مکہ معظمہ مین نہ آنے دیا آخر کار اس امر پر صلح ہوئی کہ آئندہ سال آپ تشریف لائین اور تین روز کیواسطے آپکو اجازت دیجائیگی اور مکہ معظمہ خالی کردیا جاویگا چنانچہ اس شرط پر آپ صلح کرکے واپس بلا ادائے عمرہ مدینہ تشریف لے آئے جب دوسرا سال آیا اور آنحضرت صلعم حسب قرار شرائط مکہ معظمہ کو قضا عمرہ کی غرض سے تشریف لیگئے تو تمام مسلمانان ہمراہی متردد تھی کہ اگر مشرکین نے عہد وفا نکیا اور شہر حرام اور بیت الحرام مین ہم سے جھگڑا کرنا چاہا تو ہم کیا کرینگے۔ شہر حرام سے مطلب ماہ ذیقعدہ و بیت الحرام سے مدعا مکہ معظمہ ہے۔ اور اس معاملہ مین خداوند کریم کا کیا حکم صادر ہوتا ہی اور یہ خیال اُنکا اسوجہہ سے تہا کہ زمانہ جاہلیت مین شہر حرام اور حرم مین قتال حرام تھا اور ابتدا اسلام مین بھی یہی حکم جاری وشائع رہا تو تردد ہوا کہ آنحضرت صلعم مشرکین سے

قتال کرنے پر مامور ہونگے پایا گیا تب اللہ پاک نے یہ آیات متصلہ نازل فرمائی جس کی ابتدا (وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ) ہو یعنے قتل کرو اون لوگون کو جو تمکو قتل کرین اور زیادتی نکرو یعنے ابتدا قتال کی تم نکرو اور اون لوگون کو جو تمکو قتل کرین تو تم بھی اُنکے قتل وقمع مین دریغ نکرو یہ حکم ابتدا اسلام مین تھا پھر منسوخ ہوگیا اور جاری ہوگیا قتل کفار خواہ مشرکین ابتدا کرین خواہ مسلمین ابتدا کرین دونون حالتون مین مسلمانونکو اُن سے قتال جائز ہوگیا اور اسی کے تائید مین ہی جو روایت کیا گیا ہی ربیع بن انس سے کہ یہ اول آیت ہی جو قتال کی بابت نازل ہوئی مدینہ منورہ مین پس اس حکم سے آنحضرت صلعم قتال فرماتے تھے اون لوگون سے جو آپ سے آمادہ قتال ہوتے تھے اور قتال فرماتے تھے اُن لوگون سے جو آپ سے باز رہتے تھے اور یہی صاحب کشاف نے تحریر کیا ہی اور بعض نے (الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ) سے تمام کفار مراد لئے ہین کیونکہ جمیع کفار درپے آزار تھے اور مقاتلہ کرتے تھے اب خواہ وہ کسی وقت شریک مقاتلہ نہو سکے ہون اور بعض نے یہ کہا ہی کہ اسکا مدعا یہ ہی کہ جو لوگ مقاتلہ کے لائق ہون تو اُس سے شیخ فانی اور بچہ اور مجنون اور بیمار اور اندہے اور عورتین وغیرہ مستثنیٰ ہوگئے یعنے ایسے اپاہج اور غیر محدود وحشی لوگون سے مقاتلہ نکرنا چاہیئے تو گویا زیادتی کا یہہ منشا ہوا کہ ایسی لوگون کو قتل نکرو انکا قتل کرنا جائز نہین حرام ہی یا یہہ معنی ہوسکے کہ بغیر دعوت اسلام کے یعنے پہلے اسلام لانیکے اُنسے درخواست کرو اگر انکار کرین تو جزیہ طلب کرو اگر یہ بھی منظور نکرین تو قتال کرو بغیر اُن شرائط مذکورہ کے قتال نکرو ورنہ زیادتی مین شمار ہوگا پس اگر یہ آخری معنی آیت کے لئے جاوین تو یہہ منسوخ نہین ہوئی بلکہ بجنسہ باقی ہی اور اسکا

حکم واجب القتل ہی یہ خلاصہ تھا بیضاوی کے بیان کا مع بعض میری تقریر کے جو افادتاً لکھی گئی اور معنی قولہ تعالےٰ (فَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ) کے یہ ہین کہ جہان پاؤ قتل کرو خواہ حرم ہو یا حل ہو اور انکا اخراج کرو وطن سے جیسا انہون نے تم کو خارج کیا تھا سال گذشتہ تمہارے وطن سے پس اسی پر عمل درآمد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوم فتح اسلام نہ لانیوالون کے ساتھ اور (وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ) کے یہ معنے ہوئے کہ انکا اخراج کر دینا اُن کے وطن سے قتل سے بھی زیادہ تکلیف دہ اور مصیبت رسان کام ہی کیونکہ اسکی مصیبت اور الم ان کے دلونمین زندگی بھر رہیگا یا یہ کہ فتنہ بمعنی شرک کے ہی یعنے انکا شرک اور انکا تمہارے واسطے دخول مکہ سے مانع آنا گویا تمہارے قتل کرنیسے زیادہ ہی پس تم انکے قتل کرنے سے دریغ نکرو یا فتنہ سے مراد عذاب آخرت ہی یہ کل کشاف مین مفصل ہے اور (وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) کے یہ معنی ہین کہ ابتداءً قتل مسجد حرام کے پاس نکرو کیونکہ اوسمین مسجد حرام کی ہتک بیحرمتی ہے لیکن اگر مشرکین وہان قتل کرین تو تم بھی قتال کرو اسوجہ سے کہ بے حرمتی وہ کر چکے اُسکا عذاب انکے ذمہ عائد ہوگا تمپر کچھ گناہ نہین اور کافرین کے ایسی ہی جزا ہوتی ہی اور صاحب مدارک نے کہا کہ ہمارے نزدیک تمام شہور حرام مین قتل جائز ہی اور (ثَقِفْتُمُوْهُمْ) کا یہ منشاء ہی کہ جہان کہین اُنکے مکانات وغیرہ مین پاؤ قتال کرو مگر مسجد حرام مین جبتک وہ تمکو قتل کرینمین ابتدا نکرین تو تم بھی اونکو قتل نکرو اور اگر وہ ابتدا کرین تو تم بھی انکو بے تکلف قتل کرو اور ایسا ہی شرح تاویلات مین ہی اور صاحب بیضاوی نے اسمین کچھ قیل وقال نہین کیا غالباً اُنکے نزدیک جو وجوہ جواز قتل شہر حرام کے

امین وہی وجوہ جواز حرم کے ہونگے اگرچہ شرطا ابتدا قتل ہے اور معنی (فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ) یہ ہین کہ اگر شرک شرک اور قتل سے باز آئین تو اللہ پاک انکے ذنوب کو بخشنے والا ہی اور انکی خطاؤن سے درگذر کرنیوالا ہی جو گناہ اُن سے سابق مین صادر ہوچکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال مین فرمایا۔ قولہ تعالےٰ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ اسکے بعد اللہ تعالی فرماتا ہی۔ قولہ تعالےٰ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ترجمہ اور لڑو اُن سے جبتک نہ باقی رہے فساد اور دین رہے اللہ کا پر اگر وہ باز آئین تو زیادتی نہین مگر ظالمو نپر حرمت کا مہینہ مقابل حرمت کے مہینے کے اور ادب رکھنے مین بدلا ہی پھر جسنے تمپر زیادتی کی تم اوسپر زیادتی کرو جیسے اوس نے زیادتی کی اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ ساتھ ہی پرہیزگارون کے اور خرچ کرو اللہ کی راہ مین اور نہ ڈالو اپنی جانکو ہلاکت مین اور نیکی کرو اللہ چاہتا ہی نیکی کرنے والونکو پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ قتل کرو انکو یہانتک کہ فتنہ نرہے آیت محکمہ ہی ناسخ ہی دوسری آیات مقیدہ کو جو دربارہ حرمت قتال شہر حرام مین وارد ہوئی ہین یعنے قتل کرو مشرکین کو یہانتک کے شرک باقی نرہے اور خالص اللہ پاک کا دین رہجائے کہ شیطان اسمین داخل نہو یعنے

بجز ذات الٰہی کے کسی کی وہان پرستش نہو اور اگر وہ باز آئین شرک سے وہ ظالمین
مین نہین ہین کیونکہ عدوان ظالمین پر ہی اور بحالت باز آنیکے اونکا قتل حرام ہی خدا تعالےٰ نے
ظلم کی سزا کو بھی ظلم سے تعبیر فرمایا جیسا کہ دوسری آیت مین فرمایا قولہ تعالیٰ (فَمَنِ
اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ) یہی مدارک مین ہی اور اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ
نے دوسری آیت یعنے سورۃ الانفال مین ذکر فرمایا ہی پس اگر کہا جائے کہ فتنہ سے مراد
شرک ہی تو ذمی و حربی دونو نکا قتل کرنا یکسان ہو جائیگا اسکا جواب بعض فضلاء نے
یون دیا ہے کہ فتنہ سے مراد اونکا غلبہ اور تسلط ہے جو احکام دین کے اجرا
مین حارج ہوتا ہی اور ذمی باعث امتناع اجرائے احکام دینی نہین ہوتا
اسوجہ سے وہ مستثنیٰ ہی یا یہ کہ فتنہ سے مراد محاربہ و مقاتلہ ہے اور ذمی سے
محاربہ نہین ہوتا تو وہ باعث فتنہ بھی نہین یا یہ منسوخ آیت ہی آیت براۃ سے
کہ فرمایا اللہ تعالےٰ نے (حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ یعنے تا آنکہ جزیہ دیوین اور
زمانہ گذشتہ مین تمکو مشرکین نے جو قتل کیا تھا اور قولہ تعالےٰ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ
بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ) کا یہ منشاء ہے کہ ذی القعدہ گذشتہ
مین تمکو مشرکین نے قتل کیا تھا ذی القعدہ موجودہ مین تم اُن کو قتل کرو تو شہر
حرام کے مساوات شہر حرام سے ہو جائیگی اور حرمات کی حرمات سے برابری
و مساوات ہی کیونکہ مسلمانون نے دونون امر مین کراہت کی تھی کہ شہر حرام اور
بیت الحرام مین مقاتلہ واقع ہونا برا ہی تب اللہ پاک نے فرمایا کہ وَلَا تُقَاتِلُوْهُمْ
عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ یعنے انکو مسجد حرام کے پاس قتل مت
کرو جبتک وہ تمکو قتل نہ کرین اور اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ) سے یہ منشاء ہی

کہ انہون نے بھی انکو شہر حرام مین قتل کیا تھا تو حرمات مین مساوات ہونا چاہیئے یہہ خلاصہ آیت کا تہا اور جو کچہہ مجکو کتب فقہ اور تفاسیر سے معلوم ہوا وہ یہہ ہی کہ ابتدائے اسلام مین بوجہہ ضعف جماعت اہل اسلام آنحضرت صلعم صرف تبلیغ احکام پر مامور تھے جیسا کہ اس قول الٰہی سے ظاہر ہی وَمَا عَلَیْکَ اِلَّا الْبَلَاغُ) اور قتال وجہاد کا آپکو حکم نہ تہا بلکہ عفو کا حکم تھا جیسا کہ قولہ تعالے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا) وغیرہ سے ثابت ہی اور انکو آیات عفو کہتے ہین اور یہہ تمام آیات غیر منصوصہ ہین اور زاہدی مین ہی کہ اسطرحکے قریب ستر آیتین ہین اور اتقان مین ہی ایک سو چوبیس آیتین ہین جو منسوخ ہوگئین اس آیت سے قولہ تعالے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ فی الجملہ واجب ہوگیا قتال شہر ہائے حرام کے علاوہ اور شہر ہائے حرام مین ممنوع رہا جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا قِتَالٌ فِیْهِ کَبِیْرٌ) وقولہ تعالے اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ) اور نیز حل وحرم دونون مین قتال واجب ہوا پھر شہر حرام کی ممانعت بھی منسوخ ہوگئی جیسے کہ اللہ پاک نے فرمایا (وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَافَّةً) پھر حل وحرم کی عام اجازت قتال بھی منسوخ ہوگئی اور خاص شرط کے ساتھ جائز رہی کہ فرمایا اللہ تعالے نے (لَا تُقَاتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰی یُقَاتِلُوْکُمْ فِیْهِ پھر وہ تمام آیات قتال جنسے قتال واجب ہوتا ہی آیۃ البراۃ سے منسوخ ہوگئین جیسا کہ فرمایا قولہ تعالے حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَةَ) یہ تو عموم مفعولیت قتال کی بابت تھا اسیطرح عموم فاعلیت کے بابت ہوا جیسا کہ فرمایا ہی اللہ پاک نے لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ) اور اسکو

حکم

ہم مضمون دیگر آیات ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک آیت ایک حکم کے حیثیت سے دوسری آیت کی ناسخ ہو اور دوسری حیثیت سے کسی دوسری آیت سے منسوخ ہو اوسکو یاد رکھنا چاہیے اکثر علماء اس باریکی سے غافل ہیں اور قولہ تعالےٰ

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ) اگرچہ از روی نص کے یہ مسئلہ قتال سے متعلق ہے مگر اوسکا حکم عام ہے ہر ظلم وستم کیواسطے چنانچہ صاحب ہدایہ نے اسی پر تمسک کیا ہے اور باب الغصب کے ابتدا مین لکھا ہے کہ جس کسی نے غصب کرلیا اور مغصوبہ اوسکے پاس ہلاک ہوگیا تو اوسپر اسکا مثل رد کرنا واجب ہے اور مثل کی مراعات کرنا باعتبار جنس اور قیمت کے ضروری ہیگا از روی وجوب کے اور قولہ تعالےٰ وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ) اغنیا اور مالدار لوگونکو اس حکم سے مخاطب کیا ہے اور وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ سے یہہ مدعا ہے کہ اپنے نفسونکو ہلاکت مین مت ڈالو اور ان دونونکا باہمی ربط اسطرح ہے کہ جب ارادہ فرمایا آنحضرت صلعم نے قضاء عمرہ کا تو تمام صحابہؓ نے عرض کی سفر مکہ کے واسطے زادرہ نہونیکی بابت اور اپنے فقر وبے سروسامانیکی کیفیت حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کو سنائی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اے مالدارو تم راہ خدا مین عازمان حج کو دو اور بخل کرنے سے اپنے کو ہلاکت مین مت ڈالو اور اون کے ساتھ احسان کرو اللہ تعالےٰ احسان کرنے والونکو دوست

رکھتا ہے اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا اَلْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَبَعِیْدٌ مِّنَ

الْجَنَّۃِ وَقَرِیْبٌ اِلَی النَّارِ یعنے بخیل اللہ تعالےٰ سے اور جنت سے دور ہوجاتا ہے اور دوزخ سے قریب رہتا ہے یہ تمام تفسیر حسینی مین ہے اور اس

صورت سے تینون آیتون کا باہم ربط مناسب ہے اور لا تلقوا سے یہ مضار
بھی بیان کیا گیا ہو کہ یہ نہی ہو اسراف یعنی زیادتی سرف سے نفقہ مین یا نہی ہو
خرات یا ترک جہاد سے جیساکہ حضرت ابوایوب انصاری رضی سے مروی ہو
اور اوسکو مفسرین کی ایک جماعت نے بیان کیا ہو یا جہاد و مقاتلہ مین بغیر سلاح
و ثیاب کے جانے سے ممانعت ہو جیساکہ زاہدی مین بیان کیا ہو اور علمار مین
اسطرح سے مشہور ہو کہ یہ عام مہلکات سے بچنے کے واسطے حکم ہو مثلاً پانی
مین ڈوبنے یا آگ مین جلنے یا زہر کہانے یا کسی ہتھیار سے خودکشی کرنے یا دیگر
ذرائع خودکشی سے جان ضائع کرنیکی بابت بخلاف شرائع سابقہ کے جیساکہ حضرت
موسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کی امت پر توبہ کیواسطے خودکشی واجب تھی جیسے کہ
فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَتُوبُوا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوا اَنْفُسَکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ
عِنْدَ بَارِئِکُمْ) اور اسی آیت سے تمسک کیا ہو کہ جس قریہ یا شہر مین وبار و طاعون
ہو اسمین نہ گہسنا چاہیئے اگرچہ ایسے مقامات سے جہان وبار و طاعون ہو فرار
ہونا ممنوع ہو جیساکہ اُسپر بہت سی آیات اور احادیث شاہد ہین ہم انشاء اللہ
تعالیٰ اسی سورہ مین اُسکا مفصل بیان لکھینگے یہ سورہ بقر کے آخری احکام تھے
قتال کی بابت اب حج و عمرہ کے اتمام کے مسائل اور حج و عمرہ کے احصار
کا ذکر کیا جاتا ہو قولہ تعالے وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ لِلّٰہِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ
فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَکُمْ حَتّٰی یَبْلُغَ الْھَدْیُ مَحِلَّہٗ
فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا اَوْ بِہٖ اَذًی مِّنْ رَّاْسِہٖ فَفِدْیَۃٌ مِّنْ صِیَامٍ اَوْ صَدَقَۃٍ
اَوْ نُسُکٍ ترجمہ اور پورا کرو حج اور عمرہ کو واسطے اللہ کے پس اگر روکے

گئے تو جو میسر ہو قربانی بھیجو اور حجامت نکرو سر کی جبتک پہونچ چکے قربانی اپنی
ٹھکانے پر پھر جو کوئی تم مین مریض ہو یا اسکو دکھہ دیا ہوا اسکے سر نے تو بدلا دیوے
تو یا روزہ یا خیرات یا ذبح کرنا یہ آیت اتمام حج و عمرہ مین ہی اور اونکے احصار
مین پس پہلا حکم تو یہ ہی کہ تمام کرو حج و عمرہ کو اللہ کیواسطے کامل طور پر۔ حج مین
تین فرض ہین۔ ایک تو احرام باندہنا دوسرے عرفہ مین پھرنا تیسرے طواف
زیارت کرنا۔ اور یہ چار امور واجب ہین۔ اول تو مزدلفہ مین ٹھرنا دوسرے درمیان
صفا و مروہ کے سعی کرنا تیسرے رمی الجمار یعنے کنکر پھینکنا چوتھے آفاقی کو طواف
رجوع کرنا اور حلق یعنی سر منڈوانا وغیرہ آداب سنت ہین۔ اور عمرہ مین صرف دو رکن
ہین اول طواف پھر سعی۔ اور اسکے شرط احرام اور حلق ہے اور اسکی طویل بحث
فقہ مین ہی پس اگر یہ کہا جائے کہ حج تو تمہارے نزدیک فرض ہی اور عمرہ سنت ہے
اور صیغہ امر (اتموا) کا دونون کے وجوب کو ثابت کرتا ہی تو حج و عمرہ دونکو
واجب تسلیم کرنا چاہیے مثل مذہب امام شافعی علیہ الرحمۃ کے اور اگر بطریق سنت
ہی تو دونکو سنت ماننا چاہیے جو تمام مذہب اسلامیہ کے برخلاف ہے مین کہتا
ہون کہ یہ بھی ممکن ہی کہ دونکو مندوب کر لیا جاوے جیساکہ ابتداء اسلام مین تھا
پھر حج کی فرضیت تو اس قول الٰہی سے ہوگی قولہ تعالےٰ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ
حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا) اور عمرہ مثل سابق اپنی حالت پر
سنت رہا جیساکہ زاہدی مین لکھا ہی یا یہ کہ واو اجتماعی حالت پر دلالت کرتی ہی یعنے
حج جو فرض ہی اور عمرہ جو مندوب ہی دونون تمام کرو اور غالباً یہی معنی صاحب ہدایہ
کے نزدیک مستحسن ہے جیساکہ مفصل ذکر اسکا باب قران مین ہی یا یہ کہ حج و عمرہ خاص اللہ

ادا کرے جس میں شبہ کسل اور خلل اور فتور و نقصان کا نہو اور وہ جامع ہو تمام شرائط وارکان کو خلوص نیت سے اور بغیر شامل کیے کسی غرض دنیوی کے مثل ارادہ تجارت یا طلب زوجہ وغیرہ یا یہ کہ ادا دوجہ حلال سے ہو اور یہ بھی جواب ہوسکتا ہے کہ تمام کرنا امر واجب ہے اسطرح کہ جب کوئی نفل شروع کر دیا جاوے تو بعد شروع وہ واجب ہو جاتا ہے پس اسکا تمام کرنا داخل وجوب ہے جیسا کہ زاہدی اور مدارک میں مندرج ہے اور یہ بھی جواب ہے کہ اس امر سے مدعا حج وعمرہ کے شروط سفر وضاد اور احکام مکتوبہ کا پورا کرنا ہے اسواسطے کہ اگرچہ عمرہ سنت ہے مگر اُسکے احکام فرض ہیں جیسے کہ نفل نماز میں قرات کلام اللہ فرض ہے باوجودیکہ وہ خود سنت یا نفل ہے اور یہ بھی جواب ہے کہ امر درحقیقت طلب ہے اور طلب حاوی ہے فرض وسنت دونوں کو تو وجود قرینہ سے اختلاف کر سکتے ہیں فرض وسنت میں چنانچہ اس امر کو جب متعلق کرینگے حج سے تو ثابت ہوگا واجب اور جب متعلق کرینگے عمرہ سے تو ثابت ہوگا مسنون اور یہ سب سوال وجواب اُس حالت میں ہو سکتے ہیں جبکہ لفظ عمرہ کو منصوب پڑھیں بحالت منصوبیت اور کشاف نے لکھا ہے کہ علی وابن مسعود اور شعبی نے لفظ عمرہ کو مرفوع پڑھا ہے جس سے وہ امر (اتموا) کی تحت میں نہیں رہتا تو پھر کوئی بھی اعتراض نہیں ہو سکتا اب احصار کا بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم روکے جاؤ تو جو آسانی سے بہم پہونچے ہدی وغیرہ سے یعنے اگر تم اپنے مکان سے احرام باندھکر حج اور عمرہ کیواسطے نکلے اور تم روکے گئے بہ سبب خوف دشمن کے یا مرض کیوجہ سے اور تم نے ارادہ کیا احرام سے باہر نکلنے کا پس تمپر واجب ہے قربانی اونکو بھیجو اونٹ یا یا گائے یا بکری جو تمکو میسر ہو اور احصار ہمارے نزدیک عام ہے خوف عدو ومرض وغیرہ

دیگر امور کو جو مجبوری کے باعث ہیں اور امام شافعی اور امام مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک مخصوص ہی صرف خوف عدو سے اور اُنکے قول کے تائید مین ایک تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کلام ہی کہ اُنہون نے کہا (لا حصر الا حصر العدو) دوسرے قرینہ اس قول الٰہی کا کہ فرمایا فاذا امنتم بعد ذلک) یعنے جب تمکو امن ہو پس ان دونون اقوال سے اُنکے نزدیک ثابت ہوتا ہی کہ احصار محض خوف پر منحصر ہی مگر ہماری تمسک کیواسطے قول جناب رسالت مآب کافی ہی جیساکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا (من کسر او عرج فقد حل فعلیہ الحج من قابل) یعنے جس شخص کو شکستگی یا لنگی یعنے لنگڑا ہو جاپیش آوی مطلب یہ کہ سپ چلنے سے مجبور رہو یا اوسکی تکمیل سے عاجز ہو تو احرام کہولدے اور آئیندہ سال حج کری اس سے ثابت ہوا کہ احصار محض خوف عدو پر منحصر نہین اور وہ جو معنے آیت سے تمسک کیا گیا کہ امن بعد خوف ہی ہوتا ہی یہ امر ضعیف ہی بلکہ اوسکے یہ معنے ہوسکتے ہین کہ خوف عدو یا مرض وغیرہ امور مانعہ سے جب امن حاصل ہو تو لفظ امن بھی عام ہی تمام امور مخوف کو اور صاحب ہدایہ نے لکھا کہ احصار مرض کیواسطے اور حصر خوف عدو مین جائز ہی اور نیز یہ آیت مرض کی بابت نازل ہوئی ہی اسپر اجماع ہوگیا اہل لغت کا تو خلاصہ یہ ہوگا کہ احصار عام ہی خوف عدو اور مرض کو اور حصر خاص ہی خوف عدو کو اگرچہ یہ دونون لفظ عام مانعات کے موقع پر استعمال کئے جاتے ہین جیساکہ صاحب کشاف نے لکھا اور ہمارے نزدیک صرف عمرہ مین بھی ہوسکتا ہی اور امام مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک عمرہ مین احصار نہین ہوسکتا تو ہماری یہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عام حدیبیہ مین احصار کیا عمرہ کا ایسا ہی مذکور ہی ہدایہ مین اور صاحب مدارک نے کہا کہ نص ظاہر او لالت

کرتی ہو کہ عمرہ مین بھی احصار ہو سکتا ہو وقولہ تعالےٰ وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُسَكُمْ
اس سے ظاہر ہے اللہ تعالے فرماتا ہو کہ احرام سے بحالت احصار خارج نہو جبتک
کہ قربانی اپنے مقام پر نہ پہونچ جائے یعنے جبتک تمکو یقین ہو کہ قربانی اپنے قربانگاہ
یعنے منا اور کہا گیا کہ مکہ کو پہونچ گئی جب اوسکے پہونچنے کا اطمینان ہو جائے تب
احرام سے خارج ہو اس سے ظاہر ہوا کہ مقام کی خصوصیت و شرط ہو قربانی کو پہنچنے
مین نزد بانے کی اور اون دونون کے نزدیک بھی احصار حج سے خارج ہونے کو
تعین یوم ذبح کی ضرورت ہو اور یہان تعین یوم نہین تو معلوم ہوا کہ عمرہ کی بابت ہے
اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہین کہ قربانی کو وہین ذبح کرلینا کافی ہو جہان روکا
گیا ہو بھیجنے کی ضرورت نہین جیسا کہ آنحضرت صلعم عام حدیبیہ مین روکے گئے ادائے
عمرہ کو تو آپ نے وہین ذبح کیا قربانیکو اور مکہ نہ بھیجا تو وہ قربانگاہ کا مطلب یہ
لیتے ہین کہ مقام احصار مین جہان قربانی کیجا دسے وہی اوسکا محل ہو پھر جب زائل
ہو جائے احصار تو ہمارے نزدیک واجب ہو حج اور عمرہ بطور قضاء حج کے کیونکہ
آیت نفی پر دلالت نہین کرتی۔ اور فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا سے یہ مدعا ہو کہ اگر کوئی تم
مین سے ایسا مریض ہو کہ اوسکو سر منڈوانا ضرر ہو یا سر مین کوئی پھنسی پھوڑا زخم ہو یا
جوئین پڑ جائین تو تمپر انتظار جائز ہو قربانی مین واجب نہین سر منڈانیکی اجازت ہے مگر
حلق پر فدیہ جائز ہو جاتا ہو چنانچہ فدیہ کی یون تفسیر ہوا اور بیان کیا کہ مِنْ صِيَامٍ
أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ یعنے فدیہ کی تین صورتین ہین یا روزہ رکھے یا صدقہ دے
یا قربانی کرے۔ پھر حدیث جو کعب بن عجرہ سے مروی ہو وہ اسکی تشریح کرتی
ہو کہ صوم سے مراد تین روزہ اور صدقہ سے چھ مسکین کو کھانا کھلانا اور قربانی

سے مراد ایک بکرے کا ذبح کرنا ہی اس آیت کی یہی تفسیر کی ہو مفسرین نے اور
اور اسی پر تمسک کیا ہے صاحب ہدایہ نے تفصیل فدیہ مین اور فدیہ کی ہر سہ
مذکورہ صورتون مین تخییر ہے یعنے جو چاہے وہ فدیہ دے بخلاف حلق بلا عذر
کے اسمین دم واجب ہوجاتا ہی اگر چوتھائی سر کا بھی حلق کرایا ہو اور اگر چوتھائی
سر سے کم ہو تو صدقہ دے جیسا کہ مفصل کتب فقہ مین ہی اور حمیدی شرح
بزدوی مین لکھا ہی کہ پہلے قربانی پھر صدقہ پھر روزے علی الترتیب واجب ہوتے
ہین بحالت حلق کرانے بلا عذر کے مگر اوس کی وجہ تحریر نہ کی اسکے بعد اللہ نے
تمتع کا بیان فرمایا **قولہ تعالیٰ** فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ
فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ
وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ **ترجمہ** پھر
جب تمکو خاطر جمع ہو تو جو کوئی لیوے عمدہ فائدہ ملا کر حج کے ساتھ جو میسر ہو
قربانی پہونچا دے پر جسکو پیدا نہ ہو تو روزے رکھے تین دن کے حج کے وقت مین
اور سات دن جب پھر کر جاؤ یہہ پورے دس ہوئے یہ اسکے لئے ہین جسکے گھر
والے مسجد حرام پاس نہ رہتے ہون اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ
کا عذاب سخت ہے **واضح ہو** کہ حج وعمرہ کی تین صورتین ہین ایک بطریق
افراد دوسری بطریق قران تیسری بطریق تمتع - اب بطریق افراد یہ ہی کہ احرام باندھے
حج کا اور ادا کرے اوسکے اعمال وافعال - اسیطرح احرام باندھے عمرہ کا اور ادا کرے اوسکے
اعمال وافعال ادا کرے - اور طریقہ دوم قران کا یہ ہے کہ ایک احرام دونون کی

ادا کرنے کی نیت سے باندھے اور کہے لبیک بحجۃ وعمرہ وغیرہ اور صرف حج کے اعمال ادا کرے اوسکے ضمن مین عمرہ بھی ادا ہوجائیگا جیسے غسل کے ضمن مین وضو ہوجاتا ہے۔ کہا گیا کہ یہ امام شافعیؒ کے نزدیک ہے اور ہمارے نزدیک یہہ ہے کہ احرام تو دونون کا ساتھ ہی باندھے مگر پہلے عمرہ کی نیت سے سات بار طواف بیت اللہ کا کرے پھر صفا مروہ مین سعی کرے پھر حج کے افعال شروع کرے تو طواف قدوم سات بار بجالائے پھر سعی کرے پھر جمیع اعمال و افعال حج ادا کرے جیسا کہ فقہ مین لکھا ہے اور طریقہ تمتع کا یہہ ہے کہ پہلے احرام باندھے عمرہ کا میقات سے اور داخل ہو مکہ مین اور فارغ ہو اوسکے اعمال سے پھر خارج ہو احرام سے اور فائدہ اوٹھائے ممنوعات سے پھر عین مکہ مین احرام باندھے حج کیواسطے یوم ترویہ کو یعنے آٹھوین ذی الحجہ کو اور اوس تاریخ سے احرام باندھنا افضل ہے اور ادا کرے اسکے تمام افعال اور یہہ حکم اوس شخص کیواسطے ہے جو قربانی نہ لاوے اور جو قربانی لاوے وہ احرام سے فارغ ہو اور احرام باندھے یوم ترویہ اہل مکہ کیطرح یہہ تمام ہوئی کیفیت اقسام ثلثہ کی۔ اب واضح ہو کہ طریقہ افراد کا امام شافعی کے نزدیک باقی دونون طریقون سے افضل ہے اور امام مالک علیہ الرحمہ کے نزدیک تمتع قرآن سے افضل ہے اور قرآن افراد سے ہمارے نزدیک قرآن افضل ہے افراد سے ایسا ہی بیان کیا ہے ہدایہ مین اور جو کہ ذکر کیا ہے تفسیر حسینی مین کہ عمرہ بطریق قرآن حج کے ضمن مین آجاتا ہے اور یہہ کہ افراد کا طریقہ افضل ہے امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اور تمتع امام احمد کے نزدیک افضل ہے اور اوسمین ضرور احرام سے خارج ہونا پڑتا ہے پس یہہ کلام مخالف ہے اور اللہ تعالے نے اس آیت مین احکام

تمتع بیان فرمائے قولہ تعالیٰ فَاِذَآ اَمِنۡتُمۡ فَمَنۡ تَمَتَّعَ اس آیت سے بلا قید
احصار کی یہ مطلب ہی کہ جب تم حالت اطمینان اور وسعت مین ہو اور عمرہ کا فائدہ حج
کے ساتھ اوٹھاؤ یعنے قبل حج عمرہ کو قربۃً لِلّٰہ ادا کرو تو واجب ہی قربانی جو آسانی سے
بہم پہونچے خواہ شتر خواہ گائے خواہ بکری اس تمتع کے شکریہ مین ذبح کرو اور اس قربانی
مین ہمارے نزدیک قربانی کرنیوالا کھا بھی سکتا ہی اور یوم النحر یعنے نحر کے دن قربانی
کرنا چاہیے لیکن یہہ عید کی قربانی کا بدلہ یا اس سے سبکدوش کرنے والا نہین یہہ تو
تمتع کی قربانی ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک متمتع یعنے قربانی کرنیوالا اسمین سے کہا
نہین سکتا اور اونکے نزدیک یہ بھی ہی کہ جب حج کا احرام باندھے تب ذبح کرے ایسا بیضاوی
اور کشاف سے پایا جاتا ہی یہ تو ہدیٔ میسر آنیکے وقت مین احکام تھے لیکن اگر ہدی یعنے
قربانی نہ پہونچے تو اوسپر دس روزے واجب ہین تین روزے تو ایام حج مین یعنے درمیان
حج وعمرہ کے اور سات روزے بعد فراغت حج کے جب اس سے فرصت پاکر چلے ہمارے
نزدیک یہ حکم ہی اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہین کہ تین روزے ایام حج مین یعنے
بعد احرام باندہنے کے حج کے تحلل سے پہلے اور سات روزے جب واپس آئے یعنے
اپنی عیال کے پاس آجائے اور امام شافعی کے نزدیک تین روزے حج کے مہینے کے
پہلے بھی ادا ہو سکتے ہین احرام باندہنے کے قبل اور ہمارے نزدیک بجز حج کے مہینے کے
وہ تین روزے ادا نہین ہو سکتے اور افضل ہے کہ ساتوین آٹھوین اور نوین تاریخ ذی الحج
کو یہ تین روزے رکھے جائین اور اگر یہ روزے فوت ہو جائین تو قربانی ہی ہمارے نزدیک
اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک قضا ہی مثل رمضان کے روزہ کے اور امام مالکؒ
کے نزدیک جائز ہی روزہ رکھنا روز نحر اور ایام تشریق مین کیونکہ اللہ پاک ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ

فرمایا ہی جو عام ہی۔ ایام تشریق وغیرہ کو اور باقی سات روزے ہمارے نزدیک مکہ مین
بھی ادا ہو سکتے ہین اسواسطے کہ (اِذَا رَجَعْتُمْ) سے یہ مدعا ہی کہ جب تم فارغ ہو اور
امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک بجز وطن کے اور کہین ادا نہین ہو سکتے کیونکہ وہ رجوع
کے معنے گھر پر واپس آنیکی لیتے ہین پس ہم مین اور اونمین دو امر کا اختلاف ہی اس
مسئلہ مین ایک توفی الحج کے معنے مین دوسرے اِذَا رَجَعْتُمْ کے معنی مین۔ اور قولہ
تعالےٰ تِلْکَ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ سے یہ منشا ہی کہ مبادا لوگ خیال کرین کہ آخر مین جو سات
کا عدد فرمایا ہی تو کل سات روزے ہوئی تین پہلے اور چار بعد کو یا سات کا عدد کثرت کے
معنے مین بھی شامل ہوتا ہی تو اس سات سے کثرت خیال کرلین اسواسطے اللہ پاک نے
فرمادیا کہ یہ پورے دس ہوئے اور صاحب کشاف نے لکھا ہی کہ کاملہ سے مراد یہ ہی کہ یہ روزے
ہی کے کامل بدلہ ہین یعنی پھر کچھ نقص نہین رہتا پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب یہ تین
روزے ایام حج مین قبل نحر ہو سکتے ہین تو شرط اور جزا مین ترتیب نہین رہیگی۔ کیونکہ
فرض تو نحر کے دن ذبح کرنا ہی نحر کے دن سے پہلے ہی روزے رکھنا کیونکر صحیح ہوگا جبکہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَنْ لَّمْ یَجِدِ الْھَدْیَ فَعَلَیْہِ صَوْمُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ یعنے جبکہ قربانی میسر
نہو اوسپر روزے واجب ہوتے ہین اسکا جواب میرے قیاس مین یہ ہو سکتا ہی کہ جسکو
علم ہو پہلے کہ یوم نحر ہدی میسر نہو گی وہ پہلے سے روزہ رکھے اور اسی بنا پر جب یہ روزے
فوت ہو جاتے ہین تو اوسپر قربانی جبراً اور قہراً عندالشرع لازم آتی ہی اور امام ابوحنیفہ رح
علیہ الرحمۃ نے قران مین تمتع کے احکام جاری کئے ہین جیسا کہ وقایع مین ذکر ہے اور صاحب
ہدایہ نے بھی اشارہ کیا ہی کہ اونکے نزدیک قران بمعنی تمتع ہی اگرچہ نص تمتع کی بابت وارد
ہوئی اور میرے نزدیک یہ بات ہی کہ اونکے خیال مین قران چونکہ اوس سے افضل ہی اسواسطے

انہون

انہون نے تمتع کے احکام قرآن مین بھی جاری کئی ہین اور قولہ تعالےٰ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ یعنے یہ اُسکے واسطے ہو جسکے قبائل مکہ اور میقات مین نرہتے ہون یعنے مکہ کا رہنے والا نہو آفاقی ہو اسوجہ سے کہ جو شخص مکہ یا میقات کا رہنے والا ہو تو اُسکو آسان ہو ممکن ہو کہ بطریقۂ افراد عمرہ و حج دونونکو ادا کرے بخلاف آفاقی یعنے پردیسی کی اسواسطے اللہ پاک نے اون آفاقی لوگون کی رعایت سے قرآن و تمتع مباح فرمائے تو اس بیان سے یہ نتیجہ نکلا کہ تمتع ساکنان مکہ معظمہ کیواسطے جائز نہین کیونکہ ہمنے لفظ ذٰلِكَ سے جو اسم اشارہ ہو تمتع کو مشارٌ الیہ گردانا تو اونکے نزدیک یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ جس شخص کے عیال مسجد الحرام کے پاس رہنے والے نہون یعنے مکہ اور میقات کا رہنے والا نہو تو اوسکے واسطے احکام یعنے قربانی یا روزے رکہنا لازم ہین تو اس معنی سے ساکنان مکہ و میقات کو بھی تمتع و قرآن جائز ہوگیا اور اُنپر روزے یا قربانی واجب نہین رہی۔ اور وہ عدم سکونت مکہ و میقات کیواسطے اسقدر بُعد تحریر کرتے ہین جسقدر مسافت قصر کیواسطے لازم ہو یعنے جو شخص مکہ سے یا میقات سے اسقدر فاصلہ پر رہتا ہو جتنے فاصلہ کا سفر کرنیسے نماز مین قصر لازم ہو جاتا ہو اوسکو آفاقی کہینگے اور اوسکے واسطے تمتع مین ہدی یا روزے واجب ہین اور جو اس فاصلہ کے اندر خواہ مکہ معظمہ مین ہی رہتا ہو وہ بھی تمتع سے فائدہ اُٹھا سکتا ہو اور اُسپر روزے اور ہدی واجب نہین ہوتی اور ہدایہ کے حواشی مین ہماری مجوزہ معنی کی تائید کرتی ہین اور لکھتے ہین کہ ذٰلِكَ سے تمتع مشارٌ الیہ خیال کرنا امر حق ہو اسوجہ سے کہ اگر ذٰلِكَ سے مراد احکام ہوتی تو بجائے ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ کے ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ لَّمْ يَكُنْ ہوتا کیونکہ ہمیشہ وجوب کے موقع پر لفظ عَلٰی استعمال کیا جاتا ہو نہ لام اور امام مالکؒ کے نزدیک اس سے مراد غیر مکی ہو فقط اور طاؤس کی نزدیک اہل حل مراد ہو ایسا ہی ذکر کیا ہو بیضاوی مین

اور مین نے کوئی نص امام مالک کے مذہب مین اور طاؤس کی فقہ مین مشار الیہ کے بابت
نہین پائی کہ انکا کیا خیال ہی واللہ اعلم اوسکے بعد اللہ پاک حج کے وقت کے اور شرائط

اور مزدلفہ اور عرفہ مین لڑنیکے متعلق احکام بیان فرماتا ہی قولہ تعالی اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ

مَّعْلُومٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُوا

مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَاتَّقُونِ يٰاُولِي الْاَلْبَابِ

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ

عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ

ثُمَّ اَفِيْضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيْمٌ

ترجمہ حج کے مہینے ہین معلوم پھر جسنے لازم کرلیا اونمین حج تو بے پردہ نہین ہونا عورتون سے نہ گنہ کرنا نہ جھگڑا کرنا حج مین اور جوکچھ تم نیکی کروگے وہ اللہ کو معلوم ہوگی اور خرچ راہ لیا کرو کہ خرچ راہ مین بہتر ہی گنہ سے بچنا اور مجھسے ڈرتے رہو اے عقلمندو کچھ گنہ نہین تمپر کہ تلاش کرو اپنے رب کا فضل پھر جب طواف کرکے چلو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے اور اوسکو یاد کرو جسطرح تمکو سکھایا اور تم تھے اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے پھر طواف کو چلو جہان سے سب لوگ چلین اور گناہ بخشواؤ اللہ سے اللہ بخشنے والا مہربان ہی **واضح** ہو کہ ان آیات مین اوقات حج اور اُسکے ممنوعات اور عرفہ اور مزدلفہ مین لڑنیکا بیان ہی اوقات حج تو اس سے معلوم ہوسے کہ اللہ تعالے فرماتا ہی اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُومٰتٌ یہان لفظ زمانہ کا جو مضاف ہی محذوف ہی یعنے زمانہ حج چند مہینے مشہورہ مین یعنی ماہ شوال و ذیقعدہ و عشرہ ذی الحجہ ہمارے نزدیک اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک نو روز ابتدائی

ذی الحجہ کے اور شب دہم ذی الحجہ کی اور روز نحر ذی الحجہ جیسے عید کا روز ان کے نزدیک اوقات حج مین داخل نہین ہی اور امام مالک کے نزدیک کامل مہینہ ذی الحجہ کا اوقات حج مین داخل ہی اختلافات کی یہ وجہہ ہی کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک وقت سے مراد احرام کا وقت ہی تو یوم نحر اوسمین شامل نہین ہوسکتا اور امام مالک علیہ الرحمۃ کے نزدیک وقت سے مراد وہ زمانہ ہی جسمین بجز اعمال حج اور کوئی عمل مستحسن نہو اسوجہہ سے عمرہ انکے نزدیک باقی ایام ذی الحجہ مین مکروہ ہی اور ہمارے نزدیک وقت حج سے وہ وقت مقصود ہی جسمین حج کے اعمال ومناسک ادا ہون ایسا ہی بیضاوی مین ہی اگر اعتراض کیا جائے کہ حج کا وقت متعین ہوگیا تو اوسکے پہلے احرام جو اسکی شرط ہی کیونکر جائز ہوگا اسکا یہ جواب ہی کہ احرام اعمال حج سے اسیطرح خارج ہی جسطرح نیت نماز سے خارج ہی توجب اوسکو خارج اعمال حج تسلیم کرلیا تو قبل از وقت معینہ اسکی آغاز مین کیا نقصان لاحق ہوسکتا ہی اگر یہ اعتراض کیا جائی کہ اللہ پاک نے (اَشۡهُرٌ) لفظ جمع کا فرمایا ہی چاہیئے تہا کہ فرماتا دو مہینہ اور دس روز اول ماہ ذی الحجہ کے تو اسکا یہ جواب ہی کہ اول تو بعض کل کا قائم مقام ہوسکتا ہی دوسرے تین پر یا دو سے زیادہ پر جمع کا صادق آنا کوئی امر منصوص اور یقینی نہین بلکہ ممکن ہی کہ ایک سے زیادہ پر بھی جمع کا استعمال کیا جائی۔ جیسے اللہ پاک نے فرمایا (فَقَدۡ صَغَتۡ قُلُوۡبُكُمَا) قلب کی جمع قلوب کا استعمال فرمایا باوجودیکہ (کُمَا) ضمیر تثنیہ ہی جسکے طرف لفظ قلوب مضاف کیا گیا ہی اور ہدایہ مین ہی کہ ماہائے حج شوال وذیقعدہ وعشرہ اول ذی الحجہ ہین اور جبز عاشر ذی الحجہ کے گذرنے پر حج فوت ہوجاتا ہی تو ظاہر ہی کہ اگر وقت باقی رہتا تو فوت ہوتا کیونکر ممکن تہا اسلیئے (اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمَاتٌ) سے مراد دو مہینہ دس یوم ہی ہوسکتے

مین یعنی پورا مہینہ ماہ ذی الحجہ کا قولہ تعالیٰ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ
وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ یعنے جس شخص نے اپنے اوپر اُن ایام مین حج کرنا لازم
کرلیا تو اُسکو چاہیئے کہ حج مین رَفَثَ اور فُسُوقَ اور جِدَالَ نکرے رَفَثَ سے مراد
عورتون سے جماع کرنا یا جماع کی باتین یا فحش باتین کرنا۔ اور فُسُوقَ سے مراد وہ
گناہ ہی جس سے شرع کی حد سے خارج ہوجاتے یا فُسُوقَ سے مراد مسلمانونکو برے الفاظ
والقاب سے مخاطب کرنا اور جِدَالَ سے مراد جھگڑا ہی خواہ رفیقون سے ہو یا
خادمون سے یا مشرکون سے کیونکہ مشرک لوگ تقدیم وتاخیر وغیرہ مین جھگڑے کیا
کرتے تھے ہماری نزدیک تو احرام اور تلبیہ اور نیت سے مشروعیت ہوجاتی ہے
اور امام شافعیؒ علیہ الرحمۃ کے نزدیک صرف احرام سے۔ اور جبکہ رَفَثَ سے مراد
جماع یا ذکر جماع یا کلام فاحش ہی تو نکاح مُحْرِم و مُحْرِمَہ مین کوئی ہرج نہین صرف جماع
نہونا چاہیئے چنانچہ جائز گردانا ہی فقہانے نکاح کو اور اللہ تعالیٰ نے جو لاؔ نافیہ سے
رَفَثَ وغیرہ کا ذکر کیا ہی یہ بمعنی نہی کے ہے بلکہ نہی سے بھی زیادہ موکد ہوگیا ہی چنانچہ
مفسرین نے اسپر اتفاق کیا ہی اور ہرسہ امور ممنوعہ کا ایک حکم خیال کیا ہی مگر صاحب
ہدایہ نے اختلاف کیا اور کہا کہ جماع حلال ہوتا ہی۔ طواف زیارت سے فارغ ہوجانے
پر ایام نحر مین اور باقی محتاج طواف زیارت نہین ہین بلکہ حلال ہوجاتے ہین بعد
ذبیحہ عید کے خواہ طواف کرلیا ہو خواہ نکیا ہو اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ وَمَا تَفْعَلُوا
مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ یعنے جو تم نیکی کروگے یا کرتے ہو اوسکو اللہ تعالیٰ جانتا ہے
نیک اعمال کی ترغیب اور آمادگی کیواسطے فرمایا کہ تم لوگ ممنوعات سے جو ذکر کیے
گئے اُن سے بچو اور نیک کام کرو کیونکہ اللہ پاک تمہاری نیکی کو خوب جانتا ہے

اور چونکہ اہل یمن اکثر بلا زاد راہ کے قصد حج کرتے تھے اور ان پر فقدان معاش کی وجہ سے شدت و تکلیف ہوتی تھی تو وہ مجبور ہو کر اہل مکہ سے سوال کیا کرتے تھے جس سے لوگونکو ملال پہنچتا تھا اسواسطے اللہ پاک نے فرمایا تَزَوَّدُوا یعنے اپنے گھر سے زاد راہ لیکر چلو تاکہ تمکو سوال کی نوبت نہ آئے فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی سے یہ مراد ہو کہ سوال سے بچنا اور آدمیوں کو رنج پہنچانے سے پرہیز کرنا یہ عمدہ زاد ہو یا زاد راہ تو آخرت کا برائیوں اور ممنوعات سے بچنے مین کہ وہ خیر الزاد ہو اور چونکہ لوگ ایسا خیال کرتے تھے کہ جو لوگ حج کو آتے ہین اور تجارت بھی کرتے ہین تو وہ حاجی نہین ہو سکتے اور اونکو حج کا ثواب نہین ملیگا تو اللہ پاک نے فرمایا کہ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ یعنے تمپر کوئی گناہ نہین اگر تم اپنے خدا کے فضل سے فائدہ اوٹھاؤ یا اپنے رب کی عطا کی طلب کرو اس سے ثابت ہوا کہ حج کی راہ مین تجارت وغیرہ یا کسب معاش کا کوئی شغل ہو جائز ہو اور کشاف مین ہو کہ جب تک عبادت مین مشغول ہو جائز ہو اس کا بیان آئندہ سورۃ الحج مین بھی آئیگا انشاء اللہ تعالی وقولہ تعالی فَاِذَا اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ افاضت کے معنے ہین پانی کا کثرت سے گرنا یا ٹھہرنا اور اَفَضْتُمْ کا مفعول لفظ اَنْفُسَ محذوف ہو تو اب یہ معنے ہونگے کہ جب پھیر دو تم اپنے نفسونکو عرفات سے عرفات جمع ہو عرفہ کی اسکا نام عرفہ اسوجہ سے ہوا کہ یہ وضع ہوا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطے جب انھون نے دیکھا پہچان لیا اسلیے اسکو عرفہ کہا گیا یا یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا ؑ دونون یہان ملے اور ایک کو دوسرے نے پہچان لیا یا یہ کہ یہان آدمیون مین باہم تعارف ہو جاتا ہو اور مشعر الحرام ایک پہاڑی ہو جسپر امام کھڑا ہوتا ہو اور مزدلفہ اجتماع سے وضع کیا گیا ہو اسلیے کہ وہان حضرت آدم علیہ السلام

اور جو اُن دونون جمع ہوئے یا وہان درمیان دو نمازون کے جمع ہوتے ہین یا وہان لوگ قریش کے سب جمع ہوتے ہین تو اللہ پاک نے ہم کو حکم دیا اپنے ذکر کا مشعر الحرام کے پاس عرفہ سے چلنے کے بعد تو اسکے ضمن مین یہ بھی نتیجہ نکلا کہ عرفہ مین ٹھہرنا واجب ہی کیونکہ بغیر ٹھہرے وہان سے روانگی کا اطلاق نہین ہو سکتا اور ذکر سے مراد تکبیر اور تہلیل اور تلبیہ ہای تکبیر تو اللہ اکبر کہنا اور تہلیل لا الٰہ الا اللہ کہنا اور تلبیہ لبیک کہنا اور نماز دو مغرب اور عشا کی نماز بین ہین اور زاہدی مین ہی کہ یہی معنے قرین قیاس ہین کیونکہ محض ذکر زبان سے کرنا دوسرے مقام سے ظاہر ہوتا ہی جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا واذکروہ کما ھداکم اور پہلے سے مراد مزدلفہ مین ٹھہرنا معلوم ہوتا ہی اور وہ واجب ہی ہمارے نزدیک اور رکن نہین ہی اگر ترک ہو جائے بلا عذر تو قربانی لازم آتی ہی اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک وہ رکن ہی عملاً کیونکہ فاذکروا اللہ جیسے آیات سے رکنیت ثابت ہوتی ہی اور ہمنے اس وقوف کو اسطرح واجب جانا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمارے ساتھ ہو اس موقف مین ٹھہرے اور اس سے پہلے چلتے تھے عرفات سے تو تمام ہوئی حجت اسکی ساتھ متعلق ہونے پر تو اسبات سے وجوب پایا جاتا ہی جیسا کہ ہدایہ مین ذکر ہی اور طریقہ یہ ہی کہ ذی الحجہ کی آٹھوین کی صبح کو مکہ سے منا مین جاوے نوین کی فجر تک وہان ٹھہرے پھر اوسیدن عرفات مین آوے جب آفتاب ڈھلے امام دو خطبہ مثل جمعہ کے پڑھے اور ظہر کے وقت ظہر اور عصر دونون ساتھ ہی پڑھے اور غروب تک وہان ٹھہرا رہے وہ تمام موقف ہی سوائے بطن عرفہ کے وہان سے مزدلفہ مین آوے اور جبل قزح کے پاس اوترکر عشا کے وقت نماز مغرب و عشا کی ساتھ ہی پڑھے اور فجر کی نماز اندھیری صبح مین پڑھکر ٹھہرا رہے وہ بھی سب موقف ہے

سوائے وادی محسّر کے پھر فجر کی روشنی میں منا میں آوے لیکن وادی سے پھر سات بار جمرہ عقبہ میں کنکر پھینکے ہر ایک میں تکبیر کہے پھر چاہے ذبح کرے بال منڈوائے یا کتروائے پھر طواف زیارت کرے ایام نحر میں پھر منا میں اگر تین روز ٹھہرے دوسرے دن نحر کے زوال کے بعد کنکریاں پھینکے سات سات بار شروع کرے مسجد خیف سے پھر اوسکے نزدیک سے پھر عقبہ سے پھر دو دن اسیطرح ادا کرے پھر مکہ کو آوے اس سے زیادہ تفصیل کتب فقہ میں ہی یہاں اسیقدر کافی ہی اور قولہ تعالیٰ ثُمَّ اَفِیْضُوْا یہ خطاب اہل قریش کو ہی کہ چلو عرفہ سے نہ مزدلفہ سے اور یہ اسلیئے اونکو مخاطب کیا ہی کہ وہ مزدلفہ میں ٹھہرتے تھے اور تمام آدمی عرفات میں اور وہ وہان مزدلفہ میں ٹھہرنا اپنا نشان اور وجہہ امتیاز خیال کرتے تھے اور مزدلفہ سے رجوع کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ تمام مزدلفہ سے منا آنیوالون کو مخاطب کیا ہی اور بعض نے کہا کہ لفظ ناس بالکل ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہین یعنے چلو عرفات سے کہ جسطرح چلتے تھے حضرت آدم علیہ السلام اس سے یہ مطلب نکلا کہ یہ قدیم طریقہ ہی اسکو مت ترک کرو پھر

اللہ پاک نے بعد آیات فاصلہ کے فرمایا قولہ تعالیٰ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْٓ اَیَّامٍ

مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ تَعَجَّلَ فِیْ یَوْمَیْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ لِمَنِ اتَّقٰی وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ط ترجمہ اور یاد کرو اللہ کو کئی دن گنتی کے پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو دن میں اوسپر کچھ گناہ نہین اور جو کوئی رہ گیا اوسپر کچھ گناہ نہین جو کوئی کہ ڈرتا رہے اللہ سے اور تم ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم اوسیکے پاس جمع ہوگے صاحب مدارک وغیرہ نے ذکر کیا کہ ایام معدودات سے مراد ایام تشریق ہین اور زاہدی میں ہی کہ یوم النحر اور ایام تشریق مراد ہین اور ایام

معدودات سے مراد عشرۂ ذی الحجہ ہی فی الجملہ ذکر اللہ کا اُن دنون مین تکبیر کہنا ہی ہر نماز
کے بعد اور جمار کے وقت تم یہ کہتے ہین کہ اگرچہ ذکر اللہ اونمین تکبیر ہے بعد ہر نماز کے
یہ واجب ہی اوس شخص پر جسنے جماعت سے عرفہ مین صبح کی نماز ادا کی عید کی عصر
کی نماز تک اونکے نزدیک اور ایام تشریق کے آخری دن کے عصر تک ان دونون کے
نزدیک اور رمی پر محمل ہو پس یہ امر وجوب کے واسطے ہی اگرچہ ہوئے نحر کے دن لیلۃ ادی
رمی جمرہ کے وقت اور رمی الجمار تیسرا اوسکے بعد تین دن ہین وہ اگرچہ واجب ہون مگر
تکبیر ہر رمی پر سنت ہی تو یہ امر استحباب کا ہو جائیگا نہ وجوب کا اور زمانۂ جاہلیت مین
یہ رسم تھی کہ جو کوئی بوجہہ عجلت واپسی کے تیسرے روز تک بعد نحر کے نہین ٹھہرتا تو
اوسکو عرب اثم سے منسوب کرتے تھے اور بعض دو روز سے زیادہ ٹھہرنے والون کو
بہ تہمت اثم منسوب کرتے تھے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ جو کوئی بوجہہ عجلت دو روز سے
زیادہ تیسرے روز کے رمی جمار تک نہ ٹھہرے تو اوسپر کوئی گناہ نہین اور جو کوئی
بعد نحر تین روز ٹھہرے اور تیسرے روز بھی رمی جمار کرے تو اوسپر بھی کوئی گناہ نہین
اور رفث اور فسوق اور جدال سے پرہیز کرنا ضرور ہی اور یہ فرمانا اللہ پاک کا
اونکے گمان کے رفع کرنے کو ہی ورنہ تاخیر کرنا بالاتفاق مستحب ہی البتہ جائز ہی کہ
نہ ٹھہرے تو افضل و مفضول مین تخییر کرنا متصور ہوگا جیسے مسافر روزے اور افطار
مین تخییر کا مجاز ہی اگرچہ روزہ افضل ہی افطار سے اور اسی پر تمسک کیا صاحب ہدایہ
نے اور کہا کہ جسکو ضرورت ہو چلا جاوے اور جسکو ضرورت نہو چوتھے روز تک
تیسرا رمی الجمار کرے اور افضل یہ ہی کہ ٹھہرے اور رمی الجمار سوم کرے اسواسطے
کہ نبی علیہ السلام ٹھہرے اور تیسرا رمی الجمار کیا چوتھے روز۔ اور ذکر کیا کہ امام

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہی کہ چوتھے روز چاہے بغیر رمی الجمار کے قبل
طلوع فجر اور اگر فجر ہو جاوے تو بغیر رمی الجمار کے چلنا ناجائز ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ
علیہ کے نزدیک جائز ہی اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چوتھے روز قبل زوال
بھی رمی الجمار کرنا جائز ہی اور اون دونوں کے نزدیک بغیر زوال کے جائز نہیں بہ تتمہ تمام
مسائل حج کا مسئلہ شراب اور جوئے وغیرہ کی حرمت مین قولہ تعالیٰ
وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ط قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ
نَّفْعِهِمَا وَیَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ط وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی ط قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ
وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ
اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ط ترجمہ اور سوال کرتے ہین تجھ سے شراب اور جوئے کا کہدے
ان دونون مین بڑا گناہ ہی اور آدمیون کے لئے فائدہ ہی اور گناہ ان دونوں کا بڑا ہی
دونوں کے فائدے سے اور سوال کرتے ہین تجھ سے کہ کیا نفقہ دین کہدے کہ عفو اسطرح
ظاہر کرتا ہی اللہ تمھارے لئے نشانیان تا کہ تم فکر کرو دنیا اور آخرت کا اور سوال
کرتے ہین تجھ سے یتیمون کی بابت کہدے اونکے لئے اصلاح بہتر ہی اور اگر تم ملو
اُن سے تو وہ بھائی تمھارے ہین اور اللہ مفسد اور مصلح کو پہچانتا ہی اور اگر
چاہے اللہ تو تمکو ہلاکت مین ڈالدے تحقیق اللہ عزیز اور حکیم ہی واضح ہو کہ
ان آیات مین چند مسائل ہین پہلے ذکر شراب وجوئے کا ہی پس شراب کا یہ قصہ ہی
کہ جب نازل ہوئی یہ آیت وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ
سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ط اُسوقت مسلمان لوگ شراب پیتے تھے اور اُنکو حلال

اور مباح تھی پھر ایک زمانہ گذرنے پر حضرت عمرؓ اور چند صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم آپ شراب کو منع فرمادین کیونکہ یہ عقل کھوتی ہی اور مال کو ضائع کرتی ہی تب یہ آیت نازل ہوئی قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ تو بعض نے مے نوشی ترک کردی اور بعض نے بدستور شراب خواری جاری رکھی اس حالت مین بھی ایک زمانہ گذرا تا آنکہ عبدالرحمن بن عوف اور چند صحابہ نے مے نوشی کی اور برائے نماز کھڑے ہوئے تو اسطرح قرأت جاری کی قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ بجائے لَا أَعْبُدُ کے صرف أَعْبُدُ کہا رواضح ہو کہ لَا أَعْبُدُ کے یہ معنے ہوتے ہین کہ ہم مثل تمھارے ای کافرو بتون کی پرستش نہین کرتے اور لا حذف کرنے سے یہ معنے ہوگئے کہ ہم بھی مثل تمھارے بتونکی پرستش کرتے ہین تب یہ فرمان الٰہی نازل ہوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ جب اسپر بھی زمانہ گذرا تو ایک روز عثمان بن مالک نے ایک گروہ مسلمین کی دعوت کی اور اوس مجمع مین خوب مے نوشی ہوئی جب لوگ مست ہوئے تو باہم لڑنے جھگڑنے لگے اور زدوکوب ہوئی تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ ای الٰہی ہمارے واسطے شراب کے متعلق بیان شافی نازل فرما تب یہ آیت نازل ہوئی قولہ تعالیٰ إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ ... فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ تک یہ آیت سورۂ مائدہ مین ہی اور اس سے قطعی حرمت ثابت ہوئی سبحان اللہ کیا شان الطاف الٰہی ہی کہ جس چیز کے وہ لوگ عادی تھے اوسکو یک لخت ممنوع نہین فرمایا بلکہ رفتہ رفتہ ممانعت کے احکام صادر فرمائے جس سے بندون کو اوسکا ترک کرنا موجب اذیت ودشواری نہوا خلاصہ یہ کہ پہلے شراب بالکل حلال تھی پھر اوسکو گناہ مین شامل کیا گیا پھر اوسکو نماز کے اوقات مین حرام گردانا

پھر اوسکو حرام مطلق فرمادیا تو اس آیت سے جسکو ہم بیان کر رہے ہین صرف اوسکا گناہ ہونا ثابت ہوتا ہی اور حرمت قطعیہ اوسکی آیت مائدہ سے ثابت ہی اب اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ جب خمر کو یہان موجب گناہ ظاہر کردیا تو آیت مائدہ مین اظہار حرمت کی کیا ضرورت تھی اسواسطے کہ جو چیز گناہ ہی وہ ضرور حرام ہی اسکا یہ جواب ہی کہ پہلے خمر حلال تھی اسکا موجب گناہ ہونا بسبب زیادتی کے ہو یا بسبب نقصان مال اور زوال عقل اور ضائع ہونے وقت اور فوت ہونے نماز کے ہو تو یہ ممانعت عارضی ہوگی نہ حقیقی اسواسطے قطعی حرمت کے حکم کی حاجت تھی اگر یہ اعتراض کیا جاے کہ اللہ پاک فرماتا ہی کہ خمر مین منافع ہین آدمیون کے واسطے تو ممکن ہی مریضون کے واسطے موجب شفا ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کو اللہ پاک نے حرام کردیا اوس مین شفا نہین دونون کیونکر صحیح ہوسکتے ہین اسکا یہ جواب ہی کہ جب تک خمر گناہ مین شامل تھی اور قطعی حرام نہ تھی تب تک اوسمین منافع مثل شفا مریض وغیرہ تھی جب حرام مطلق ہوگئی تو اوسکے منافع اور شفا بھی سوخت ہوگئے۔ خمر انگور کا شیرہ ہی جو سڑایا جاتا ہی کہ اوسپر جھاگ وغیرہ آجاے اور نشہ کرنے لگے یہ تعریف خمر کی ہمارے نزدیک ہی اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر ایک شیرہ خواہ انگور کا ہو خواہ چھوارے کا جو مسکر ہو خمر ہی کیونکہ وہ عقل کھوتا ہی یہ بڑی بحث ہی اسکا مفصل ذکر سورۂ مائدہ مین انشاء اللہ کیا جائیگا۔ اب میسر کی حقیقت بیان کیجاتی ہی کہ عرب مین جوے کا یہ دستور تھا کہ دس قطعہ پاسہ کے تھے سات پر خطوط تھے اور اونمین سے ہر ایک پاسہ ایک مقدار قیمت کو معین تھا اور تین پاسہ خالی تھے اون دسون کو ایک تھیلی مین ڈالتے تھے اور ایک معتبر آدمی ہر ایک کے

نام سے ایک پاسہ نکالتا جو پانسہ برآمد ہوتا اُسکی تعداد کے موافق زر مجموعہ سے وہ شخص
لے لیتا اور جسکے نام پر خالی نکلتا وہ محروم رہجاتا جب کھیل چکتے تو جو کچھ روپیہ جیتا ہوا
ہوتا وہ کل فقرا کو دیدیتے کوئی اپنے گھر یا اپنے کام مین نہ لاتا یعنے صرف نہ کرتا اور
اسی طریقہ پر فخر کرتے تھے اور جو اسمین شامل نہوتا اوسکو برا جانتے یہ بیان مفصل
صاحب مدارک نے کشاف سے نقل کیا ہی یہ طریقہ قمار بازیکا عرب مین تھا پس اسکے
تحت مین نرد اور شطرنج وغیرہ بھی داخل ہین جو ان مین قمار بازی ہو اور اگر صرف ایک ہی
طرف سے دیا جاتا کسی رقم کا مقرر ہو تو وہ قمار نہین اسکی اجازت ہی پس وہ چیز کہ اجماعًا
حرام ہی وہ نرد بازی ہی اور جسمین اختلاف ہی اباحت وحرمت مین وہ شطرنج ہے
اسکا مفصل ذکر سورۂ مائدہ مین آئیگا پس اللہ تعالے کا فرمانا کہ اسمین منافع ہین اور
گناہ ہی تو گناہ قمار کا یہ ہی کہ اس سے نماز فوت ہوتی ہی مال ضائع ہوتا ہی وقت رائگان
جاتا ہی اور شراب مین زوال عقل معہ دیگر نقصانات کے ظاہر ہی چنانچہ نقل ہی حضرت
جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے کہ انھون نے کہا مینے شراب کبھی نہین پی کیونکہ وہ عقل
زائل کرتی ہی اور مینے کبھی بتون کو نہین پوجا کیونکہ وہ نفع نقصان نہین پہنچا سکتے
اور مینے کبھی زنا نہین کیا کہ غیرت کے خلاف ہی اور مینے جھوٹ نہین بولا کیونکہ
کاذبین کو ذلیل اور خوار پایا اور منافع خمر جسمانی تو مثل ہضم طعام ہین اور اخلاقی
مثل زیادتی تواضع وغیرہ وغیرہ کے اور مالی مثل نفع بیع وشرا اسکے ہین اور قمار بازیکا
نفع مثل امداد غربا اور حصول مال بلا مشقت ومحنت وغیرہ متصور ہو سکتے ہین پس اُنکے
کل منافع سے اُنکے اثم زیادہ اور کبیرہ ہین اور فواحش ومضار سے خالی نہین اور بعض نے
معنی آیت مین کہا ہی کہ ارتکاب وترک مین دو نونکے دو چیزین ہین گناہ کبیرہ ومنافع

پس گناہ ان دونون کے ارتکاب مین ہر اور منافع انکے ترک مین ہے تو اب ایل ضعیف وناکارہ تر بہائم ایسکے ضعف کو سمجھ سکتا ہر قولہ تعالیٰ وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ اسکا یہ بیان ہر کہ عمرو بن الجموح نے سوال کیا کہ کیا خیرات کرین تو اوسکے جواب مین نازل ہوا کہ ان لوگون کو دو صراحت کے ساتھ اور کیفیت دو اجمالی طریقہ پر ضمناً جیسا کہ اس آیت سے ثابت ہر قولہ تعالیٰ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ یہ اس غرض سے فرمایا کہ بہ نسبت مقدار صدقہ کے مصرف کا ظاہر کرنا زیادہ ضروری امر تھا یا یہ کہ سائل نے دونون امر کو دریافت کیا تھا کہ کسقدر دین اور کن لوگون کو دین اسلیئے دونون امر ظاہر کئے گئے مگر امر تعداد صدقہ مفصل نہ تھا تو دوبارہ سوال ہوا اور اوسکے جواب مین فرمادیا گیا کہ عفو یعنے جو روپیہ مصارف ضروری سے زائد ہو مطلب یہ نکلا کہ جو روپیہ تمھارے مصارف اور حاجات سے بچے وہ اسطرح تقسیم کرو جیسا کہ ترتیب وار بتادیا گیا ہی اور ایسا صدقہ نہ دو کہ خود محتاج رہ جاؤ تو ابتدا اسلام مین ضرورت سے زیادہ صدقہ کو دیدینا فرض تھا مگر پھر وہ آیت زکوٰۃ سے منسوخ ہو گیا اور صدقہ کے واسطے عشر کی چوتھائی قرار پائی یہی حسینی مین ہی اور یہی زاہدی اور مدارک مین اور کشاف اور بیضاوی نے عفو کی یہ تفسیر کی ہی کہ جو آسان ہو یعنے جسقدر صدقہ دینا تمکو آسان معلوم ہو گران نگذرے اوسقدر صدقہ دو اور یہ جو اللہ پاک نے فرمایا کہ اسیطرح اللہ ظاہر کرتا ہی تمھارے واسطے آیات تاکہ تم سوچو مدعا یہ ہی کہ تم اپنے نفع اور نقصان اصلاح و ضرر کو سوچو اور حرام چیزون سے جو تمکو نقصان رسان ہین بچو اور حلال اور عمدہ چیزین جو تمکو

فائدہ بخشتی ہین اختیار کر دیا ان حرام وحلال اشیاء کے نفع ونقصان سے عاقبت
کے عذاب وثواب کا اندازہ کرواب یتیمی کے متعلق کیفیت ہے کہ جب یہ آیت
نازل ہوئی کہ قولہ تعالیٰ لا تقربوا مال الیتیم وقولہ تعالیٰ ان الذین
یاکلون اموال الیتمٰی ظلما تو اولیائے یتیمی نے یعنے جو لوگ یتیمون کی حفاظت
ونگہداشت کرتے تھے اونھون نے یتیمون سے دست برداری کی اور اونکے اموال کو
ترک کردیا اور اون سے ملنا جلنا بھی چھوڑ دیا اور اونکے ساتھ کھانے اور ایک فرش پر
بیٹھنے سے پرہیز کرنے لگے اور بہت تعصب سے پیش آنے لگے لوگون نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو اسکی خبر دی تب یہ آیت نازل ہوئی قل اصلاح
لہم خیر کہ اونکے مال کی اصلاح کرنا اور اونکی تربیت بہتر اور خیر ہے اور اون کے
ساتھ میل جول کرنا اپنے کامون مین انکو شریک کرنا اور اونکے کامونمین خود شریک
ہونا بہتر ہے وہ تو تمھارے دینی بھائی ہین کوئی غیر اور اجنبی نہین ہین یعنے مخالطت
کرو اور اون سے رشتہ داری کرو اونکے مال کی اصلاح اور اونکی تربیت کرو انکو
فساد مین مت ڈالو اللہ تعالےٰ مصلح اور مفسد کو پہچانتا ہے یعنے جو شخص یتیمی سے بنظر
اصلاح حال اونکی مخالطت کرتا ہے اللہ پاک اوسکو بھی پہچانتا ہے اور جو شخص بغرض فساد
اون سے ملتا ہے اللہ پاک اوسکو بھی پہچانتا ہے اور ولو شاء اللہ لاعنتکم سے یہہ
مراد ہے کہ اگر اللہ چاہے تو تم کو ہلاکت وبلا مین مبتلا کردے موافق تمھارے فساد و
بدنیتی کے خلاصہ یہ نکلا کہ یتیمون کے اولیا پر اونکے مال کی حفاظت اور اسکی اصلاح
حال فرض ہے اگر ترک کرے تو گناہ ہوگا اور یتیمی سے بغرض فساد ملنا بھی گناہ ہے
اور بنظر صلح ونفع بدون خیانت وبدنیتی کے اونسے ملنا جائز ہے بغیر افراط وتفریط کے

اور

اور زاہدی میں ہو کہ فرمایا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہ مخالطت کے یہ معنے ہیں کہ
کہ تم اونکا کھانا کھاؤ اور وہ تمھارا کھانا کھائیں اور یہ آیت دلالت کرتی ہو مخالطت
کے جائز ہونے پر سفر اور حضر میں پس کھانا برابر جمع کریں اور ملکر کھائیں خواہ ہمیں سے
ایک زیادہ کھائے اور دوسرا کم کھائے تو ہرج کچھ نہیں تو جب تھوڑے مال میں یہ جائز ہو
تو زیادہ مال میں بھی بدرجہ اولی جائز ہوگا یہ الفاظ ہیں زاہدی کے انکو یاد رکھنا چاہیے
کیونکہ آجکل ہمارے زمانہ کے متعصب مشائخ اسپر بہت زور دیتے ہیں کہ تقسیم میں عدل ہونا
چاہیے تو اونپر یہ روایت زاہدی کی حجت ہوسکتی ہو یتیم اوسکو کہتے ہیں کہ جسکا باپ
مرگیا ہو اور نابالغ رہگیا ہو اور اللہ تعالے نے یتیموں کے مال کھا جانے پر سخت ممانعت
کی ہو اور وعید فرمایا ہو اسکے مفصل احکام کتب فقہ میں موجود ہیں اور یتیم کے متعلق مسائل
آئندہ سورۃ النساء میں آوینگے انشاء اللہ تعالے اسئلہ مشرکین اور مشرکات کا
نکاح مومنین اور مومنات کے ساتھ ناجائز ہونے میں قولہ تعالی

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ
وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ
يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ ترجمہ اور مت نکاح کرو مشرکہ عورتوں سے جبتک وہ ایمان نہ لائیں اور
تحقیق ایمان والی لونڈی بہتر ہی مشرکہ عورتوں سے اگرچہ تم کو پسند آئیں اور نکاح نہ کرو
مشرکین سے جبتک وہ ایمان نہ لائیں اور تحقیق ایمان والا غلام بہتر ہی مشرک مرد سے
اگرچہ تمکو پسند آئے یہ بلاتے ہیں تمکو دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہی جنت کی طرف
اور مغفرت کی اپنے حکم سے اور ظاہر کرتا ہی اپنی نشانیاں آدمیوں کے لیے؟

شاید کہ تم عقل پکڑو یہ آیت دلالت کرتی ہی کہ مومنین کا نکاح مشرکات کے ساتھ اور مومنات کا نکاح مشرکین کے ساتھ ناجائز ہی چنانچہ مومنین کا نکاح مشرکات کے ساتھ ناجائز ہونا لو لا تنکحوا المشرکت سے ثابت ہی اور اسکا یہ قصہ ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے حضرت مرثد الغنوی کو جو کہ ایک شجاع آدمی تھے مکہ معظمہ کو اس غرض سے بھیجا کہ جو مسلمان مکہ مین کفار کے خوف سے چھپے ہوئے ہین اون کو لے آئین پس جب وہ مکہ پہنچے تو ایک عورت مشرکہ نے جو بہت حسین اور مالدار اور اُنکی قدیم ملنے والی تھی اونسے اپنی رغبت اور عشق اونپر ظاہر کیا انھون نے خدا کے خوف سے اوس سے انکار کیا اور اوسکے ساتھ نکاح کو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی اجازت پر موقوف رکھا پس جب وہ واپس خدمت نبوی مین حاضر ہوئے تو یہہ تمام قصہ عرض کیا اور نکاح کی اجازت چاہی اوسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور تفسیر حسینی مین ہی کہ ولامۃ مؤمنۃ کی وجہہ نزول یہ ہی کہ ایک روز عبداللہ بن رواحہ نے اپنی لونڈی کو مارا اختلاف مزاج پر تو اوس لونڈی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم کی خدمت مین پیش ہو کر شکایت کی اوسپر آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے استفسار فرمایا تو اونھون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ نماز پڑھتی ہی اور روزہ رکھتی ہی اور اللہ اور اوسکے رسول پر ایمان رکھتی ہی لیکن میری اطاعت نہین کرتی تو فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم نے کہ وہ مومنہ ہی تو اُسکے ساتھ احسان کرو تو اونھون نے اُسکو آزاد کر دیا اور اوسکے ساتھ نکاح کر لیا اوسپر کفار نے اونپر طعنہ زنی کی اور کہا کہ ابن رواحہ نے کالی لونڈی سے نکاح کر لیا باوجودیکہ اوسکو فلان مشرکہ طلب کرتی تھی تب یہ آیت نازل ہوئی اور اس سے ثابت ہے کہ

مومنین کا نکاح مشرکات سے قطعی حرام ہی لیکن یہ حرمت اوس وقت تک ہی جب تک کہ مشرکہ ایمان نہ لائے لیکن مشکل یہ ہی کہ فقہائے مومنین کا نکاح کتابیہ سے جائز رکھا ہی خواہ لونڈی ہو یا آزاد بیضاوی میں لکھا ہی کہ یہ آیت اگرچہ شامل ہوتی ہی کتابیہ مشرکہ کو بھی اوسکے قائل ہیں عزیر کے ابن اللہ ہونے کی لیکن وہ مخصوص ہی اس قول الٰہی سے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ سورۃ المائدہ میں اس سے جائز ہی اونکے ساتھ نکاح اور کشاف میں ہی کہ یہ آیت مائدہ سے منسوخ ہی اور زاہدی میں ہی کہ اسمین بعض منسوخ ہی اور بعض باقی اور ماحصل یہ ہی کہ کتابیہ سے نکاح جائز ہی اور دیگر مشرکات سے حرام اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد محض حربیہ و مشرکہ ہی تو یہ آیت غیر منسوخ رہے گی اور نہ مخصوصہ ہوگی جیسا کہ صاحب کشاف نے خیال کیا اور میرے خیال میں یہ بات ہی کہ اللہ پاک نے شرط ایمان کی لگائی ہی اللہ اور رسول ؐ اور کتاب پر تو کتابیہ ضرور ان تینوں امور پر ایمان رکھتی ہین اسواسطے کتابیہ سے نکاح جائز ہے بخلاف دیگر مشرکات کے اور مشرکات کا لفظ عام ہی مجوسی اور بت پرست کو لیکن صاحب ہدایہ نے اسکو مخصوص کیا ہی بت پرستون کے واسطے اور مجوسی کی بابت تو پہلی حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے وارد ہو چکی ہی کہ آپنے فرمایا کہ مجوسیون کے ساتھ اہل کتاب کا سا برتاؤ کرو مگر اونکی عورتون سے نکاح مت کرو اور اونکا ذبیحہ مت کھاؤ تو معلوم ہوا کہ مجوسیونکی بابت حدیث سے صاف ممانعت معلوم ہوگئی تھی اس آیت سے صرف مشرکین کی بابت حکم ظاہر ہوا قوله تعالیٰ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا سے مراد یہ ہی کہ زنان مومنہ کا نکاح مشرکین سے مت کرو تا آنکہ مشرکین ایمان نہ لاوین اگرچہ مشرکین خوبصورت ہون حَتّٰى يُؤْمِنُوْا سے بطریق استدلال سابق مفہوم ہوتا ہی

کہ یہ حکم شامل ہوگا مسلم اور کتابی کو یعنے کتابی سے زن مومنہ کا نکاح جائز ہو مگر یہ خلاف ہی بالاتفاق قولہ تعالی اُولٰئِكَ يَدْعُونَ اِلَى النَّارِ سے یہ مدعا ہی کہ مشرکین اور مشرکات ایسے اعمال کی طرف ترغیب دیتے ہین جو موجب دخول فی النار ہون اور وَاللّٰهُ يَدْعُوا اِلَى الْجَنَّةِ سے یہ مراد ہی کہ مومنین یا اولیا، اللہ ایسے اعمال کی طرف متوجہ کرتے ہین جو مستوجب دخول جنت ہون ظاہر ترجمہ یون ہو سکتا ہی کہ اللہ بلاتا ہی جنت اور مغفرت کی طرف مگر لفظ اولیا اسکے پہلے مقدر اس قرینہ سے تسلیم کیا گیا ہی آگے اللہ تعالی نے فرمایا بِاِذْنِهٖ یعنے خدا کے حکم سے تو خود خدا کو اپنے اذن کی کیا ضرورت ہے اسلئے یہ معنے ہوئے کہ اولیاء اللہ بلاتے ہین جنت اور مغفرت کی طرف خدا کے حکم یا اذن سے مسئلہ حرمت مقاربت بحالت حیض اور عورت کے ساتھ دبر مین مجامعت کرنے کی حرمت ہین قولہ تعالی وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ

قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ

فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ

مُّلٰقُوْهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ترجمہ اور پوچھتے ہین تجھ سے حکم حیض کا تو کہدے وہ گندگی ہی سو تم الگ رہو عورتون سے حیض مین اور نزدیک نہو اون سے جب تک پاک نہو وین پھر جب پاک ہون تو جاؤ اونکے پاس جیسا حکم کیا تمکو اللہ نے اللہ کو خوش آتے ہین توبہ کرنے والے اور خوش آتے ہین پاکیزہ رہنے والے عورتین تمھاری کھیتی ہین تمھارے لئے سو جاؤ اپنی کھیتی مین جسطرح چاہو اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تمکو اس سے ملنا ہی اور خوشخبری سنا ایمان والون کو واضح ہو کہ

اسکی

اسکی شان نزول اسطرح ہی کہ اہل عرب حائضہ سے اجتناب بہت کرتے تھے یہانتک کہ نہ ساتھ کھاتے نہ پیتے نہ ایک مکان مین رہتے مثل یہود یونکے اور مثل مجوسیون کے پس سوال کیا ثابت بن دحداح نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم سے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ موسم شدید ہی اور کپڑے قلیل ہین جو صرف ایک آدمی کو کافی ہوسکتے ہین تو ہم باہم ہنگام خواب جمع ہوسکتے ہین یا نہین اور ہمکو کیا برتاؤ برتنا چاہیے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ تم اون سے مجامعت نکرو جب تک پاک ہوجاوین اور ایسے سخت اجتناب کی ضرورت نہین اور روایت ہی کہ یہود تو حائضہ عورتون سے اسقدر سخت نفرت کرتے تھے کہ اون سے کلام تک مکروہ جانتے تھے ملنا جلنا تو درکنار اور نصاریٰ حائضہ عورتون سے بلاتکلف مجامعت کرتے تھے اور خیالات رکھتے تھے تو حکم الٰہی نازل ہوا کہ تم لوگ متوسط طریقہ اختیار کرو افراط وتفریط دونون کو چھوڑو جسقدر اجتناب کا حکم دیا گیا ہی اوسکو بجالاؤ باقی امور مین حسن سلوک سے پیش آؤ اور صرف موضع حیض مراد لیا ہی اذی سے بالاجماع یعنے وہ مقام کراہت ونفرت ہی اور اذی کے معنے نجاست یا درد کے ہین کیونکہ توجہہ اخراج خون نجاست ہی اور بوجہہ اسکے کہ ایام حیض مین مجامعت سے عورت کو تکلیف ہوتی ہی درد کے معنے لیے جاسکتے ہین اب مقدار استمتاع مین فقہا کو اختلاف ہے تو امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف رحمہما اللہ سے مروی ہی کہ زیر ناف سے گھٹنون تک استمتاع ممنوع ہی اور محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہی کہ صرف موضع فرج سے استمتاع ممنوع ہی اور اسی قول کی تائید مین وہ روایت ہی جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ موضع مخصوص سے اجتناب ہی اور یہی قول الٰہی سے پایا جاتا ہی کہ مجامعت و مقاربت کا امتناع ہی اور تطہرن کی قرأت تشدید اور تخفیف دونون طرح ہوسکتی ہی

تو بحالت تشدید انتہاء حرمت غسل تک ہوگی او بحالت تخفیف انتہا حرمت خون
بند ہونے تک تو یہ دو نو قرائتین مثل دو متعارض آیتون کے ہوجائینگی اور تعارض
مین یہ حکم ہی جبکہ تاریخ معلوم نہو اول توفیق کرے پھر ترجیح کرے پھر تساقط کرے
تو ہمنے بیان توفیق کرلی اسطرح کہ بحالت تشدید یہ معنے ہونگے کہ اگر دس روز سے
کم مین خون بند ہوجائے تو غسل تک انتہاء مدت حرمت ہی اور بحالت تخفیف یہ
معنے ہوے کہ پورے دس روز گذرنے پر صرف خون کا بند ہونا انتہاء مدت حرمت کو
کافی ہی تو اسس توفیق سے تعارض باقی نرہا اور دونو قراتون سے ایک ہی معنے نکل
آئے اور زن کتابیہ کے لیے صرف انقطاع خون حیض کافی ہی اگرچہ دس روز سے
کم مین بند ہوگیا ہو اور دس روز سے زیادہ خون جاری رہنے کو استحاضہ مین تصور
کیا جائیگا تو دس مین انقطاع خون کی شرط نہین لیکن قول الٰہی کہ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ
فَأْتُوهُنَّ اسس امر پر دلالت کرتا ہی کہ اوسکی قرأت بالتخفیف نہین ہی کیونکہ اسکی قرأت
بالتشدید پر سب کا اتفاق ہی تو اوسکی قرأت بھی بالتشدید ہی ہونا چاہیے یہ سخت
مشکل ہی گو اسکے جواب علمانے دیے ہین لیکن ضعیف ہین خلاصہ قول بیضاوی یہ ہی کہ
قولہ تعالیٰ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ دلالت کرتا ہی جواز تاخیر پر غسل سے یعنے بعد غسل طہارت
مقصود ہی اور اسی قول سے صاحب کشاف اور صاحب مدارک نے اتفاق کیا ہے اور
یہی مذہب امام شافعی علیہ الرحمہ کا ہی اور قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ
کے یہ معنے ہین کہ جو لوگ پہلے حالت حیض مین عورتون سے مجامعت کرچکے یا جانب
دبر سے وطی کرچکے وہ تائب ہون اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والون کو دوست رکھتا ہی اور
نَآتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ کا یہ بیان ہی کہ یہود یونکا عقیدہ تھا کہ جو شخص عورت سے

پیچھے سے مجامعت کریگا اوسکی اولاد اندھی پیدا ہوگی اور علی ہذا القیاس تو اونکے
جواب مین اللہ پاک نے فرمایا کہ عورتین تمھاری کھیتیان ہین جسطرح چاہو آگے پیچھے
بیٹھے لیٹے وغیرہ صورتون سے مقام حرث مین جسطرح کہ اللہ پاک نے تمکو حکم دیا ہے
مجامعت کرو وَقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ سے یہ مراد ہے کہ قبل مجامعت اعمال حسنہ کرو مثل طلب
فرزند صالح یا بسم اللہ پڑھکر مشغول ہونا وغیرہ اور ڈرو اللہ سے ممنوع فعل کے ارتکاب
مین اور یقین رکھو کہ تم اللہ پاک سے ملنے والے ہو وہ تمھارے ظاہر باطن کو خوب جانتا ہے
اور زاہدی مین ہے کہ لوگ اوسکو موؤدہ صغریٰ کہتے تھے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے عرض کیا آپنے فرمایا کہ کاذب ہین یہود اللہ تعالے نے حکم دیا ہے کہ اَنّٰى شِئْتُمْ کہ
اگر چاہو اعتزال کرو اور اگر چاہو مقاربت نکرو اہل اصول نے اسمین بحث کی ہے کہ لفظ اَنّٰى
مین مشکل ہے کبھی تو یہ لفظ مِنْ اَيْنَ کے معنے مین آتا ہے جیسے کہ قول الٰہی مین قولہ تعالیٰ
اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ تو اس لفظ کے معنی مین اشتباہ واقع ہوا تو روافض نے کہا معاذ اللہ
منہ اس سے مراد ہے جسطرف سے چاہو مجامعت کرو خواہ قُبُل سے خواہ دُبُر سے اور ہم
یہ کہتے ہین کہ معنے کَیْفَ کے ہین یعنے جسطرح چاہو بیٹھے ہوئے یا کھڑے ہوئے یا لیٹے
ہوئے مگر فرج مین کیونکہ اللہ پاک نے کھیتی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ مقام تولید
بچہ نطفہ سے وہی ہے اور نیز شان نزول آیت بھی اسی پر دلالت کرتی ہے اور مجامعت
سے مقصود اجرائی نسل فرج سے ہی ہوسکتا ہے نہ دُبُر سے اسلئے ہمارے نزدیک
عورت کی دُبُر مین وطی کرنا حرام ہے اور اسکو بھی لواطت کہینگے اسیواسطے فقہا نے کہا ہے
کہ اگر مرد عورت سے حالت حیض مین ارادہ مجامعت کا کرے یا موضع دُبُر مین اور عورت
ایسے مرد کو قتل کر ڈالے تو عورت پر نہ قصاص واجب ہوگا نہ دیت۔ اور حالت حیض مین

وطی کرنا گناہ ہی اگر اتفاقاً ایسا گناہ ہو جائے تو توبہ کرے اور ایک دینار صدقہ دے
اور اہل اصول نے بحث کی کہ وطی حالت حیض میں حرام لغیرہ ہے یعنے بوجہ اذی کے
تو اعتراض ہوا اگر بوجہ اذی کے حرمت ہی تو بحالت استحاضہ بھی وطی کا ہونا حرام ہونا چاہیے
کیونکہ اذی جو علت حرمت ہی وہ اسمیں بھی موجود ہی اسکا جواب دیا گیا کہ بعض اوقات
ممکن ہی کہ استحاضہ دائمی ہو جائے تو ایسی حالت میں عورت ہمیشہ کو متروک ہو جاویگی
جو خلاف نص ہی مسئلہ معصیت پر حلف نہیں ہوتا اور حلف کی زیادتی نہ چاہیے اور

تقسیم ایمان کا بیان اور وجوب کفارہ اسمیں قولہ تعالیٰ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً

لِّاَیْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ لَا يُؤَاخِذُ

كُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ

ترجمہ اور مت گردانو اللہ کو ہتھکنڈا اپنی قسموں کا یہ کہ سلوک نہ کرو اور پرہیزگاری
اور صلح کرو درمیان لوگوں کے اور اللہ سنتا ہی اور جانتا ہی اور اللہ مواخذہ نہیں کرتا
تمھاری ناکارہ قسموں میں لیکن پکڑتا ہی تمکو ان کاموں میں جو کرتے ہیں دل تمھارے
اور اللہ غفور اور حلیم ہی واضح ہو کہ یہ دو آیتیں ہیں پہلی سے ثابت ہی کہ معصیت پر حلف
کرنا جائز نہیں ایک سبب سے اور زیادہ حلف نہ کرنا دوسری وجہہ ہی چنانچہ اسکی شان
نزول اسطرح ہی کہ عبد اللہ بن رواحہ کی عداوت انکی بہن اور بہنوئی سے ہو گئی جنکا بشیر
بن نعمان نام تھا تو عبد اللہ بن رواحہ نے قسم کھائی خدائی بزرگ و برتر کی کہ اسنے کلام
نہ کرینگے اور انکے حق میں نیکی نہ کرینگے اور انکے دشمن سے اونکی صلح نہ کرائینگے تب یہ آیت
نازل ہوئی کہ تم لوگ اللہ پاک کو اپنی قسموں کا ہتھکنڈا نہ بناؤ یہ اکثر تفاسیر میں ہے اور
قاضی بیضاوی نے لکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم نے حلف کیا تھا کہ کبھی

مسطح

مسلح کے ساتھ سلوک نہ کرونگا کیونکہ اسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر افترا کیا
تھا تب یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت مین لفظ اسم محذوف ہی جو اللہ کی طرف
مضاف ہونا چاہیے تھا یعنے قسم مین اللہ کا نام عرضہ نہ بناؤ اور نیکی اور تقوی و صلح
نہ کرنے کی قسم نہ کھاؤ پس چاہیے کہ بد کامون پر یا نیک کامون سے باز رہنے پر قسم
نہ کھائے اگر ایسا کیا ہو تو قسم کو توڑ ڈالے اور کفارہ دے دوسرے یہ کہ بہت قسم نہ کھایا
کرے اور ایک اثر صحیح مین واقع ہوا ہی کہ قسم سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ اگر دروغ قسم
کھائے تو عند اللہ مواخذہ ہوگا اور اگر سچی قسم کثرت سے کھائے تو افلاس و فقر لاحق
ہوگا اب قسم کے انواع بیان کیے جاتے ہین واضح ہو کہ قسم کی تین قسمین ہین ایک تو لغو
دوسرے غموس تیسرے منعقدہ۔ قسم لغو تو وہ ہی کہ جو عادتًا تاکید کلام وغیرہ پر بولتے ہین
جیسے ہندوستانی لوگ واللہ باللہ یا باللہ العظیم اپنا تکیہ کلام کر لیتے ہین اور عرب
لوگ لا واللہ یا بلے واللہ کہا کرتے ہین اس سے پرہیز رکھنا چاہیے اور عفو کی امید پر
توبہ کرنا چاہیے دوسری غموس وہ ہی کہ کسی واقعہ گذشتہ کی صداقت پر قسم کھائی جاوے
پس اگر نفس واقعہ کے خلاف قسم کھائی مگر قسم کھانے والا اسکو حق جانتا ہی تو وہ قسم
ہمارے نزدیک داخل لغو ہو جائے گی اور اگر عمدًا حق چھپانے کی وجہ سے جھوٹ قسم
کھائی تو یہ غموس ہوئی اسپر گناہ عائد ہوتا ہی اور منعقدہ وہ ہی کہ آئندہ کے کام کی بابت
حلف اوٹھایا کرے یا نہ کرنے کی بابت تو اوسپر کفارہ لازم ہی بحالت حلف شکنی کے
اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک غموس اور منعقدہ دونون پر کفارہ ہی واضح ہو کہ اللہ
پاک نے دو مقام پر قسمون کا ذکر کیا ہی ایک تو یہان دوسرے سورۃ المائدہ مین اور
دونون جگہہ فرمایا کہ لغو پر مواخذہ نہ کیا جائیگا مگر لغو کے علاوہ جھوٹ قسم کھانے پر

بیان تو محض موجب بیان فرما کر بشارت مغفرت دی اور سورۂ مائدہ میں قسم منعقدہ کی بابت فرمایا کہ اسکا کفارہ دس مساکین کو کھانا کھلانا ہی پس اس سے امام شافعی علیہ الرحمہ نے لغو کے علاوہ دونوں قسموں پر کفارہ واجب گردانا اور ہمنے صرف منعقدہ پر کفارہ کو واجب جانا مسئلہ طلاق اور عدت کے بیان مین مسئلہ ایلا کا ذکر

قولہ تعالیٰ الَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَاءُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ترجمہ جو لوگ قسم کھا رکھتے ہین اپنی عورتون سے اونکو فرصت ہی چار مہینے پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہی اور اگر ٹھہرایا رخصت کرنا تو اللہ سننے والا اور علیم ہی واضح ہو کہ اللہ پاک نے کسی مسئلہ کو قرآن کریم مین ایسا مفصل بیان نہین فرمایا جیسا کہ مسئلہ طلاق و عدت کو مشرح بیان فرمایا ہی چنانچہ مسئلہ طلاق مین اسکے اقسام مثل رجعیٔ و بائنہ و غلیظہ و ایلا و خلع وغیرہ کے ہی تشریح کی اور عدت کے مسئلہ مین اسکی اقسام مثل عدت حائضہ و آئسہ و صغیرہ و حاملہ و مطلقہ و بیوہ وغیرہ کے تفصیل کی ہی ایک تو اس سورہ مین دوسرے سورۃ الطلاق مین واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت مین یہ دستور تھا کہ جب کسی مرد کا دل عورت سے سیر ہو جاتا اور وہ جانتا کہ اگر اسکو طلاق دیجائے گی تو دوسرا مرد اپنی زوجیت مین لے لیگا تو وہ مرد اس عورت کو اسطرح ترک کر دیتا تھا کہ نہ تو طلاق دیتا جو دوسرے مرد پر جائز ہو جائے نہ اسکو اپنے پاس بلاتا تھا اور اسیطرح ایک مدت غیر متناہی تک رہنے دیتا اسکو (ایلا) کہتے ہین تو اللہ پاک نے اس فعل کی بابت حکم نازل فرمایا کہ جو شخص (ایلا) کرے اوسکو چار ماہ کی مہلت ہی خواہ اسمین اوسکو اپنی زوجیت مین لائے یا طلاق دیدے ورنہ بعد انقضاء مدت طلاق واقع ہو جائیگی یہ مدعا تو حسینی اور زاہدی کے بیان کا ہی اور ہدایہ مین اس سے اختلافات کیا گیا ہی وہ (ایلا) کو

طلاق

طلاق مجمل کہتے ہیں اور (ایلاء) کی یہ تعریف ہے کہ کوئی شخص حلف کرے اسطرح کہ اپنی عورت سے جدا اتنی مدت مقاربت نکریگا یا قسم ہے خدا کی اتنے مہینے میں عورت سے نمیلگا اگر ملے تو حج واجب ہوگا یا استقدر روزہ رکھے یا صدقہ دے وغیرہ وغیرہ غرض حلف کرے معہ شرط کے یا بلا شرط کے تو ایلا ہوگا اور ایلا کی مدت حر کے واسطے چار ماہ ہیں تو اگر ایک سال یا چھ ماہ کا حلف کرے یا ایک روز دو روز کا کرے تو وہ ایلا ہوگا اور لونڈی کے واسطے ایلا کی میعاد دو ماہ ہین کیونکہ لونڈی کا نصف حق ہے بیوی سے جب ایلا کی تعریف ہوچکی تو اوسکے احکام بیان کئے جاتے ہین کہ پروردگار عالم نے ایلا کی بابت مدت قائم کی اور فرمایا کہ اگر اس مدت مین پھر زوجیت مین رکھ لیا جائے تو اللہ پاک غفور رحیم ہے اور اگر طلاق دیدی جائے تو سمیع علیم ہے یعنے بحالت واپسی اللہ تعالی نے مغفرت ورحمت کی بشارت دی ہے اس سے ظاہر ہے واپسی افضل اور عمدہ ہے تو اگر اللہ پاک کی قسم کھائے اور پھر واپسی چاہے تو کفارہ دیدے اور اگر حج وصدقہ وغیرہ کی قسم کھائے تو اوسکو پورا کرے اور اگر طلاق وعتاق کی قسم کھائے تو واقع ہوجائے گی اور رجوع کی یہ صورت ہے کہ اوس عورت سے وطی کرے اگر بوجہہ کسی مرض یا مجبوری کے جو دونون مین سے کسی ایک کو لاحق ہو اور اوسکے سبب سے وطی نہ کرسکے تو وعدہ کرے کہ بعد رفع مرض یا عجز کے وطی کریگا اور اگر نہ رجوع کیا تو بعد گذرنے مدت کے ہمارے نزدیک طلاق بائنہ ہوجائے گی اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک بعد انقضاء مدت طلاق واقع نہین ہوتی بلکہ عورت پر واجب ہے کہ بعد گذرنے مدت کے مرد سے مطالبہ کرے رجوع یا طلاق کا پس اگر خاوند رجوع کرے تو کفارہ دے اور عورت حلال ہے اور خدا غفور رحیم ہے اور اگر طلاق دے تو بائنہ ہوجائیگی اور خدا سمیع علیم ہے اور اگر دونون امور لئے مرد ایک بھی نہ کرے تو حاکم یا قاضی تفریق کرادین

تو یہ تفریق بھی بائنہ ہوگی اوسکے بعد اللہ تعالے نے مطلقہ کی عدت کا ذکر کیا اور طلاق

میں رجعت کا ذکر کیا قولہ تعالیٰ وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ

وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ

بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ترجمہ اور طلاق والی عورتیں انتظار کراویں اپنا حیض تک اور اونکو جائز نہیں کہ چھپاویں جس چیز کو پیدا کیا اللہ تعالے نے اونکے پیٹ میں اگر ایمان رکھتی ہوں اللہ پر اور قیامت پر اور اونکے شوہر مستحق ہیں انکے پھیر لینے کے اس عرصہ میں اگر ارادہ کریں نیکی کا اور اون عورتوں پر ہی جیسے کہ اوپر ہے نیکی اور مردونکے لئے ہیں اوپر اونکے درجہ اور اللہ عزیز وحکیم ہی واضح ہو کہ اس آیت میں اللہ پاک نے عدت اور رجعت کا بیان فرمایا ہی عدت تو اس قول آلہی سے کہ مطلقات انتظار کریں تین حیض کا یعنے آزاد مدخولہ حائضہ ہونے والی عورتیں بعد طلاق تین حیض تک عدت کریں دوسرے نکاح سے باز رہیں ان قیود سے یہ ثابت ہوا کہ لونڈی کو صرف دو حیض انتظار کرنا چاہیے اور غیر حائضہ مثل آئسہ یا صغیرہ کے تین ماہ انتظار کرے اور جو غیر مدخولہ ہو اوسپر کچھ عدت نہیں غیر مدخولہ وہ عورت ہی جس سے خلوت صحیح ہوئی ہو اور نص میں اگرچہ محض طلاق کی بابت یہ حکم نازل ہوا لیکن صاحب ہدایہ نے تفریق کو بھی اسی حکم کے ماتحت گردانکر شامل طلاق کر لیا ہی کیونکہ وہ کہتے ہیں عدت سے یہ مراد ہی کہ جو کچھ اونکے رحم میں ہی ظاہر ہو جائے یعنے اگر حمل ہو تو معلوم ہو جائے تو تفریق کی صورت میں بھی وہی ضرورت بجنسہ قایم رہتی ہی اسواسطے تفریق میں وہی عدت لازمی ہونا چاہیے اور لفظ قرء کے معنے حیض کے بھی ہیں اور طہر کے بھی ہیں پس ہمارے نزدیک تو اس سے مراد حیض ہی

یعنے تین دفعہ حیض آ لینے تک انتظار چاہیئے اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ رحم کی حالت تو ایک حیض سے معلوم ہو سکتی ہی زیادہ کا انتظار کیون کیا جائے تو اسکا یہ جواب ہو کہ جس مین تین کی گنتی محدود ہو گئی اسکو کامل کرنا چاہیئے اسمین نہ کم ہو سکتا ہی نہ زیادہ پس اگر طلاق دیجائے طہر مین تو حسب راے امام شافعی علیہ الرحمہ کہ وہ قرء سے مراد طہر لیتے ہین تو باقی دو طہر اور کچھ حصہ تیسرے طہر کا میعاد عدت ہو گی اور اگر مراد حیض سے لیجاوے تو تین حیض اور کچھ حصہ چوتھے حیض کا ہو گا پس اگر کوئی کہے کہ حیض کی حالت مین طلاق دیجاوے تو عدت تین گنتی حیض شمار ہونگے اسکا یہ جواب ہی کہ طلاق حیض کی حالت مین دینا بدعت ہی اور اگر اتفاقیہ ایسا ہو گیا ہو تو موجودہ حیض کے علاوہ تین حیض تک میعاد عدت ہو گی نہ کم نہ بیش اسمین فرقہ حنفیہ اور شافعیہ کے باہم بہت سے مباحث ہین سب کا خلاصہ یہ ہی کہ حنفیہ کے نزدیک قرء سے حیض مراد ہی اور شافعیہ کے نزدیک طہر مقصود ہی اور ہر ایک نے اپنے اپنے دلائل بیان کئے ہین اور قولہ تعالیٰ

إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ سے یہ مراد ہی کہ جو عورتین اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہین وہ اپنے حمل کو نہین چھپاوینگی اور ان احکام کی جو ہمنے صادر فرمائے ہین خلاف ورزی نہ کرینگی اور چھپانے سے اسقاط حمل بھی مراد ہو سکتا ہی یعنے پوشیدہ طور سے اسقاط حمل نہ کرینگی اب رجعت کا بیان ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَبُعُولَتُهُنَّ

أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ یعنے اونکے شوہر مستحق ہین رجعت کے ایام عدت مین تو یہ جملہ گویا معللہ ہی قول سابق پر کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ عورتون کو جائز نہین ہی کہ جو اونکے رحم مین ہی اوسکو چھپائین یعنے خدا تعالیٰ نے اونکو حمل عطا کیا ہو تو چاہیئے اپنے شوہر وپر ظاہر کردین کیونکہ شوہر مستحق ہین کہ ایام عدت مین رجعت کر سکین کیونکہ عدت مین رجعت بغیر نکاح

ہوجاتی ہی اور بعد گذرنے عدت کے بے نکاح نہین ہوسکتی اور نیز اس آیت سے مستنبط
ہوتا ہی کہ ایام عدت مین عورت زوجیت سے خارج نہین ہوسکتی اسواسطے طلاق رجعی مین
وطی حرام نہین کیونکہ اللہ تعالی نے بعد طلاق رجعی لفظ زوج سے تعبیر کیا اگرچہ ممکن ہو کہ یہ
لفظ زوج باعتبار تعلق سابق کے استعمال کیا گیا ہو تو اس حالت مین امام شافعی علیہ الرحمہ کا
قول رد ہوجائیگا کہ وہ کہتے ہین کہ رجعت مین صرف قول کی ضرورت ہی نہ وطی کی جیسا کہ
ایلا مین برعکس اوسکے اور چونکہ یہ آیت مطلق ہی کسی شرط استشہاد وغیرہ سے اس سے ثابت
ہوا کہ رجعت مین گواہ استشہاد کی ضرورت نہین جیسا کہ مذہب امام شافعی اور امام مالک
علیہما الرحمہ کا ہی کہ غایت درجہ یہ ہی کہ گواہ لانا مستحب قرار پایا ہی یہ خلاصہ ہی اکثر تفاسیر کا
اور جو اللہ تعالے نے فرمایا کہ شوہر مستحق تر ہین اس سے معلوم ہوا کہ اگر مرد رجعت چاہے
اور عورت نہ چاہے تو مرد کا قول زیادہ قابل قبول ہی عورت کے قول سے کیونکہ مرد مستحق
زیادہ ہی رجعت مین بہ نسبت عورت کے اور قول تعالے اِنْ اَرَادُوْا اِصْلَاحًا یعنے اگر
شوہر ارادہ رکھین اصلاح کا ابتدائی اسلام مین بعض لوگ عورتون کو طلاق رجعی دیتے
پھر قبل انقضاء مدت رجعت کر لیتے اور اس رجعت سے مدعا اونکا محض فساد ضرر ہوتا تھا
تو اللہ پاک نے فرمایا کہ رجعت اصلاح کے ارادہ سے کرو نہ فساد کے ارادہ سے
دوسرے اس حکم سے معلوم ہوا کہ رجعت ارادہ پر منحصر ہی کوئی واجب امر نہین کہ طوعًا
وکرہًا رجعت کیجائے وقولہ تعالی وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ
اس سے ایماء ہی حقوق زن وشوہر کا کہ شوہر کو زوجہ پر کیا حق حاصل ہی اور زوجہ کو اپنے
شوہر پر کیا حق حاصل ہی پس زوج یعنے خاوند کا حق زوجہ پر یہ ہی کہ زوجہ ہمیشہ خاوند کی
خدمت کرے ادب کرے اور کسی امر مین اعتراض نہ کرے اور اسکے حکم کی تعمیل کرتی رہے

اور مطیع رہے اور کبھی وطی کو ممانعت نہ کرے جسطرح خاوند کا جی چاہے وطی کرے البتہ
حیض ونفاس مین بالوطت یعنے دبر مین وطی کرنا چاہے تو زوجہ مانع ہوسکتی ہے اور
زوجہ کا حق شوہر پر یہ ہے کہ شوہر کفیل نان ونفقہ ہو اور لباس اور ادا مہر جیسا کہ فقہ
مین مفصل ہے شوہر پر واجب ہے اور تعلیم شریعت اور احکام الٰہی کرے اگرچہ حقوق فریقین
برابر ہین مگر زوج کو زوجہ پر بالاتفاق فضیلت حاصل ہے اور بعض نے کہا کہ مماثلت سے
مراد لذت ولطف کی برابری مقصود ہے اسکے بعد اللہ تعالے نے طلاق رجعی اور خلع اور
غلیظ کا ذکر فرمایا **قولہ تعالی** اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ اَوْ تَسْرِيحٌ بِاِحْسَانٍ
وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوا مِمَّا اٰتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا اِلَّا اَنْ يَخَافَا اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ
فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ
فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ
مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ
يَتَرَاجَعَا اِنْ ظَنَّا اَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ وَتِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا
لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ **ترجمہ** طلاق دو دفعہ ہے پھر دستور کے موافق رکھنا ہے یا حسن سلوک کے
ساتھ رخصت کردینا اور جو تم اون کو دے چکے ہو اوس مین سے کچھ لینا جائز نہین
مگر یہ کہ میان بی بی کو خوف ہو کہ خدا نے جو حدین ٹھہرادی ہین اونپر قائم نہین رہ سکینگے
اس صورت مین کہ تم لوگون کو اس بات کا خوف ہو کہ میان بی بی اللہ کی حدونپر
قائم نہین رہ سکینگے اور عورت کچھ دے نکلے تو اسمین دونون کو کچھ گناہ نہین
یہ اللہ کی حدین ہین تم انسے مت بڑھو اور جو اللہ کی حدون سے بڑھ جاتے ہین
تو یہی لوگ گناہگار ہین پس اگر عورت کو طلاق دیدے تو اسکے بعد جب تک

عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے اوسکے لئے حلال نہین ہان اگر دوسرا شوہر اسکو
طلاق دیدے تو دونوںپر کچھ گناہ نہین کہ ایک دوسرے کی طرف رجوع کرے
بشرطیکہ دونون کو توقع و خیال ہو کہ اللہ کی حدونپر قائم رہ سکینگے اور یہ اللہ کی
حدین ہین جنکو ان لوگون کے لئے بیان فرمایا ہی جو لوگ سمجھتے ہین واضح ہو کہ زمانہ
جاہلیت مین عدد طلاق غیر معین تھی یہانتک کہ اگر کوئی دس مرتبہ طلاق دیدیتا تو
پھر رجعت کر سکتا تھا پھر طلاق دیدیتا پھر رجعت کر لیتا یہانتک کہ یہ قضیہ ایک روز
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اونھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ
و صحابہ وسلم سے عرض کی تب یہ آیت نازل ہوئی کہ طلاق دو مرتبہ ہی یعنے طلاق رجعی
دو مرتبہ تک ہی اسکے بعد یا امساک ہی ساتھ معروف کے یا تسریح ہی ساتھ احسانکے
یعنے دو طلاق تک حق حاصل ہی کہ خواہ رجعت کرے خواہ طلاق بائنہ دیدے یہ بیان
توجیہ روایت حسینی اور زاہدیکے اور بیضاوی اور تلویح کے ہی اور یہ توجیہہ موافق
ہی مذاہب شافعیہ و حنفیہ کے مگر دوسری توجیہہ جو صاحب کشاف نے بیان کی ہے
محض مذہب حنفیہ کے موافق ہی اور صاحب مدارک اور فخر الاسلام نے بھی اسکو
لکھا ہی وہ یہ ہی کہ عدد طلاق سے مراد طلاق شرعی کا بیان ہی اس سے یہ منشا ہے کہ
طلاق دو مرتبہ علیحدہ علیحدہ وقتون مین دیجاوے نہ کہ ایک جلسۂ واحد یا ایک تقریر واحد
مین دو دفعہ طلاق دیدیجاوے جیساکہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک مباح ہی دو دفعہ
یا تین دفعہ ایک ہی جلسہ مین طلاق دینا اب واضح ہو کہ طلاق کی تین قسمین ہین ۔
طلاق احسن طلاق حسن طلاق بدعی طلاق احسن وہ ہی کہ ایک طلاق دے ایسے طہر مین
جسمین وطی نہ کی ہو اور اوسپر زیادتی نہ کرے اور طلاق حسن ہمارے نزدیک یہ ہے کہ

تین طہر میں تین دفعہ طلاق دے یا تین ماہ میں بخلاف امام مالک کے کہ اونکے نزدیک یہ بدعی ہوگی اور طلاق بدعی یہ ہے کہ طلاق دے دو دفعہ یا تین دفعہ ایک ہی طہر میں یا ایک ہی کلمہ میں یا ایک ہی جلسہ میں یا ایسے طہر میں کہ جس میں وطی کی ہو یا حیض کی حالت میں بخلاف امام شافعی علیہ الرحمہ کے پس اگر دو مرتبہ طلاق دے اور میعاد عدت باقی تھی تو رجعت جائز ہے اور طلاق صریح الفاظ سے واقع ہوگئی ہو اور اگر عدت گذر گئی یا کنایات بائنہ پائی گئی تو حلال ہے اوسکے واسطے نکاح ثانی اس سے یا اوسکے غیر سے اور جب کہ تین مرتبہ طلاق دی گئی خواہ صریحاً ہو خواہ کنایۃً بعوض مال ہو یا بلا عوض کے تو حلال نہیں ہوسکتی وہ عورت مطلقہ یہانتک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کرے اور اوس سے خلوت صحیحہ واقع ہو یعنے وطی کرے پھر وہ طلاق دے تو شوہر اول سے نکاح ہوسکتا ہے دوسری صورت خلع کی یہ ہے اسکا قصہ اسطرح ہے کہ جمیلہ اپنے زوج ثابت بن قیس سے ناراض تھی اور ثابت نے اسکو ایک باغ مہر میں دے رکھا تھا تو جمیلہ نے اوس سے بعوض اس باغ کے طلاق چاہی یعنے باغ کو اس شرط پر واپس کردیا کہ ثابت طلاق دیدے تو ثابت نے باغ لے لیا اور طلاق دیدی اس سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم جمیلہ کو طلاق لینے سے باز رکھتے تھے یہانتک کہ وہ سخت آمادہ ہوئی اور باغ کو بعوض طلاق واپس دینا چاہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ آیا تو باغ واپس دیگی اسنے عرض کیا کہ اسکے سوا بھی کچھ دیگر عقب گذاری منظور ہے تو آپنے زیادتی کو نامنظور فرمایا اور بعوض باغ طلاق واقع ہوئی کہ یہ پہلا خلع ہے جو اسلام میں واقع ہوا ہے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ جو کچھ تم نے اپنی ازواج کو مہر میں دیا ہو وہ واپس نہ لو مگر جبکہ حدود اللہ قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو

یعنے بوجہ ناموافقت مزاج فریقین یا شوہر بلاوجہ اپنی زوجہ کو گالی گلوچ دے مارے پیٹے یا عورت بے سبب شوہر سے بدمزاجی کرے تو ایسی حالت مین اگر عورت کچھ مال یا مہر کے بدلے مین خلع چاہے تو جائز ہی خلع سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہی لیکن شرط خلع کی یہ ہی کہ صریح الفاظ مین ہو مثلاً شوہر کہے کہ بعوض اسقدر مال یا مہر کے مینے تجکو خلع کیا یا عورت کہے کہ مجکو بعوض اسقدر مال کے خلع کر اور خاوند کہے کہ مینے خلع کردیا اور اگر زوج کہے کہ بعوض اسقدر مال کے مینے تجکو طلاق دی یا عورت کہے کہ بعوض اسقدر مال کے مجکو طلاق دے تو یہ خلع نہین بلکہ طلاق علی المال ہوگی ضرورت کے وقت خلع مہر پر جائز ہی اسطرح کہ وہ بدلا قرار دیا جاوے خلع کا اسکے مفصل احکام فقہ مین ہین اور صاحب ہدایہ نے کہا ہی کہ اگر بدمزاجی شوہر کی جانب سے ہو تو شوہر کو بدل خلع لینا عورت سے مکروہ ہی اور اگر بدمزاجی عورت کی طرف سے ہو تو خلع مین مہر سے زیادہ مال لینا مکروہ ہے جیسا کہ قبل ازین حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوا اور یہ امر کہ خلع طلاق ہے یا فسخ ہی تو ہمارا شافعی علیہ الرحمہ سے اختلاف ہی اونکے قول قدیم کے موافق فسخ ہے اور قول ابن عمر و ابن عباس رضی اللہ عنہما انکی تائید مین ہی اور ہمارے نزدیک اور قول جدید امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک موافق روایت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طلاق ہی پس اس اختلاف سے یہ نتیجہ ہوا کہ ہمارے نزدیک بعد خلع طلاق ہوتی ہی اور اونکے نزدیک بعد خلع طلاق نہین ہوتی اور امام فخر الاسلام نے کہا کہ خلع فسخ ہی نہ طلاق ہو اسلئے کہ طلاق دوبارہ مذکور ہوئی پھر خلع فرمایا کہ فَاِنْ طَلَّقَهَا اس سے واضح ہوا کہ خلع غیر محسوب ہی ورنہ چار طلاق ہوجاینگی اور قولہ تعالی تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا اسبات پر دلالت کرتا ہی کہ جو احکام دربارہ خمر و قمار بازی و اموال یتیمی و احکام حیض و

حلف وایلا وطلاق وعدت وارد ہوئے یہ سب حدود اللہ ہین پھر اللہ پاک فرماتا ہے کہ
جو حدود اللہ سے تجاوز کریگا وہ ظالم ہے اوسپر معتزلہ نے تمسک کیا کہ کبیرہ کا مرتکب
مومن نہین رہتا کیونکہ ظالم کافر ہوتا ہے ہم کہتے ہین کہ (تعدی) سے مراد جمیع حدود اللہ
سے تجاوز ہے از روے قول و اعتقاد کے اور ظلم ایک چیز کو اسکے نا واجب جگہہ مین
رکھنا ہے اور یہ علم کلام مین مفصل ذکر کیا گیا ہے قولہ تعالی حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ
تمام مفسرین اور اہل اصول نے اسمین نکاح سے مراد وطی لیا ہے اور مجازاً عقد کو نکاح کہا
گیا ہے اور محض عقد پر اکتفا کیا ہے سعید بن المسیب نے اور جمہور علما نے وطی کی شرط کی ہے
نکاح مین اور حدیث مشہور سے ثابت ہوتا ہے روایت ہے کہ رفاعہ رضی اللہ عنہ نے
اپنی زوجہ کو طلاق دی تین مرتبہ تب اس عورت نے نکاح کر لیا اپنا عبد الرحمن ابن زبیر
سے پھر آئی وہ عورت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی خدمت مین اور عرض کیا
کہ عبد الرحمن عنین ہے اسکو تو مینے مثل اپنے پارچہ لباس کے پایا پس فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے کیا تو اپنے شوہر اول کے پاس جانا چاہتی ہے تو اوسنے عرض
کیا ہان تو فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے جب تک تجھسے اور موجودہ
شوہر سے وطی نہو تب تک یہ نہین ہو سکتا اسپر چلی گئی وہ عورت اور پھر واپس آئی
اور عرض کیا کہ اوسنے مجھسے وطی کی پس فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم تیری
اس قول کی تصدیق نہین کرتے کیونکہ یہ پہلے قول کے خلاف ہے چنانچہ روایت ہے کہ پھر
وہ عورت زمانہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مین آئی اور اونسے بھی وہی معاملہ پیش آیا
پھر وہ آئی زمانہ عمر رضی اللہ عنہ مین اور اونسے بھی ویسا ہی معاملہ پیش آیا اس سے
ثابت ہوا کہ نکاح کے واسطے وطی شرط ہے اور بعض نے کہا کہ جب نکاح وطی کے معنی مین

آنا ہے تو اس حدیث کی کیا ضرورت ہی اصلی معنے مین کیون نکاح نہ تسلیم کیا جائے خلاصہ
یہ ہی کہ جب تک دوسرے شوہر سے وطی نہ واقع ہو حکم نکاح شوہر اول کے ساتھ نہین ہوسکتا
پس اگر زوج ثانی عنین ہو تو عورت کو چاہیے کہ اوس سے تفریق حاصل کرے پھر تیسرا خاوند
کرے پھر بعد وطی اس سے طلاق لے تب شوہر اول کے ساتھ نکاح کرسکتی ہی اور از روی
حدیث ثابت ہی کہ عورت کو اس نیت سے نکاح مین لانا کہ حلالہ ہو جائے شوہر ثانی کو
ناجائز ہی اسیطرح عورت کو خود نکاح اس غرض سے چاہنا ناجائز ہی اور امام مالک اور
اوزاعی اور ابی عبیدہ و امام شافعی وغیرہم کے نزدیک یہ نکاح فاسد ہی اور امام ابوحنیفہ
علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہی کراہت کے ساتھ اور اگر نیت کو چھپائے اور اوسکی تصریح نکرے
نکاح کرلے تو بغیر کراہت جائز ہی اور وطی کی شرط محض دخول ہی نہ انزال اور اگر لونڈی
آزاد کے نکاح مین ہو پھر وہ طلاق دیدے پھر مالک اس لونڈیکا وطی کرے تو اس سے
وہ لونڈی شوہر اول کے واسطے محللہ نہین ہوسکتی پھر شوہر اول سے دوبارہ عقد
کرنے مین یہ شرط بھی ہی کہ دونون کو موافقت اور سلوک کا گمان ہو کیونکہ اللہ تعالے
فرماتا ہی اِنْ ظَنَّآ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ اسلئے صرف ظن رجعت وغیرہ عقد ثانی مین
کافی ہی یقین کی ضرورت نہین اور شوہر اول کو دوبارہ نکاح کے بعد تین طلاق کا حق
حاصل ہی اس بارہ مین سوالات وجوابات کتب مطولہ مین مذکور ہین بعد مسئلہ طلاق
ثلثہ کے اللہ پاک ذکر رجعت کا عدۃ مین بیان فرماتا ہی **قولہ تعالی** وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ
فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا
نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا

اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ترجمہ اور جب تم نے عورتون کو طلاق دیدی اور اونکی عدت پوری ہونے کو آئی اون کو رکھو ساتھ نیکوئی کے یا اون کو اچھی طرح سے رخصت کردو اور ایذا دہی کے لئے اونکو نہ رکھنا کہ اونپر زیادتی کرے اور جو ایسا کریگا تو البتہ ظلم کیا اپنے پر اور اللہ کے احکام کو ہنسی نہ سمجھو اور اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہین اون کو یاد کرو اور یہ کہ اوسنے تمپر کتاب اور حکمت اوتاری کہ تم کو اوسکے ذریعہ سے نصیحت کرے اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کو جانتا ہی اس آیت سے اللہ پاک نے رجعت کا بیان طلاق رجعی مین فرمایا ہی اور اس مضمون کو اللہ پاک نے متعدد مقامات پر ذکر کیا ہی جس سے تاکید پائی جاتی ہی حقوق نسا کی بابت یہان مدعا بیان کا یہ ہی کہ پہلے یون فرمایا کہ شوہر ایام عدت مین رجعت کا استحقاق رکھتا ہی اور یہان فرمایا کہ جب عدت ختم ہو تب بھی استحقاق رجعت ہی یعنے بعد انقضاء میعاد عدت بھی رجعت کرسکتا ہی تو گویا ہر دو احکامات مین ظاہر اختلاف ہی اسکو مفسرین نے اسطرح حل کیا ہی کہ اس آیت سے انقضاء عدت مراد نہین ہی بلکہ عدت کے آخری حصہ کا ذکر ہی یعنے جب شوہر نے طلاق رجعی دی خواہ ایک طلاق یا دو طلاق تو اسکو آخری حصہ عدت تک اختیار ہی کہ رجعت کرے بشرطیکہ ایذا رسانی عورت کی مقصود نہو اور امام زاہد نے کہا کہ حکم سابق اور موجودہ سے یہ مقصود ہی اور یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ ایام عدت مین رجعت کرے بغیر نکاح کے اور بعد انقضاء ایام عدت رجعت کرے نکاح سے اور بمعروف سے اشارہ ہی کہ گواہ کرے تاکہ آئندہ جھگڑا قضیہ نہو اور کہا گیا کہ ہنگام رجعت عورت کو کچھ دے یا مہر مین بڑھادے تو بہتر ہی وقولہ تعالیٰ وَلَا تُمۡسِکُوۡهُنَّ ضِرَارًا سے یہ مطلب ہی کہ ضرر یا ایذا رسانی کی وجہ سے یا غرض سے رجعت نکرے چنانچہ روایت ہی کہ

ثابت بن یسار نے طلاق دی اپنی عورت کو جب عدت میں تین روز باقی رہے تو رجعت
کرلی پھر طلاق دیدی اسیطرح تین مرتبہ کیا تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ایذا رسانی کو رجعت
نہ کرو کہ عورت دوسرے شوہر سے بھی محروم رہے اور تمھاری زوجیت میں بھی نہ آئے
پس جو شخص ایذا رسانی کو رجعت کرتا ہی اور حدود اللہ سے متجاوز ہوتا ہی وہ اپنے
نفس پر ظلم کرتا ہی کیونکہ وہ اپنے اوپر غضب الٰہی کو آمادہ کرتا ہی اس فعل سے وقولہ
تعالیٰ وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰیَاتِ اللّٰہِ ھُزُوًا سے یہ مراد ہی کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو
مذاق نہ سمجھو یا مذاق سے اسکا عمل در آمد نہ کرو ھزوا لعب و ہزل کے معنے میں آتا ہی
یعنے مذاق کے معنی میں استعمال ہوتا ہی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ طلاق و عتاق و نکاح وغیرہ کو مذاقاً
نہ کرو یا وہ الفاظ جن سے طلاق و عتاق و نکاح واقع ہوجاتا ہی ان الفاظ کو مذاقاً
ہزلاً بھی مت کہو کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہی کہ تین
امر صحیح کہنے سے بھی واقع ہوجاتے ہیں اور مذاقاً کہنے سے بھی واقع ہوجاتے ہیں ایک
نکاح دوسرے طلاق تیسرے عتاق کہتے ہیں کہ ایک شخص نکاح کرتا تھا اور طلاق دیتا تھا
اور عتاق بھی کردیتا تھا اور پھر کہدیتا تھا کہ میں تو مذاق کرتا تھا چنانچہ اسکا مفصل
ذکر کشاف اور بیضاوی میں ہی اور قولہ تعالیٰ وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ سے یہ
مراد ہی کہ اللہ پاک نے جو نعمتیں مثل نزول قرآن مجید اور نبوت حضرت سرور کائنات ؐ
وغیرہ تمکو عنایت فرمائی ہیں اونکا شکر ادا کرو اور اونکے حقوق ادا کرو اور کتاب وسنت
پر عمل در آمد رکھو کیونکہ پہلی امتوں کو ایک بیوی کی اجازت تھی جب تک کہ ایک بیوی
زندہ رہتی دوسری بیوی نہیں کرسکتے تھے اور تم کو چار بیویوں تک کرنے کی اجازت
دی گئی تو اسکی شکر گذاری میں تم حق ادا کرنے میں مستعد رہو اور احکام الٰہی سے

نازل نہوا اسکے بعد ذکر فرمایا اللہ پاک نے نکاح کا بعد عدت کے قول تعالیٰ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ترجمہ اور جب تم طلاق دیدو عورتون کو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں اور جائز طور پر آپسمیں اونکی مرضی ملجائے تو اون کو شوہرون کے ساتھ نکاح کرلینے سے نہ روکو یہ نصیحت اوسکو کی جاتی ہی جو تم مین اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمھارے لئے بڑی پاکیزگی کی بات اور صفائی کی ہی اور اللہ جانتا ہی اور تم نہین جانتے اس آیت کا یہ منشا ہی کہ بعد انقضاء عدت دوبارہ نکاح شوہر اول سے کرلیا جائے تو یہ نکاح ہوگا نہ رجعت تو اوسپر اولیاء عورت کو انسداد کرنا نہین چاہیئے اور امتناع ناجائز ہی چنانچہ روایت ہی کہ معقل بن یسار کی ہمشیرہ عبد اللہ بن عاصم کے نکاح مین تھی اوسنے طلاق دیدی جب عدت ختم ہوئی تو اوسنے پھر عقد کرنا چاہا تو معقل بن یسار نے کہا کہ واللہ مین اپنی ہمشیرہ کو تمھارے نکاح مین نہین دونگا کیونکہ تمنے اسکو پہلے طلاق دیدی تھی اور تمھاری اوسکی موافقت نہین ہوئی تب یہ آیت نازل ہوئی اور بعض نے کہا کہ جابر بن عبد اللہ کی بابت یہ آیت نازل ہوئی جب اُنکے ایسا ہی معاملہ پیش آیا اسکو کشاف نے لکھا ہی تو آیت کے یہ معنے ہوئے کہ اے اولیاء عورت اگر شوہر نے اسکو پہلے طلاق دیدی اور پھر بعد ختم عدت کے نکاح کرنیکی خواہش کی تو تم مانع مت ہو جبکہ وہ دونون باہم راضی ہون یعنے بحالت تراضی طرفین اولیاء عورت کو تعرض و ممانعت کا حق حاصل نہین البتہ اگر مہر وغیرہ مین تراضی نہو تو اولیاء عورت عقد نکاح مین مانع آسکتے ہین دوسری صورت یہ ہوگی کہ اللہ پاک

شوہر سابق تو مخاطب کرنا ہو کہ اسے منع کرو اگر تم عورتون کو طلاق دیدو اور بعد انقضاء
عدت وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرنا چاہین تو تم مانع نہو یہ توجیہ اگرچہ شان
نزول کے خلاف ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے مگر نظم قرآن کے موافق ہے کیونکہ اسمین
کسی لفظ کے مقدر یا محذوف کرنے کی ضرورت نہین پڑتی اور صاحب مدارک نے
اسیکو اختیار کیا ہے اور صورت اولی کو صاحب بیضاوی نے اختیار کیا ہے پھر
باعتبار معنے اولی انعقاد نکاح الفاظ لسارہ سے ناجایز ہے جیسا کہ خیال کیا اسکو امام
شافعی نے اور باعتبار معنے ثانی جو صاحب مدارک نے اختیار کئے ہین اس سے انعقاد
نکاح الفاظ لسارہ سے ہو سکتا ہے جیسا کہ خیال کیا اسکو امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے اور میری
رائے مین آیت سے شوہر سابق و شوہر حال دونون مخاطب ہین یعنے جب شوہر
اول طلاق دیدے تو بعد انقضاء عدت جس شخص سے راضی ہو نکاح کرے اوس شوہر سابق
کو ممانعت کا حق حاصل نہین اسیطرح شوہر ثانی جب طلاق دیدے اور عورت شوہر اول
سے نکاح چاہے تو شوہر ثانی کو ممانعت کا حق حاصل نہین واللہ اعلم بالصواب اسکے
بعد اللہ تعالے نے دودھ پلانے اور اوسکا نفقہ و لباس واجب ہونیکا ذکر کیا قولہ
تعالی وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ
وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا لَا تُضَارَّ
وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا
عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُمْ مَا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ **ترجمہ**
اور جو شخص پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے تو اوسکی خاطر مائین اپنی اولاد کو پورے

دو برس پلائیں اور جسکا وہ بچہ ہی اوسپر دستور کے مطابق ماؤنکا کھانا کپڑا دینا لازم ہی کسیکو تکلیف نہ دیجائے مگر وہین تک کہ اون کی گنجائش ہو ماں کو اوسکے بچہ کی وجہہ سے نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ اوسکو جسکا بچہ ہی اوسکے بچہ کی وجہہ سے اور وارث پر بھی ایسا ہی ہی پھر اگر دونوں اپنی مرضی اور صلاح سے دودھ چھڑانا چاہین تو اوںپر کچھ گناہ نہین ہی اور اگر تم اولاد کو دودھ پلوانا چاہو تو کچھ گناہ نہین بشرطیکہ جو تمنے دستور کے مطابق دینا کیا تھا حوالہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اوسکو اللہ دیکھتا ہی۔ واضح ہو کہ جب پروردگار عالم نے عام مطلقات کا بیان مفصل فرمادیا تو اب اون عورتونکا ذکر کیا جنکو بحالت ایام شیرخوارگی طلاق ہو تو اس آیت مین وہ مسائل ہین جن سے بچہ کا حق والدین پر اور میعاد شیرخوارگی اور دودھ پلانیوالی کا نان و پارچہ واجب ہونا بچہ کے والد اور اولیا پر ظاہر ہوتا ہے اور دیگر مسائل کو شامل ہی چنانچہ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ سے پایا جاتا ہی کہ بچہ کی ماںپر دودھ پلانا واجب ہی باوجودیکہ ایسا نہین ہی تو یہ معنے ہونگے کہ امر کا صیغہ یہان بجائے خبر کے لایا گیا ہی یا یہ معنے ہونگے کہ جس بچہ کا باپ یا وارث دودھ پلانے کی طاقت نہ رکھتا ہو یا دایہ وغیرہ میسر نہ آئے یا بچہ بجز اپنی والدہ کے دوسری عورت کا دودھ نہ پیئے تو والدہ پر دودھ پلانا واجب ہوگا تو معنئے اول امام زاہدی نے اختیار کئے ہین اور معنئے ثانی صاحب ہدایہ نے مختار گردانے ہین اور مدت شیرخوارگی مین بھی اختلاف ہی چنانچہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ ڈھائی برس کہتے ہین اور سورۂ احقاف کی آیت کو دلیل مین لاتے ہین اور امام شافعی علیہ الرحمہ اور صاحبین دو برس کیونکہ اللہ پاک نے حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ فرمایا یعنے پورے دو برس اور ہمارا یہ خیال ہی کہ ماں کو بحالت مجبوری مذکورۂ سابقہ صرف دو برس

دودھ پلانا واجب ہی اس سے زیادہ دودھ پلاسے تو احسان ہی بچہ پر اسیطرح اس سے یہ بھی نتیجہ نکلا کہ باپ کو بچہ کی پرورش کے واسطے دایہ یا دودھ پلانے والی عورت صرف دو ہی سال ملازم رکھنا واجب ہی اس سے زیادہ رکھے تو بچہ پر احسان ہی بہر دو صورت نتیجہ یہ ہوگا کہ دودھ پلانا یا دودھ پلوانا دو ہی سال واجب ہی مگر زفر علیہ الرحمہ نے تین تین سال قرار دیئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بوجہ اشتباہ ڈھائی سال قرار دیئے بخیال حرمت نکاح کے دودھ پلانے والی سے کیونکہ جسنے اس مدت مین دودھ پلایا وہ بچہ کی مان اور اوسکا شوہر بچہ کا باپ اور اوسکی لڑکی اسکی بہن ہولی اور اس سے نکاح ناجائز ہی اور قولہ تعالی وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَثُونَ شَهْرًا یعنے حمل مین رہنا اور دودھ چھوڑنا کل تیس ماہ کی مدت مین ہی تو صاحب ہدایہ نے کہا ثَلَثُونَ شَهْرًا خبر ہی ایام شیر خوارگی کے یعنے غایت درجہ حمل مین بچہ تیس ماہ تک رہتا ہی اور غایت درجہ بچہ کو تیس ماہ تک دودھ پلانا چاہیئے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ دو سال سے زیادہ بچہ حمل مین نہین رہتا تو اس روایت کی رو سے مدت حمل مین بجائے ڈھائی سال یعنے تیس ماہ کے دو ہی سال رہگئے مگر ایام شیر خوارگی مین کوئی وجہ کمی کی نہ پائی گئی تو میعاد تیس ماہ یعنے ڈھائی سال بجنسہ قائم رہے مگر صاحبین نے کہا کہ تیس ماہ مجموعی مدت حمل و شیر خوارگی ہی یعنے اس مدت مین حمل بھی پورا ہوجاتا ہی اور ایام شیر خوارگی بھی پورے ہوجاتے ہین پس ان تیس ماہ مین سے دو سال اس نص کی رو سے میعاد شیر خوارگی ہی باقی چھ ماہ اقل میعاد حمل ہی قولہ تعالی وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ یعنے بچہ کے والد پر یا وارث پر واجب ہوگا کہ بچہ کی مان کو خواہ زوجیت مین ہو خواہ مطلقہ ہو یا دودھ پلانے والی عورت کو نان و پارچہ حسب حیثیت ایام شیر خوارگی مین دیتا رہے

کیونکہ

کیونکہ بالمعروف فرمایا ہی تو گویا یہ لفظ امام شافعی علیہ الرحمہ کے خلاف ہی کیونکہ اُنھون نے
بچہ کی ماں کے واسطے یا دودھ پلانے والی کے واسطے نفقہ کا تقرر دو مُد یا ڈیڑھ مُد غلہ کردیا
جو بالمعروف کا منشا نہین ہوسکتا خلاصہ یہ ہو کہ والد پر دو سال بچہ کی ماں کا نان و نفقہ
بقدر حیثیت اتنا واجب ہی جسقدر غیر دودھ پلانے والی عورت کا واجب ہی پس اگر غیر عورت
بھی ایک اجرت مقررہ پر راضی ہو اور اسی اجرت پر بچہ کی ماں راضی ہو تو بچہ کی ماں افضل اور
احق ہی بہ نسبت غیر عورت کے اور اگر میعاد مقررہ سے یعنے دو سال سے زیادہ بچہ کو
بچہ کی ماں بلا اجرت دودھ پلانا چاہے تو بچہ کے والد کو جبرًا دودھ چھڑانے کا اختیار
نہین ہی یہی مضمون صاحب مدارک نے اور اہل فقہ نے لکھا ہی اور صاحب بیضاوی
نے والدات کو عام گردانا ہی خواہ داخل زوجیت ہون یا طلاق دی گئی ہون اور اسی پر
بہت سے مفسرین نے اتفاق کیا ہی اور شیخ عصام نے والدات کو مطلقات یعنے صرف
طلاق دی گئی عورتون سے مخصوص کیا ہی کیونکہ جو عورتین داخل زوجیت ہون تو اونکا
نان و پارچہ تو باعتبار زوجیت ہی واجب ہوگا انکے ذکر وجوب نان و پارچہ کا یہان
کیا موقع تھا اور وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ سے اس امر کا اشارہ ہی کہ عورت کا بچہ جننا اوسکے والد
کے واسطے ہی یعنے بچہ کا حقیقی وارث والد ہی دوسرے بچہ سے والد کا نسب چلتا ہی نہ کہ
والدہ کا اور قولہ تعالی وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ سے یہ مراد ہی کہ اگر والد فوت ہوجای
تو جو اوسکے مال کے وارث ہون وہی بچہ کے ولی ہونگے اون پر بھی مثل والد متوفی کے بچہ کی
پرورش اور دودھ پلانے والی یا بچہ کی ماں کا نان و پارچہ مثل والد متوفی کے واجب ہوگا
ورثا کے تعین مین اہل فقہ کا اختلاف ہی تو ابی لیلی کے نزدیک تمام وہ لوگ جو ورثہ پائین
مال متروکہ سے مستحق ہین پرورش بچہ کے اور امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک صرف ذی رحم

محرم مستحق ہی جیسا کہ ہدایہ مین ہی اور ابو زید کے نزدیک صرف عصبات مستحق ہین اور اسکی مفصل کیفیت اور فقہا کے باہمی اختلافات کتب فقہ مین تشریح کے ساتھ درج ہین چنانچہ ہدایہ مین اس مسئلہ پر بہت طویل بحث کی گئی ہی اسکے بعد اللہ تعالے نے شوہر متوفی کی زوجہ بیوہ کی عدت کا بیان فرمایا قولہ تعالی وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ترجمہ اور جو لوگ تم مین سے مرجاوین اور بیبیان چھوڑ جاوین تو وہ عورتین اپنے تئین چار مہینہ دس دن روکے رہین پھر جب اپنی مدت پوری کرلین تو جائز طور پر جو کچھ اپنے حق مین کرین اوسکا تمپر کچھ الزام نہین اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اللہ کو اوسکی خبر ہی۔ واضح ہو کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ شوہر متوفی کی عدت بیوہ پر خواہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ چار ماہ دس روز وشب واجب ہین جب عدت پوری ہوجاوے تو اونکو موافق احکام شرع نکاح ثانی کرنے کی اجازت ہی اور نہین کچھ ہرج نہین اور سورۃ الطلاق مین جو آیت ہی کہ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اس سے ثابت ہی کہ حاملہ عورت بیوہ یا مطلقہ ہو اوسکی عدت وضع حمل تک ہی تو ان دونو آیات مین تعارض واقع ہوا ظاہر ہی تو بقول ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے یہ آیت جس مین عام عدت چار ماہ دس یوم ہین منسوخ ہی آیت طلاق سے پس غیر حاملہ کو چار ماہ دس یوم اور حاملہ کو وضع حمل تک عدت کرنا چاہیے اور یہ بھی ایک قسم کا نسخ ہی کہ اوسکا حکم بالکل منسوخ نہین بلکہ اوسکی عمومیت منسوخ ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک دونو میعاد عدت مین جسکا زمانہ دراز ہو بیوہ کو وہ عدت لازم پکڑنا چاہیے مثلا اگر وضع حمل کے واسطے پانچ یا چھ ماہ کی ضرورت ہی تو وضع حمل تک عدت ہوگی اور اگر وضع حمل

دو تین ماہ مین ہو یا سکے تو چار ماہ دس یوم عدت ہوگی اس صورت مین دونون آیات کا عمل ہوجائیگا اور نیز اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بیوہ کی عدت خواہ بیبی ہو خواہ باندی چار ماہ دس یوم ہون مگر یہ اصول کے خلاف ہے کیونکہ باندیکا حق نصف ہے بیوی سے تو اس صورت مین باندی کی عدت جو حاملہ نہو صرف دو ماہ پانچ روز ہونگے اور بحالت حمل وضع حمل تک عدت ہوگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ اگر عورت کا حمل ایسے وقت مین بھی وضع ہو کہ اوسکا شوہر متوفی ہنوز جنازہ پر ہو دفن بھی نہ کیا گیا ہو تو بھی عدت پوری ہوچکی اوسکو دوسرے شخص سے نکاح کرلینا جائز ہے کیونکہ عدت چار ماہ تو اس لیے ہے کہ چار ماہ مین حمل پورا ہوجاتا ہے اور دس یوم اوسکے ظاہر ہونے کو اسواسطے مجموعی عدت کی میعاد چار ماہ دس یوم ہین جب وضع حمل ہوگیا تو عدت کی ضرورت نہین رہی مسلمہ اور کنا یہ دونون بیوہ ہمارے نزدیک اس حکم مین یکسان ہین اور آیت طلاق جو سورۃ البقر کی اس آیت کی ناسخ ہے اگرچہ تلاوت مین مؤخر ہے مگر نزول مین مقدم ہے اور یہ آیت جسطرح آیت طلاق سے منسوخ ہے اسیطرح آیت وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ کی ناسخ ہے کیونکہ اس آیت سے ایک سال بھر عدت اور نفقہ کی وصیت واجب ثابت ہوتی ہے تو سال بھر کی عدت چار ماہ دس یوم کی عدت سے منسوخ ہوگئی یہان بھی از روے تلاوت ناسخ مقدم اور منسوخ مؤخر واقع ہوا ہے مگر باعتبار نزول ناسخ مؤخر ہے اور واجب ہونا وصیت نفقہ کا آیت میراث سے منسوخ ہے کیونکہ اوسمین عورتون کو چوتھائی حصہ متروکہ کا ہے جبکہ زوج متوفی کا ولد نہو اور آٹھوان حصہ ہے جبکہ متوفی کا ولد ہو تو جس حالت مین متروکہ مین سے حصہ پالیا پھر نفقہ ایام عدت مین بیوہ کیواسطے واجب نہین اور سکونت بھی ثابت نہین بخلاف مطلقہ کے اسکے لئے

ایام عدت میں نفقہ دینا واجب ہے اور بیوہ عورت یا بائنہ طلاق پائی ہوئی عورت کو جس طرح
نکاح ایام عدت میں ناجائز ہے اسیطرح اوسپر سوگ کرنا واجب ہے مثل ترک کرنے زینت کے
اور سر میں تیل ڈالنے اور خوشبو ملنے اور سرخ و زعفرانی اور ریشمی لباس پہننے اور مہندی
لگانے وغیرہ کے جو متعلق بناؤ سنگھار کے ہیں البتہ طلاق رجعیہ میں یہ امور ممنوع نہیں
بلکہ جائز و مستحب ہیں تاکہ شوہر کی رغبت زیادہ ہو اور فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ کے مخاطب امام یا حاکم
یا قاضی ہیں کیونکہ وہی لوگ خلاف امر الٰہی کام کرنے کو مانع آسکتے ہیں تو گویا خداوند کریم
یوں فرماتا ہے کہ اے امو اگر بیوہ یا مطلقہ عورتیں بعد انقضاء ایام عدت حسب رواج
شریعت اپنا نکاح کرنا چاہیں تو تم مانع ہو اوسمیں کوئی حرج نہیں ہے اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے
اسکے بعد اللہ پاک نے ایام عدت میں پیام نکاح کا ذکر فرمایا قولہ تعالیٰ وَلَا جُنَاحَ
عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاۗءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ
وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى
يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ترجمہ اور گناہ نہیں تمپر جو پردہ میں کہو پیغام نکاح کا عورت کو یا چھپا رکھو اپنے
دل میں معلوم ہے اللہ کو کہ تم البتہ انکا دھیان کروگے لیکن وعدہ نہ کر رکھو ان سے چھپکر
مگر یہی کہ کہدو ایک بات کہ جسکا رواج ہے اور نہ باندھو گرہ نکاح کی جب تک پہنچ چکے حکم
اللہ کا اور جان رکھو کہ تحقیق اللہ جانتا ہے جو کچھ تمھارے دلوں میں ہے پس ڈرتے رہو
اوس سے اور جان رکھو تحقیق اللہ غفور اور حلیم ہے۔ اس آیت سے یہ مراد ہے کہ ایام عدت میں
نکاح معقودہ سے جائز نہیں اور نیز پیام نکاح بھی صاف لفظوں میں دینا جائز نہیں البتہ
تعریضاً یا اشارۃً خواہش نکاح ظاہر کرنا جائز ہے اور اختلاف کیا علماء نے اس بارہ میں

کیا یا یہ حکم عام معتدہ کی بابت ہی خواہ ازروئے طلاق ہو یا ازروئے وفات شوہر کے یا
خاص ہی تو صاحب مدارک وغیرہ نے سکوت اختیار کیا ہی البتہ فتح میں اسکا ذکر ہی کہ عام معتدہ
سے پیام نکاح دینے میں اجتناب چاہئے اگرچہ یہ آیت بعد ذکر عدت وفات شوہر مذکور ہوئی
ہی جس سے وفات کی عدت کی تخصیص پائی جاتی ہی اور تعریض اوسکو کہتے ہیں کہ عورت
معتدہ سے ایسا کلام کرے جس سے نکاح کا اشارہ پایا جائے مثلاً تم خوبصورت ہو یا نیک ہو
یا جب تمہاری عدت پوری ہو مجکو اطلاع دینا وغیرہ پس تعریض کرنا جائز ہی اور صاف
نکاح کا ذکر کرنا ممنوع ہی اور قولہ تعالیٰ لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا سے یہ مراد ہی کہ ایام عدت
میں یہ بھی نہ کہو کہ میں جماع پر قادر ہوں یا مردی میں پورا ہوں اور قول معروف کہو یعنے تعریض
کرو اور بعض نے کہا کہ قول معروف سے یہ مدعا ہی کہ اوس کلام میں کوئی امر فحش نہو جماع وغیرہ
کا ذکر نہو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ قول معروف سے یہ مراد ہی کہ دونوں باہم غیر سے
نکاح نہ کرنے کا اتفاق کریں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے لفظ سر سے
مراد نکاح فرمایا ہی اور وَلَا تَعْزِمُوْا اِلٰی اٰخِرِهٖ سے یہ مراد ہی کہ جب تک عدت ختم نہو عقد
نکاح یا عہد نکاح نکرو اس بارہ میں اللہ پاک نے سخت نہی فرمائی اور خوف دلایا ہے
اسکے بعد اللہ پاک نے مہر کا واجب ہونا اور نہونا اور متعہ کا بیان طلاق غیر مدخول بہا میں
ذکر فرمایا قولہ تعالیٰ لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا
لَهُنَّ فَرِیْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ
حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً
فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ یَّعْفُوْنَ اَوْ یَعْفُوَا الَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّکَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ
لِلتَّقْوٰی وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَیْنَکُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ترجمہ گناہ نہیں تمپر اگر طلاق دو

عورتون کو جب تک انکو ہاتھ لگایا ہو اور انکا کوئی حق مقرر نہ کیا ہو اور اون کو خرچ دو وسعت والے پر اوسکے موافق ہی اور تنگی والے پر اوسکے موافق جو خرچ دستور ہے لازم ہی نیک لوگون پر اور اگر طلاق دو اونکو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے ہو اونکا حق تو لازم ہوا النصف جو کچھ کہ ٹھہرا تھا مگر یہ کہ درگذرین عورتین یا درگذر کرین جنکے ہاتھ گرہ ہی نکاح کی اور تم مرد درگذر کرو تو قریب ہی پرہیزگاری سے اور نہ بھلاؤ آپسکے سلوک کو تحقیق اللہ جو تم کرتے ہو دیکھتا ہی۔ واضح ہو کہ طلاق والی عورتون کی چار قسمین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ مدخول بہا اور مہر مقررہ ہو یعنے ایسی عورت کو طلاق دیجائے جس سے خلوت صحیح ہوئی ہو اور اوسکا مہر بھی معین ہو دوسری یہ کہ مدخول بہا ہو اور مہر معین نہو یعنے ایسی عورت کو طلاق دیجائے جس سے خلوت صحیحہ ہوئی ہی مگر اوسکا مہر معین نہین تیسری یہ کہ مدخول بہا نہو اور مہر معین ہو چوتھی یہ کہ مدخول بہا بھی نہو اور مہر معین بھی نہو پس صورت اول مین کل مہر ادا کرنا واجب ہوگا اور ثانی مین مہر بالمثل یعنے وہ مہر جو اوس عورت کی قوم یا رشتہ داران قریب مین مقرر ہوتا ہی اور تیسری صورت مین نصف مہر مقررہ دینا واجب ہی اور چوتھی صورت مین کچھ بھی واجب نہین ہوتا مگر کچھ بطور خرچ کے دینا چاہیے۔ اور متعہ ان تمام صورتون مین مستحب ہی مگر جسکو نصف مہر دیا جائے اوسکو متعہ کی ضرورت نہین اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک کل صورتون مین متعہ واجب ہی چنانچہ قاضی بیضاوی سے بھی منصوص گردانا ہی اور ہمارے نزدیک خلوت صحیحہ حکم وطی کا رکھتا ہی اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک وطی خلوت صحیحہ مین ہونا ضرور ہی یعنے اگر خلوت صحیحہ واقع ہو خواہ وطی کیجائے یا نکی جائے ہمارے نزدیک کل مہر ادا کرنا واجب ہو جائیگا اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک اگر وطی واقع نہو تو نصف مہر لازم آئیگا اور متعہ کی

مقدار غیر معین ہی وسعت والے پر اوسکی حیثیت کے موافق اور کم وسعت پر اوسکی حیثیت کے موافق اور بعضون نے اوسکا تقرر ایک جوڑہ لباس کیا ہی پھر اوس جوڑے مین بھی اختلافات ہین بعض نے تین پارچہ بعض نے دو پارچہ قرار دیئے ہین اور امام شافعی علیہ الرحمۃ نے حاکم اور قاضی کی راے پر مقدار متعہ کو محمول کیا ہی اور قولہ تعالی اِلَّآ اَنۡ یَّعۡفُوۡنَ اِلیٰ آخرہٖ سے یہ مراد ہی کہ اگر عورتین معاف کردین یا مرد جو مختار ہی نکاح رکھنے اور توڑنے کا وہ معاف کردے تو پھر کچھ حرج نہین اور بِیَدِہٖ عُقۡدَۃُ النِّکَاحِ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شوہر کو مراد لیا ہی کہ وہ اپنا نصف حق بھی زوجہ کو بخشدے تو روا ہی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ولی سے مراد لی ہی یعنے عورت یا اوسکا ولی مہر معاف کردی تو جائز ہی اور ولی عام ہی جسکو حق ولایت پہنچے اور بعض کے نزدیک ولی خاص باپ ہی ہوسکتا ہی اور اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی سے مخاطب گردانا ہی ازواج کو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کے موافق بِیَدِہٖ عُقۡدَۃُ النِّکَاحِ سے مقصود زوج ہی اور اوسیکا عفو کرنا احسن اور اولی ہی بہ نسبت عورت کے اوسکے بعد اللہ تعالے نے بعض احکام نماز کے بیان فرماے قولہ تعالی حَافِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی وَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا اَوۡ رُکۡبَانًا فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَمَا عَلَّمَکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ترجمہ خبردار رہو نمازسے اور بیچ والی نماز سے اور قیام کرو اللہ کے واسطے ادب سے پھر اگر تمکو ڈر ہو تو پیدل یا سوار پھر جب تم مطمئن ہوجاؤ تو جس طرح اللہ نے تمکو سکھایا ہی کہ تم پہلے نہین جانتے تھے اوس طریقہ سے اللہ کو یاد کرو واضح ہو کہ اس آیت سے فرضیت نماز پنجگانہ اور اوسمین قیام کرنا اور سخت خوف کی حالت مین قبلہ کی طرف توجہ کا ساقط ہونا پایا جاتا ہی چنانچہ فرضیت نماز تو حَافِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ سے ظاہر ہی اور امام زاہد نے

حضرت حسن سے روایت کی ہے کہ صلوٰۃ سے نماز پنجگانہ مراد ہے پھر اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ
الوسطیٰ کی تاکید فرمائی تو ہمیں اختلاف واقع ہوا کہ وہ کونسی نماز ہے تو امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ
نے کہا وہ نماز عصر ہے اور اوسکو روایت کیا اکابر صحابہ سے مثل حضرت عمر و حضرت علی
رضی اللہ عنہما اور حضرت عائشہ اور ام سلمہ اور حضرت حفصہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم
کے چنانچہ مصحف حضرت حفصہ میں اَلصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی صَلٰوۃِ الْعَصْرِ درج تھا یعنے
صلوٰۃ الوسطیٰ عصر کی نماز ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جسدن کہ
نماز عصر فوت ہوگئی تھی کہ انھوں نے مشغول کرلیا ہمکو نماز وسطیٰ سے اللہ اونکو دوزخ
میں بھرے اور فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے کہ حضرت سلیمان سے
نماز عصر فوت ہوئی تھی ان روایتوں سے صلوٰۃ الوسطیٰ نماز عصر ہی قرار پائی ہے دوسرے
یہ بھی قرینہ دلالت کرتا ہے رات کی دو نمازوں میں ایک قصر ہوسکتی ہے اور دوسری غیر قصر
اور علیٰ ہذا صبح و ظہر میں ایک قصر اور ایک غیر قصر اور نماز عصر انکے وسط میں ہے اور حضرت انس بن
مالک و معاذ بن جبل اور ابو امامہ کہتے ہیں کہ صلوٰۃ الوسطیٰ نماز فجر ہے کیونکہ وہ رات اور دن
اور دونوں قصروں کے درمیان واقع ہوئی ہے اور حضرت ابن عمرؓ اور زید بن اسامہؓ کہتے ہیں
کہ وہ نماز ظہر ہے کیونکہ دن کے وسط میں واقع ہوئی ہے اور حضرت ابن عباسؓ اور قبیصہؓ بن
ذویب کہتے ہیں کہ وہ مغرب کی نماز ہے کیونکہ وہ دو جہر و خفا کے درمیان واقع ہوئی ہے اور
بعض نے کہا کہ عشا کی نماز ہے کیونکہ وہ درمیان دو نماز جہر کے واقع ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ وہ
لیلۃ القدر کی طرح غیر معین ہے اور تعداد نماز پنجگانہ دیگر آیات سے واضح طور پر ثابت
ہوتی ہے چنانچہ آگے آئیگا اب فرضیت قیام اس حکم سے ظاہر ہے کہ قُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِينَ
یعنے قیام کرو نماز میں اللہ کے واسطے مطیع یا ذاکر ہوکر روایت ہے زید بن ارقمؓ سے کہ

ابتداء اسلام مین بحالت قیام لوگ آپس مین باتین کرتے رہتے تھے اور کوئی شخص بعد کو آتا تو نمازیون سے دریافت کرتا کہ کس قدر رکعتین پڑھین تو نمازی جواب دیتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ قیام کرو خاموشی یا اطاعت کی حالت مین یا خدا کا ذکر کرتے ہوئے اور آپس مین کچھ بات چیت نہ کرو پس معلوم ہوا کہ قیام معہ قنوت کے فرض ہے پس اگر نماز بلا قیام یا بلا قنوت ادا ہوئی تو فاسد ہی اور صاحب ہدایہ نے اس آیت سے صرف فرضیت قیام پر استدلال کیا ہی باوجودیکہ قنوت یعنے ساکت رہنا اوسی سے ثابت ہی اور بیضاوی اور ابن حاجب قنوت سے مراد دعاء قنوت صبح لیتے ہین جو اونکے مذہب مین ہی کہ نماز صبح مین دعاء قنوت واجب ہی اور امام زاہد نے صلوٰۃ وسطیٰ سے نماز صبح مراد لی ہی اور قنوت سے دعاء قنوت لیکن یہ ہمارے مذہب کے موافق نہین ہی کیونکہ ہمارے نزدیک صرف نماز وتر مین قنوت ہی اور نماز فجر مین ہرگز نہین اسیواسطے کسی حنفی مفسر نے یہ معنے نہین لئے اور سقوط فرضیت قیام اور سقوط توجہ بجانب قبلہ اسطرح ہی کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا یعنے اگر تم کو خوف دشمن کا ہو یا کسی درندے کا یا کسی اور خوفناک شی کا تو پیادہ ہو یا سوار اور جسطرف منہ ہو اشارہ سے نماز ادا کرو اوسوقت نہ قیام اور جہت قبلہ فرض نہین ہی مدارک مین ہی اور اسی پر صاحب ہدایہ نے لکھا کہ بحالت خوف تنہا تنہا جسطرف چاہے منہہ ہو رکوع و سجود کو اشارہ سے ادا کرتا ہوا نماز پوری کرے اور محمد علیہ الرحمہ کے نزدیک نماز جماعت سے پڑھنا چاہیے بطریق مذکورہ مگر یہ صحیح نہین اور اختلاف ہوا اس بارہ مین کہ آیا نماز ٹھہر کر پڑھین یا چلتے ہوئے تو ہمارے نزدیک ٹھہرنا ضرور ہے اور امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک چلتے ہوئے نماز ادا ہو سکتی ہی اور قولہ تعالیٰ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ سے یہ مراد ہی کہ جب وہ خوف رفع ہو جائے تو مثل سابق قیام و توجہ جہت قبلہ ضرور ہی

یا تاعدہ امن نماز ادا کرو اور بعض نے کہا کہ اس سے یہ مطلب ہی کہ امن حاصل ہونے کا شکریہ
ادا کرو اللہ پاک کا ذکر بطور شکر گذاری کرو۔ اسکے بعد پھر اللہ تعالے نے ذکر مسائل عدت
وطلاق کا فرمایا **قولہ تعالیٰ** وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً
لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِنَّ
مِنْ مَّعْرُوْفٍ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ کَذٰلِکَ
یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ **ترجمہ** اور جو لوگ تم میں سے مرجاوین اور بیبیاں چھوڑ
مریں تو اپنی بیبیوں کے حق میں ایک برس تک کے سلوک اور نہ نکالنے کی وصیت کرویں پھر
اگر عورتیں نکل کھڑی ہوں تو جائز باتوں میں سے جو کچھ اپنے حق میں کریں اوسکا تمپر کچھ گناہ
نہیں اور اللہ زبردست حکمت والا ہی اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے ساتھ نکوئی طریق
پر بطور وسط سلوک کرنا واجب ہی اسیطرح ظاہر کرتا ہی اللہ تمھارے لئے اپنے احکام کو
تاکہ تم سمجھو۔ ان دونوں آیتوں میں معتدہ کا نان ونفقہ اور مکان سکونت کا ذکر ہی پہلی
آیت میں تو شوہر متوفی کی بیوہ کا ذکر ہی کہ اوسکے واسطے ایک سال عدت کرنا لازم ہی اور ایام عدت میں اسکا
نفقہ ومکان شوہر متوفی پر واجب ہی لیکن اس آیت کے دونو حکم منسوخ ہوگئے سال بھر کی عدت تو چار ماہ
اور دس یوم کی عدت سے منسوخ ہوگئی اور نان ونفقہ بوجہ حصہ میراث کہ آیت میراث سے منسوخ ہوگیا کیونکہ جب
بیوہ کو چوتھائی یا آٹھواں حصہ مال متروکہ متوفی سے ملتا ہی تو نفقہ کا وجوب غیر ضروری
ہوا۔ ابتدائے اسلام میں اسی پر عمل درآمد تھا چنانچہ ایک شخص حکیم بن اشرف طایف سے
مدینہ منورہ آئے اور مدینہ طیبہ میں رحلت پائی اور والدین اور زوجہ اور ایک لڑکا چھوڑا
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم نے اوس متوفی کے مال متروکہ کو اونکی والدین اور
بیٹے پر تقسیم فرمایا اور اونکی بیوہ کے واسطے ایک سال کے گذارے کے لائق حصہ مقرر کیا

اور سال

اور سال بھر عدت و ترک زینت وغیرہ کو منع فرمایا بروقت منتقل زیدی اور بیہقی میں ہے پس یہ آیت بعد مدت منسوخ ہو گئی اگرچہ یہ منسوخ از روی تلاوت مؤخر ہے مگر باعتبار نزول مقدم ہے پس بیوہ کے واسطے نان و نفقہ واجب نہیں بخلاف طلاق دی گئی عورت کے اوسکا نان نفقہ ایام عدت میں واجب ہے کیونکہ اوسکو بعد طلاق کوئی حصہ متروکہ نہیں ملتا اور چونکہ بیوہ کو نفقہ نہیں ملتا اسواسطے اوسکو تحصیل معاش کی غرض سے دنکو یا تھوڑی رات لوگھر سے باہر نکلنا جائز ہے بخلاف معتدہ مطلقہ کے کہ اوسکو نفقہ ملتا ہے اسلیے اوسکو نکلنا حرام ہے اسکے بعد

مسئلہ وبا اور طاعون سے فرار نہ ہونیکا بیان

کیا جاتا ہے چنانچہ فرمایا اللہ پاک نے قولہ تعالیٰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ترجمہ کیا نہیں دیکھا ایسے شخصوں کو جو خارج ہوئے اپنے وطن سے موت کے ڈر سے اور وہ ہزاروں تھے پس فرمایا اللہ نے اونکو کہ مر جاؤ پھر زندہ کیا اونکو تحقیق اللہ تعالیٰ صاحب فضل ہے آدمیوں پر لیکن اکثر آدمی شکر ادا نہیں کرتے واضح ہو کہ وبا و طاعون سے فرار ہونے کی بابت متعدد آیات سے ثابت ہے اور اس آیت کا قصہ اسطرح ہے کہ ایک دفعہ قصبہ وردان یا قصبہ واسط میں وبا پھیلی تو اکثر لوگ قصبہ چھوڑ کر چلے گئے اور بعض رہ گئے تو جو لوگ گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ سلامت رہے اور جو گھروں میں رہ گئے تھے وہ ہلاک ہو گئے بعد گذرنے ایام وبا کے پھر لوگ واپس آ گئے اور آباد ہو گئے اتفاقاً دوسری سال بھی وبا پھیلی تو تمام ذکور و اناث بھاگ نکلے جو تقریباً کم از کم آٹھ ہزار اور زیادہ سے زیادہ ستر ہزار تھے تو اللہ پاک نے فرمایا کہ مر جاؤ یا دو فرشتے ظاہر ہوئے ایک زمین سے دوسرا آسمان سے

غرض سب مر گئے تو جس وادی میں وہ سب مر گئے تھے اوسکے قریب و نواح کے لوگ اونکے دفن کے واسطے جمع ہوئے مگر اون کی کثرت کی وجہ سے عاجز آ گئے اور وہ مردے وہین پڑے رہے یہانتک کہ اونکا گوشت پوست سب گل سڑ گیا صرف ہڈیان باقی رہ گئین اور ایک مدت گذر گئی ایک روز حضرت حزقیل بن سیدا علیہ السلام اودھر سے گذرے اور ماجرا دیکھا تو اونھون نے خالق کائنات سے دوبارہ زندگی کی دعا کی خداوند مجیب الدعوات نے قبول فرمائی اور وہ سب زندہ ہو گئے اونکی تعداد مین مفسرین کا بہت اختلاف ہے اور بعض نے بجائی حضرت حزقیل قابیل لکھا ہے اور بعض نے اون لوگون کو بنی اسرائیل کہا ہے غرض خدا پروردگار عالم اوس قصہ کی طرف اشارہ فرما کر یون ارشاد کرتا ہے کہ موت سے فرار ممکن نہین اسواسطے موت کے خوف سے گھر چھوڑ کر نہ بھاگو پس جس طرح اس آیت سے وبا اور طاعون وغیرہ سے بھاگنا ناجائز ہے اسیطرح دوسری آیت کہ لا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ سے وبا اور طاعون والے قصبہ مین جانا ممنوع ہے خلاصہ یہ کہ اگر وطن مین وبا وغیرہ ہو تو فرار ہونا نہ چاہیے اور جس قصبہ مین وبا ہو وہان جانا نہ چاہیے اور بعض نے کہا کہ قتال و جہاد سے نہ بھاگنے کی بابت یہ آیت نازل ہوئی ہے اور اس قصہ کو یون بیان کیا ہے کہ وہ لوگ بنی اسرائیل تھے اونکو بادشاہ وقت نے جہاد و قتال کا حکم دیا تھا اوسکے خوف سے بھاگ گئے تھے تب وہ واقعہ سابقہ یعنے مرنا اور دوبارہ زندہ ہونا پیش آیا تھا مگر میرے خیال مین وبا و طاعون والا مسئلہ صحیح معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اب مسئلہ توحید و صفات باری تعالی کا بیان ہے چنانچہ فرمایا اللہ پاک نے قولہ تعالی

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی

الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ

التماس

[illegible]

سعادت القرآن ترجمہ

تفسیر بحری جس میں شرح معقول و منقول

بموجب اصول جناب مولوی صاحب

آیات احکام

رکھا گیا ہے اور جا بجا

مولوی صاحب بحری اصلاح سے کمال

تحقیق

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس کتاب کو

[illegible]

[illegible]

[illegible]

واللہ الموفق المعین

[illegible]